آمدِ مصطفیٰ ﷺ

جشنِ عید میلاد النبی ﷺ پر علمی تحقیقی اور فکر انگیز خوبصورت تحریروں کا

شاندار مجموعہ

مرتب:
علامہ علی اکبر قادری الازہری

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

Marfat.com

آمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جشنِ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پر

علمی، تحقیقی اور فکر انگیز خوبصورت تحریروں کا

شاندار مجموعہ

مرتب:

علامہ علی اکبر قادری الازہری

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

۱۱۔ گنج بخش روڈ، لاہور

DATA ENTERED

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	آمدِ مصطفیٰ ﷺ
مرتب	ڈاکٹر علی اکبر قادری الازہری
صفحات	320
طباعت دوم	دسمبر 2013ء
طابع	سیّد شجاعت رسول قادری
مطبع	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز' لاہور
ناشر	نوریہ رضویہ پبلی کیشنز' لاہور
کمپیوٹر کوڈ	1N0097
قیمت	روپے

297.54

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

11- گنج بخش روڈ' لاہور

فون 042-37313885-042-37070663

Email:nooriarizvia@hotmail.com

مکتبہ نوریہ رضویہ بغدادی جامع مسجد گلبرگ اے فیصل آباد

فون: 041-2626046

Marfat.com

صفحہ	عنوانات
6	☆ پیش لفظ
8	☆ نعت رسول مقبول ﷺ
9	☆ میلاد النبیؐ ۔ دلائل شرعیہ کی روشنی میں (محمد بن عباس علوی المالکی المکیؒ)
38	☆ جشن میلاد النبی کی شرعی حیثیت (شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری)
88	☆ رسول اللہؐ کا جشن میلاد (مفکر اسلام ڈاکٹر محمد حمید اللہ)
94	☆ نور و نکہت میں لپٹی ہوئی صبح سعادت کے نام (علی اکبر قادری)
97	☆ لامکان کی محافل میلاد "خدا خود میر مجلس بود اندر لامکاں خسرو (اعلیحضرت امام احمد رضا محدث بریلوی)
102	☆ خلقت نور محمدی ﷺ (مولانا اشرف علی تھانوی)
106	☆ اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام (علی اکبر قادری)
110	☆ دنیا ۔۔۔ میلاد النبیؐ سے پہلے (پروفیسر سید عبد الرحمن بخاری)
127	☆ ظہور قدسی ۔۔ کائناتی انقلاب اور خدا کی رحمتوں کا سرمدی لمحہ (پروفیسر سید عبد الرحمن بخاری)
142	☆ جشن میلاد النبیؐ ۔ اقوال و معمولات ائمہ کی روشنی میں امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی صاحب سبل الھدیٰ
150	☆ نور محمدیؐ کا وجود بشری میں ظہور (مفتی محمد عنایت احمد کا کورویؒ)
153	☆ میلاد النبیؐ مطلع صبح نور (ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہؒ)
156	☆ جشن میلاد النبیؐ کیسے منایا جائے؟ (مفتی عبد القیوم خان ہزاروی)
163	☆ میلاد النبی جشن اور احتساب کا دن (علی اکبر قادری)

Marfat.com

166	☆ جشنِ میلاد النبیؐ ۔۔۔(نواب مشتاق)
170	☆ یوم میلاد ۔۔۔۔ یوم انقلاب (علی اکبر قادری)
173	☆ محافل میلاد النبیؐ ۔ اتباع سنت اور محبت رسول کا محرک (علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ)
177	☆ میلاد النبیؐ ' چمنستان سعادت میں بہاروں کا پیغام (علامہ شبلی نعمانیؒ)
179	☆ عید میلاد النبیؐ فضل مجسم کی تشریف آوری کا دن (مولانا ظفر علی خان)
183	☆ میلاد النبیؐ تاریخ کے تاریک چہرے کی روشنی (صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانیؒ)
188	☆ جشن آمدِ رسولؐ کیوں اور کیسے منائیں (علی اکبر قادری)
191	☆ خوشی ہے آمنہ کے لالؐ کے تشریف لانے کی (علامہ راشد الخیری)
204	☆ آسمان ہدایت پر آفتاب عالم تاب کا طلوع (مولانا قاری محمد طیب)
223	☆ ربیع الاول ۔۔ سرمدی بہاروں کا موسم (مولانا کوثر نیازی)
225	☆ یوم میلاد ۔۔۔ یوم نجات (مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی)
234	☆ اک نئے دور کا آغاز تھا آنا ان کا (ریاض حسین چودھری)
241	☆ عید میلاد النبیؐ یوم تحدیث نعمت ۔۔۔ یوم تجدید عہد (علی اکبر قادری)
248	☆ کفر کی کالی گھٹاؤں میں آفتاب ہدایت کا طلوع (شیخ الحدیث علامہ محمد معراج الاسلام)
254	☆ دعائے خلیل اور نوید مسیحا (شیخ الحدیث علامہ محمد معراج الاسلام)
260	☆ میلاد النبیؐ نور مبین کا ظہور تام (حاجی فضل احمد (صاحب سلسبیل)
262	☆ یوم میلاد النبیؐ ۔۔ دنیا کا سب سے بڑا دن (علامہ ابوالکلام آزاد)
266	☆ میلاد النبیؐ کا پیغام دنیائے انسانیت کے نام (علی اکبر قادری)
272	☆ میلاد النبیؐ کارسازِ قدرت کا شاندار دن (نعیم الدین مرادآبادی)
274	☆ یوم میلاد النبیؐ ۔۔ جب جنت زمین پر اتر آئی (ناہر القادری)

Marfat.com

279	☆ مقصود کائنات کا جشن ولادت (غزالی زماں حضرت سعید احمد کاظمیؒ)
290	☆ جشن میلاد النبی کی تاریخی حیثیت اور عالم اسلام کے معمولات (محمد مظفر عالم صدیقی)
299	☆ میلاد النبیﷺ الہامی صحائف وکتب اور دیگر مذاہب کی روشنی میں (محمد مظفر عالم صدیقی)
320	☆ کتابیات

عالم آب وخاک میں تیرے ظہور سے فروغ

لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

عالمِ آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرہ ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب

شوکت سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقرِ جنیدؒ و بایزیدؒ تیرا جمال بے نقاب

شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب، میرا سجود بھی حجاب

تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو، عشق حضور و اضطراب

(علامہ اقبالؒ)

Marfat.com

پیش لفظ

جشن میلاد النبی ﷺ ۔۔۔ اہل محبت وعشق اور صاحبان معرفت وبصیرت کے لئے خاص اہمیت کا حامل موضوع ہے ۔۔۔ یہی وجہ ہے کہ اس ایمان افروز موضوع پر چھوٹی بڑی کتب ہر زبان میں بکثرت الگ بھی لکھی گئیں اور جن خوش بخت لوگوں نے عمومی طور پر سیرت وفضائل ونبوی پر لکھا انہوں نے بھی ''ولادت مصطفوی'' کو خصوصی اور جلی عنوانات کے تحت ذکر کیا۔ ان حضرات نے حسب حال اور حسب استطاعت اپنے اپنے لطیف احساسات کو عقیدت واحترام اور شوق ومحبت کے تمام تر تقاضوں کے ساتھ تحریری گلدستوں میں پرو دیا ہے ۔۔۔ یہ سلسلہ شوق ۔۔۔ تاحال جاری ہے اور قیامت تک بہتر سے بہتر پیرائے میں جاری رہے گا۔ جب تک گلوں کی مہک، بلبل کے نغمے اور بہاروں کی رونقیں باقی ہیں جان بہار ﷺ کے تذکرے تروتازہ رہیں گے، جب تک بزم کائنات میں زندگی کے آثار موجود رہیں گے روح کائنات ﷺ کا ذکر ہوتا رہے گا ۔۔۔ جب تک انسانی قافلوں کا تسلسل جاری رہے گا، آپ ﷺ پر ایمان لانے والوں اور آپ سے اکتساب شعور و ایمان کی بھیک لینے والوں کی زبانیں اور قلم جشن آمد رسول ﷺ میں محو ومنہمک رہیں گے ۔۔۔

دراصل یہ حصول سعادت کا معاملہ ہے اس لئے اس صف میں شامل اہل قلم کی تعداد یقیناً زیادہ ہے اور میری یہ جسارت بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے ۔۔۔ میں نے اولاً تو کتاب میں شامل محترم علوی مالکی صاحب کے مختصر کتابچے کا اردو ترجمہ جو ایک مدت سے اشاعت طلب تھا، ربیع الاول شریف میں طبع کرنے کا پروگرام بنایا تھا پھر معاً میرے ذہن میں مختلف اوقات میں لکھے گئے اپنے مضامین اور اداریئے ترتیب وار آتے گئے، میں نے سوچا ان مضامین کو بھی اس کے ساتھ شامل اشاعت کر لیا جائے۔ میں جب یہ مضامین مطبوعہ رسائل خصوصاً ماہنامہ منہاج القرآن سے اکٹھے کر رہا تھا تو کچھ ایسی نادر اور دلچسپ تحریریں بھی میری نظروں سے گزریں جنہوں نے میرے دامنِ دل کو کھینچ لیا اور ارادے میں خوشگوار تبدیلیاں پیدا کر دیں۔ میں نے ایک لمحے کے لئے رک کر سوچا کیوں نہ ان احباب اور بزرگوں کو بھی شامل کر لیا جائے چنانچہ ایسی تحریریں مزید تلاش کی گئیں اور ایک دو روز میں ان شخصیات کی یہ تحریریں جمع ہو گئیں جو اب آپ کے سامنے ایک کتاب کی صورت میں موجود ہیں۔ یہ محض اللہ پاک کا فضل وکرم ہے کہ اس نے مجھ جیسے حقیر کو جشن میلاد النبی ﷺ جیسے موضوع پر منتشر تحریروں کو یکجا

Marfat.com

کر کے ایک خوبصورت گلدستے کی شکل میں پیش کرنے کی سعادت کے لئے منتخب فرمایا۔

کتاب میں شامل ہر مضمون عقیدت کا جدا رنگ لئے ہوئے ہے، ہر ایک کا اسلوب اور مواد بھی الگ نوعیت کا ہے اور یہی اس مجموعے کا حسن ہے۔ قاری کے لئے مختلف اذواق کو ایک جگہ اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ ان مضامین میں سے کچھ تو علمی اور تحقیقی مواد پر مشتمل ہیں خصوصاً محدث مکی علوی مالکی صاحب مرحوم کی کتاب، امام یوسف الصالحی الشامی کی کتاب ''سبل الھدیٰ'' کا ایک باب اور مفکر اسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ کی کتاب میلاد النبی ﷺ کے ایک مرکزی باب کا خلاصہ، خالص علمی تحقیقی اسلوب کے حامل ہیں، علاوہ ازیں کچھ ایسے بزرگوں کے مضامین بھی شامل کتاب ہیں جو اس موضوع پر دلچسپی رکھنے والوں کے سامنے شاید پہلی بار آئیں خاص طور پر مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا قاری محمد طیب مرحوم جو اگرچہ اکثر دیوبندی حضرات کے موجودہ عمومی مزاج سے قدرے ہٹ کر جذبات و احساسات رکھتے تھے، تاہم دونوں شخصیات علمائے دیوبند کے معتبر نام ہیں، قارئین کو ان کے جذبات پڑھ کر یقیناً خوشگوار حیرت ہو گی۔ علاوہ ازیں دیگر نامور شخصیات میں علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ، ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہؒ، اعلیحضرت امام احمد رضا محدث بریلویؒ، مفتی محمد عنایت کاکورویؒ، علامہ ابوالکلام آزاد، ڈاکٹر مسعود احمد، ڈاکٹر حمید اللہ اور علامہ شبلیؒ وغیرہ جیسے لوگوں کی عقیدت محبت اور فکر و تحقیق کو یکجا دیکھ کر یقیناً خوشی ہو گی۔

اپنی اس کاوش کو میں بطور خاص علماء خطباء اور بالخصوص مدارس دینیہ کالجز اور یونیورسٹی کے ایسے طلباء و طالبات کی ضرورت کی خاصی حد تک تلافی سمجھتا ہوں جو خطاب اور تقریری مقابلوں میں حصہ لیتے رہتے ہیں، انشاء اللہ یہ مجموعہ انہیں اس موضوع پر دیگر کتب سے بے نیاز کر دے گا۔ آخر میں خواتین و حضرات سے درخواست ہے کہ وہ میلاد النبی ﷺ کی روحانی محافل اور حضوری کے مستجاب الدعوات لمحات میں حقیر کو اپنی نیک دعاؤں میں یاد رکھیں۔

کتاب کی تیاری میں عزیزم محترم محمد یوسف (نائب مدیر ماہنامہ منہاج القرآن) کی مخلصانہ کاوشوں پر ان کا مشکور ہوں۔ اللہ تعالیٰ حضور سرور کائنات ﷺ کے میلاد کی خوشی میں شریک ہونے والے اہل ایمان کے درجات بلند فرمائے اور پوری امت کو یہ توفیق بخشے کہ بطور قوم اس دن کو تحدیث نعمت اور یوم تجدید عہد کے طور پر منانے کا حقیقی شعور بھی حاصل کر سکے۔

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

علی اکبر قادری الازہری

Marfat.com

مبارک حضور آپ ﷺ کا سب کو آنا

ردائے تحفظ خدا نے عطا کی گھٹا سر پہ چھائی اسی کی رضا کی
فضا جھوم اٹھی ہے ارض و سما کی کہ میلاد پڑھتا ہے ہر اک صحیفہ
سَلامٌ عَلَیک، سَلامٌ عَلَیک
سَلامٌ عَلَیک، سَلامٌ عَلَیک

دیے آج خوشبو جلائے ہوئے ہے صبا بھی دریچے سجائے ہوئے ہے
کہ رحمت بھی نور اپنا چھائے ہوئے ہے مبارک حضور آپ ﷺ کا سب کو آنا
سَلامٌ عَلَیک، سَلامٌ عَلَیک
سَلامٌ عَلَیک، سَلامٌ عَلَیک

زمیں پر شہِ بحر و بر بن کے آئے شبِ ناروا کی سحر بن کے آئے
حضور ﷺ آپ ﷺ خیرالبشر بن کے آئے کہ اولادِ آدم نہ کھائے گی دھوکہ
سَلامٌ عَلَیک، سَلامٌ عَلَیک
سَلامٌ عَلَیک، سَلامٌ عَلَیک

حضور ﷺ آپ ﷺ آئے تو تقدیر بدلی کتابِ حقائق کی تحریر بدلی
حروفِ ستائش کی تفسیر بدلی حضور ﷺ انقلابِ یقیں پھر ہو برپا
سَلامٌ عَلَیک، سَلامٌ عَلَیک
سَلامٌ عَلَیک، سَلامٌ عَلَیک

(محترم ریاض حسین چودھری کی اکیسویں صدی کی طویل نعتیہ نظم "سلام علیک" سے اقتباس)

Marfat.com

جشن عید میلاد النبی ﷺ

دلائل شرعیہ کی روشنی میں

(تالیف محمد بن عباس علوی المالکی المکیؒ)

(ترجمہ: علی اکبر قادری الازہری)

حرف آغاز۔۔۔۔۔۔۔از مصنف

جشن میلاد النبی کے متعلق بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں اس موضوع پر کچھ بھی نہیں لکھنا چاہتا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آج میرے اور دیگر مسلمان دانشوروں کے اذہان اس مسئلے کی بجائے دیگر مسائل میں الجھے ہوئے ہیں۔ اس موضوع کے بارے میں بات کرنا اس قصیدے کی طرح ہے جسے ہر سالانہ جلسہ میں پڑھا جائے اور ہر سال شائع کیا جائے، یہاں تک کہ لوگ اس قسم کے کلام سے اکتا جائیں لیکن جب بہت سارے دوستوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں اس میدان میں اپنے خاص افکار اور نقطہ نظر کی وضاحت کروں تو اس خوف سے کہ کہیں کتمان علم کا سزاوار نہ ٹھہر جاؤں، میں نے اس موضوع پر تحریری میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو سیدھی راہ دکھائے۔ (آمین)

تین ضروری وضاحتیں

قبل اس کے کہ میں جشن میلاد النبی ﷺ اور اس موقع پر محافل کے جواز پر تفصیلی دلائل پیش کروں۔ (موضوع کے حوالے سے) درج ذیل مسائل بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

Marfat.com

1۔ ہم جشن عید میلاد النبی ﷺ کے حوالے سے ایسی محافل کو جائز سمجھتے ہیں جہاں آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کا ذکر ہو، محافل نعت کا انعقاد ہو، کھانا کھلایا جائے اور مسلمانوں کے دلوں میں جذبہ حب رسول ﷺ ڈالنے کا اہتمام ہو۔

2۔ اس جواز سے ہمارا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم میلاد النبی ﷺ کی نسبت سے صرف ایک رات کو ان محافل واذکار کے لئے مخصوص کرلیں۔ جو ایسا اعتقاد رکھتا ہے ہمارے نزدیک وہ بدعت کا مرتکب ہے کیونکہ آپ ﷺ سے تعلق محبت اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ہر وقت آپؐ کا مبارک ذکر ہوتا رہے اور دل ہر لمحہ اسی ذکر سے شاد کام رہیں۔ ہاں البتہ آپ ﷺ کے میلاد کے مہینے میں اس بات کی زیادہ ضرورت ہے کہ لوگ زمانہ نبوی کی یاد تازہ کرنے کے لئے اجتماعات و محافل کا اہتمام کریں اور یوں حال کے ذریعے دیگر لوگوں تک دعوت دین پہنچائیں۔

3۔ جشن میلاد النبی ﷺ کے موقع پر اجتماعات بلاشبہ دعوت الی اللہ کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ یہ ایک ایسا سنہری موقع ہے جسے ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ داعیان اسلام اور علمائے کرام کے لئے ضروری ہے کہ وہ لوگوں کو حضور نبی اکرم ﷺ کے اخلاق وآداب، احوال سیرت اور معاملات وعبادات مبارکہ کے متعلق بتائیں۔ انہیں نیکی اور فلاح کی نصیحت کریں۔ شرک، شر اور فتنہ سے ڈرائیں اور بدعت وآزمائش سے بچائیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہمارا ہمیشہ سے یہی معمول رہا ہے۔ ہم لوگوں کو برملا کہتے ہیں کہ ان اجتماعات کا مقصد محض لوگوں کو اکٹھا کر کے مظاہرے کرلینا ہی کافی نہیں بلکہ یہ مبارک اجتماعات تو نیک مقصد کے حصول کا ذریعہ ہیں جو شخص آپ ﷺ کے دین کی برکات سے مستفید نہیں ہوتا وہ میلاد النبی کی برکتوں سے محروم رہتا ہے۔

جشن میلاد النبی کے جواز میں دلائل

پہلی دلیل

جشن میلاد النبی ﷺ دراصل حضور سرور کائنات فخر موجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

Marfat.com

(ولادت کی) خوشی میں مسرت وشادمانی کا اظہار ہے اور یہ ایسا (مبارک) فعل ہے جس سے کافر کو بھی فائدہ پہنچتا ہے۔

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ ابولہب کو ہر پیر کے دن عذاب میں تخفیف ہوتی ہے کیونکہ اس نے حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی سن کر اپنی کنیز ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا۔ جیسا کہ حافظ شمس الدین محمد بن ناصر الدین الدمشقی اس سلسلے میں فرماتے ہیں۔

اذا کان کافراً جاء ذمہ ۔۔۔ بتبت یداہ فی الجحیم مخلدا

اتی انہ فی یوم الاثنین دائماً ۔۔۔ یخفف عنہ للسرور باحمدا

فما الظن بالعبد الذی کان عمرہ ۔۔۔ باحمد مسروراً ومات موحدا

''جب ابولہب جیسا کافر ومشرک جس کے بارے میں قرآن حکیم میں مذمت (کے لئے پوری سورۃ) نازل ہوئی اور اس کا ٹھکانہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم ٹھہرا، اس کے لئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے میلاد پر خوشی کرنے کی بناء پر ہر پیر کو عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے تو اس موحد مسلمان (کی خوش بختی) کے متعلق کیا گمان ہو سکتا ہے جس کی زندگی میلاد النبی ﷺ کی خوشیاں منانے میں بسر ہوئی اور وہ حالت ایمان میں توحید پر یقین کے ساتھ رخصت ہوا ہو۔ (۱)

یہ حدیث اگرچہ مرسل کے ضمن میں آتی ہے لیکن مقبول ہے کیونکہ اسے امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔ علماء ومحدثین نے اس پر اعتماد کیا ہے اور اس لئے بھی کہ یہ فضائل ومناقب کے بارے میں نقل کی گئی ہے نہ کہ حلال وحرام (جیسے احکامات) کے بارے میں۔ علم حدیث کے طلبہ جانتے ہیں کہ مناقب اور احکام کے باب میں احادیث سے استدلال میں کتنا فرق ہے۔ (یعنی فضائل میں کمزور اور ضعیف روایات بھی معتبر ہوتی ہیں) رہا یہ مسئلہ کہ کفار کو ان کے اعمال کا اجر دیا جاتا ہے یا نہیں تو اس میں علمائے کرام کا اختلاف ہے جس کی تفصیلات کا ذکر یہاں ممکن نہیں۔ البتہ اس مسئلے کے بارے میں حضور ﷺ کی خواہش پر ابوطالب کے عذاب میں تخفیف کے متعلق حدیث صحیح موجود ہے۔ (۲)

Marfat.com

دوسری دلیل

حضور نبی اکرم ﷺ خود بھی اپنے یوم ولادت کی تعظیم فرماتے تھے۔اللہ تعالیٰ کی نعمت عظمٰی کا شکر بجالاتے اور اس کائنات میں اپنے ظہور وجود پر سپاس گزار ہوتے کیونکہ آپ ﷺ ہی کے وجود مسعود کے طفیل ہر وجود کو سعادت ملی۔

حضور ﷺ اس تعظیم کا اظہار یوں فرماتے کہ اس دن روزہ رکھتے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں آتا ہے، ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا۔

فیه ولدت وفیه انزل علی.

''اسی دن میری ولادت ہوئی اور اسی دن مجھ پر وحی الٰہی اتری''۔

جشن میلاد کے انعقاد کا یہی مطلب ہے۔(جو آپ کے عمل مبارک سے ثابت ہو رہا ہے) ہاں ظاہری صورت تھوڑی مختلف ہو سکتی ہے لیکن مقصود میلاد بہر حال موجود ہے اور خوشی منانا ثابت ہے۔چاہے روزہ رکھ کر منائی جائے یا کھانا کھلا کر، محافل ذکر ونعت کا اہتمام کیا جائے یا اس موقع پر آپ کے فضائل وعادات مبارکہ کا تذکرہ ہو۔

تیسری دلیل

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے خوشی منانا تو قرآن کے اس حکم سے ثابت ہے جس میں ارشاد فرمایا گیا۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِکَ فَلْيَفْرَحُوْا. (۳)

''فرمادیجئے کہ اللہ کا وہ فضل جو ان پر ہوا اور اللہ کی وہ رحمت جو انہیں عطا کی گئی، اس کے سبب وہ خوشیاں منائیں''۔

یہاں اللہ تعالیٰ ہمیں حکم فرمارہے ہیں کہ ہم کسی بھی رحمت کے بدلے میں خوشی منائیں

Marfat.com

جبکہ نبی اکرم ﷺ کی ذات تو (ہمارے لئے) کائنات میں سب سے بڑی رحمت ہیں اور اس کی گواہی خود قرآن نے دی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ. (الانبیاء:۱۰۷)

''اور اے محبوب ہم نے آپ کو کل جہانوں کے لئے سراسر رحمت بنا کر بھیجا''۔

چوتھی دلیل

حضور ﷺ بڑے بڑے (تاریخی دینی واقعات کے زمانہ حدوث کا خیال فرماتے ہیں۔ چنانچہ جب بھی ان واقعات کا زمانہ وقوع آتا تو یہ ان واقعات کی یاد آوری اور ان (واقعات) کی وجہ سے ان کے دنوں کی تعظیم کا موقع سمجھا جاتا۔ اس قاعدہ کی بنیاد خود حضور ﷺ نے بنفس نفیس قائم فرمائی۔ جیسا کہ حدیث میں اس کی وضاحت موجود ہے جب آپ ﷺ ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہودیوں کو یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا۔ سبب دریافت فرمایا تو آپ کو بتایا گیا کہ وہ یہ روزہ اس لئے رکھتے ہیں کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی کو نجات دی اور ان کے دشمنوں کو غرق کر دیا۔ لہذا وہ اس نعمت کے شکرانے کے طور پر روزہ رکھتے ہیں۔

یہ سن کر آپؐ نے فرمایا۔ نحن اولی بموسی منکم فصام و امر بصیام.

''ہم حضرت موسیٰ کو تمہاری نسبت زیادہ چاہنے والے ہیں۔ بس اس دن آپؐ نے بھی روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی اس کا حکم فرمایا''۔

پانچویں دلیل

جشن میلاد کا عمل لوگوں کو حضور ﷺ پر صلاۃ وسلام جیسے دو اہم فرائض کی طرف اکساتا ہے۔ جن کی بجا آوری کا واضح حکم اس آیت کریمہ میں موجود ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَه یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا. (۴)

Marfat.com

''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو تم بھی ان پر درود بھیجو اور سلام بھی جیسا کہ سلام کا حق ہے۔ پس اس اصولی قاعدے کے تحت کہ

ما کان یبعث علی المطلوب شرعاً فھو مطلوب شرعاً.

یعنی جو کام شرعی احکام پر عمل کرنے کا باعث بنے وہ بھی امر شرعی ہی ہوتا ہے۔ (وہ کام بذات خود شریعت میں مقصود ہوتا ہے) حضور ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کے فوائد کے متعلق آپؐ کے کس قدر ارشادات ہیں، اس سے کتنی نوازشات نصیب ہوتی ہیں۔ اس عمل سے کتنے انوار و تجلیات کا ظہور ہوتا ہے، الغرض قلم اس سے حاصل ہونے والے اثرات (اور روحانی فیوضات) کو احاطہ تحریر میں لانے سے قاصر ہے۔

چھٹی دلیل

جشن میلاد النبی میں حضور ﷺ کے میلاد اور آپؐ کے معجزات کا تذکرہ ہوتا ہے۔ آپؐ کی سیرت طیبہ کا بیان اور آپؐ کی تعریف وثناء کی جاتی ہے۔ تو کیا ہمیں آپ کی سیرت مبارکہ کی معرفت اور آپؐ کی اتباع کا حکم نہیں؟ آپؐ کے معجزات پر ایمان لانا اور آپؐ کی نشانیوں کی تصدیق کرنا ہمارے لئے ضروری نہیں؟ (اگر یہ چیزیں ضروری ہیں اور یقیناً ضروری ہیں تو محفل میلاد کی افادیت سے کیونکر انکار کیا جاسکتا ہے) اور کتب میلاد سے ہی یہ مقصود حاصل ہوتا ہے۔

ساتویں دلیل

میلاد النبی کے انعقاد کا ایک مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ ان احسانات کا کچھ نہ کچھ بدلہ چکا دیا جائے جو آپ ﷺ کی طرف سے ہمارے اوپر واجب ہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ہم آپ ﷺ کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق جمیلہ کا تذکرہ کریں۔ جیسا کہ بعض شعراء آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اپنے نعتیہ قصائد سنایا کرتے تھے اور آپ ﷺ ان کے اس فعل کو شرف قبولیت سے نوازتے۔ انہیں تحائف اور انعامات سے نوازتے تھے۔ پس جب آپؐ ان شعراء کے

Marfat.com

لئے (جو آپ کی مدحہ کرتے) اظہار مسرت فرماتے تھے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ کی عادات و اطوار اور فضائل و سیرت کا ذکر کرنے والے پر آپ خوش نہ ہوں۔ کیونکہ آپ کی محبت اور رضا جوئی کے لئے منعقد کی گئی محافل میں حضور ﷺ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

آٹھویں دلیل

بلاشبہ آپ ﷺ کے شمائل، معجزات اور اظہار نبوت سے قبل کے فضائل و کمالات کی معرفت حضور ﷺ پر ایمان میں کمال اور آپ سے محبت میں اضافے کا سبب و محرک بنتی ہے۔

انسان فطری اور طبعی طور پر حسن پسند ہے۔ خواہ یہ حسن سیرت میں ہو یا صورت میں، علمی ہو یا عملی، حال میں ہو یا اعتقاد میں۔

جبکہ پوری کائنات میں کوئی وجود بھی اخلاق و اوصاف، حسن و خوبی اور شرف و فضیلت میں آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ (تو لامحالہ آپ سے زیادہ محبوب وجود بھی اور کوئی نہیں ہو سکتا)۔

محبت میں یہ فراوانی اور ایمانی کمال (دونوں) جب ضروریات دین اور مقصود شریعت ہیں تو ان کے اسباب و محرکات بھی اسی طرح ضروری ہیں۔

نویں دلیل

آپ ﷺ کی تعظیم و توقیر ایمان کا بنیادی تقاضا ہے اور آپ کے جشن میلاد کے سلسلے میں خوشی و شادمانی کا اظہار کرنا، کھانے کا اہتمام کرنا، محافل ذکر و نعت کا انعقاد کرنا اور فقراء مساکین کے لئے انعام و اکرام کرنا، اللہ تعالیٰ کے حضور شکر گزاری اور تعظیم و تکریم کے سب سے نمایاں مظاہر میں سے ہے۔ اللہ رب العزت نے حضور ﷺ کو ہمارے لئے مبعوث فرما کر ہمیں اپنے احسانات و عنایات کریمانہ کا مستحق ٹھہرایا اور سیدھے دین کی طرف ہماری راہنمائی فرمائی۔

دسویں دلیل

حضور ﷺ نے جمعۃ المبارک کے متعدد فضائل گنواتے ہوئے ایک فضیلت یہ بیان

Marfat.com

فرمائی کہ "وفیہ خلق ادم" اس روز حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا۔ آپؐ کے اس فرمان سے اس وقت کی فضیلت وعظمت ثابت ہوتی ہے جس میں کسی بھی نبی کی ولادت ہوئی تو اس دن کی عظمت و بزرگی کا کیا عالم ہوگا جس دن افضل الانبیاء واشرف المرسلین علیہ الصلوۃ والتسلیم اس دنیا میں تشریف لائے (یہاں کوئی شخص اگر یہ اعتراض کرے کہ حضور کے فرمان سے اس مخصوص جمعہ کی فضیلت ثابت ہے ہر جمعہ کی نہیں تو جواب یہ ہے کہ) یہ تعظیم اسی خاص دن کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ جس طرح اس دن کے لئے ثابت ہے اسی طرح آج تک جب بھی وہ دن (جمعہ) آئے گا اسی طرح قابل تعظیم وتکریم ہوگا۔ وقت کی یہ تعظیم نبوت کی نعمت کے حصول پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے اور بڑے بڑے تاریخی واقعات کی یاد تازہ کرنے کے لئے بھی بہت ضروری ہے۔ ایسے واقعات جو تاریخ انسانی میں خاص اہمیت رکھتے ہیں اور زمانے کی لوح جبین پر نقش ہیں۔

اسی طرح کسی ایسی جگہ کی عظمت بھی جہاں کسی نبی کی ولادت ہوتی ہے اس روایت سے ثابت ہے۔ (سفر معراج پر جاتے ہوئے) سیدنا جبرائیل نے حضورؐ کو بیت لحم پر دو نوافل ادا کرنے کے لئے عرض کیا پھر گویا ہوئے "کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپؐ نے یہ دو رکعت کہاں ادا کئے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا نہیں" جبرائیل نے عرض کیا، "بیت لحم" ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ یہی مضمون حضرت شداد بن اوسؓ کی اس حدیث میں بھی موجود ہے جسے البزار، ابویعلیٰ، طبرانی وغیرہ نے روایت کیا۔ اس روایت کے متعلق حافظ الہیثمی نے مجمع الزوائد (جلد ۱ صفحہ ۴۷) میں کہا ہے کہ اس کے راوی صحیح بخاری والے راوی ہی ہیں۔ نیز اس روایت کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے الفتح الباری (جلد ۷ صفحہ ۱۹۹) میں نقل کیا اور خاموشی اختیار کی۔

گیارھویں دلیل

میلاد النبی ﷺ ایسا عمل ہے جسے علمائے امت اور جہاں بھر کے مسلمان اچھا سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کو ہر کہیں جاری رکھا گیا ہے کیونکہ یہ مبارک عمل اس حدیثِ نبوی کی روشنی میں ایک دینی شعار ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

ماراء المسلمون حسناً فهو عند الله حسن و ماراه المسلمون قبیحا فھو عند الله قبیح'' جس عمل کو عام مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اچھا ہے اور جسے مسلمان برا سمجھیں وہ اللہ کے ہاں بھی ناپسندیدہ ہے۔'' (رواہ احمد)

بارھویں دلیل

جشنِ میلاد النبی ﷺ لوگوں کے جمع ہو کر حضور ﷺ کا ذکر کرنے' صدقہ وخیرات کرنے' آپ ﷺ کی مدح وثنا اور تعظیم بجالانے سے عبارت ہے۔ بس یہ جملہ امور سنت ہیں اور (ان میں سے ہر ایک) مقصودِ شریعت' دینی ضرورت ہونے کے اعتبار سے قابلِ ستائش بھی۔ ان کے متعلق صحابہ کرامؓ کا عمل اور ان کی تاکید بھی موجود ہے۔

تیرھویں دلیل۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: و کلا نقص علیک من انباء الرسل ما نثبت به فوادک (۵)
''اور یہ سب کچھ ہم تمہیں رسولوں کی خبریں سناتے ہیں جس سے تمہارا دل ٹھہرائیں۔''

اس ارشادِ ربانی سے واضح ہے کہ (قرآن میں) انبیاء کے واقعات سے آپ ﷺ کے قلبِ اطہر کی تقویت مقصود تھی اور کون نہیں جانتا کہ آج ہمارے رنجیدہ اور پریشان حال دلوں کو آپ ﷺ کے احوال و واقعات سن کر تقویت حاصل کرنے کی اس سے کہیں زیادہ ضرورت ہے جتنی آپ ﷺ کو تھی۔

چودھویں دلیل

ہر وہ کام جسے اسلاف نے نہ کیا ہو اور اس کا وجود قرونِ اولیٰ میں نہ ہو' ضروری نہیں کہ اسے بدعت سمجھ کر ناپسندیدہ' باعثِ گناہ' حرام اور قابلِ تردید کہہ دیا جائے بلکہ اصولِ شریعت کی رو سے اس نئے کام کو دلائلِ شرعیہ کی روشنی میں پرکھا جاتا ہے۔ جو عمل کسی شرعی مصلحت پر مشتمل ہو وہ واجب ہوتا ہے اور جس سے حرام کا ارتکاب ہو وہ حرام ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر دلائلِ شرعیہ اسے مکروہ ثابت کریں

Marfat.com

تو مکروہ قرار پاتا ہے۔ اگر مباح ثابت کریں تو مباح ہوتا ہے۔ اگر مستحب کے درجے میں ہو تو وہ کام مستحب ہوتا ہے۔ (اس ضمن میں یہ اصول ہمیشہ پیشِ نظر رہنا چاہئے کہ) "للوسائل حکم المقاصد" وسائل واسباب کے لئے بھی شریعت میں وہی حکم لاگو ہوتا ہے جو مقاصد کیلئے ہو۔

اقسامِ بدعت

اس لئے علماء نے بدعت کو درج ذیل پانچ اقسام میں تقسیم کیا ہے۔

1۔ واجب: جس طرح اہلِ کذب کا رد اور ایسے علوم کا حصول جن سے قرآن وسنت کی تفہیم میں مدد ملے مثلاً صرف ونحو اور علومِ جدیدہ وغیرہ۔

2۔ مستحب: مدارس قائم کرنا' منبر پر اذان دینا وغیرہ قرونِ اولیٰ میں متعارف نہ تھے۔

3۔ مکروہ: مساجد کو آراستہ کرنا اور قرآن مجید پر نقش ونگار وغیرہ۔

4۔ جائز: جیسے چکی کا چھنا ہوا آٹا استعمال کرنا' کھانے پینے میں فراوانی وغیرہ۔

5۔ حرام: جو سنت کے مخالف ہو' شرعی دلائل اس کی تائید نہ کرتے ہوں اور نہ ہی کسی شرعی مصلحت پر مشتمل ہو۔

پندرھویں دلیل

ہر بدعت حرام نہیں۔ (جیسا کہ مندرجہ بالا بحث سے ثابت ہوا) اگر "بدعت" کے زمرے میں لا کر ہر نئے کام کو ممنوع قرار دے دیا جائے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت زیدؓ کا قرآن لکھ کر جمع کرنے کا عمل حرام سمجھا جاتا' جب انہوں نے حفاظ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی موت سے پیدا ہونے والے ممکنہ خطرے کے پیشِ نظر ایسا کیا۔ اگر ہر بدعت حرام ہوتی تو حضرت عمر فاروقؓ کا یہ عمل بھی حرام ہوتا جب انہوں نے نمازِ تراویح میں سب لوگوں کو ایک امام کے پیچھے جمع کر دیا اور فرمایا' "نعم البدعة هذه"......(٦)

اسی طرح سارے نافع علوم میں تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی حرام ہوتا اور اگر یہی کلیہ

Marfat.com

تسلیم کرلیا جائے تو ہم پر واجب ہے کہ ہم آج کے (ایٹمی) دور میں بھی دشمن کے ساتھ تیر وتفنگ سے جنگ کریں جبکہ وہ ہمارے مقابلے میں آتشیں گنیں، توپیں، راکٹ، آبدوزیں اور بحری بیڑے استعمال کررہا ہو۔ اگر متعصب کی یہی بات مان لی جائے تو منبروں پر اذانیں دینا، مدارس، ہسپتال، فلاحی مراکز، یتیم خانے اور جیل خانہ جات کی تعمیر سب کچھ حرام قرار پاتا۔ اس لئے علمائے کرام نے حدیث "كل بدعة ضلالة" سے صرف بدعتِ سیئہ (ایسا نیا کام جو برائی پر مشتمل ہو) مراد لی ہے۔

اس قید کے ساتھ انہوں نے ان امور کی صراحت فرمائی ہے جو اکابر صحابہ کرام اور تابعین نے سرانجام دیئے جبکہ وہ سب نئے تھے لیکن اس ضمن میں نہ گردانے گئے حالانکہ ان امور کا وجود حضور ﷺ کے مبارک دور میں نہیں تھا۔ اسی طرح ہم آج بہت سے ایسے نئے کام کرتے ہیں جنہیں سلف صالحین نے نہیں کیا۔ مثلاً نماز تراویح کے بعد رات کے آخری حصے میں نمازِ تہجد کیلئے باجماعت نماز کی ادائیگی، اس نماز میں ختم قرآن (شبینہ) اور ختمِ قرآن کی دعا کا پڑھنا ستائیسویں کی رات نمازِ تہجد میں امام صاحب کا خطبہ۔ نمازِ تراویح کے لئے "صلاة القيام اثابكم الله" جیسے کلمات کے ساتھ آوازیں دینا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سارے امور ایسے ہیں جنہیں نہ نبی اکرم ﷺ نے کیا اور نہ ہی اسلاف میں سے کسی نے انجام دیا تو کیا (حرم شریف کے اندر) ہمارے یہ سارے کام بدعت ہیں۔

سولہویں دلیل

جشنِ میلاد النبی ﷺ کا وجود حضور کے عہد مبارک میں نہیں ملتا۔ اس لئے یہ اگرچہ بدعت ہے لیکن دلائلِ شرعیہ اور قواعد وضوابط کی روشنی میں یہ بدعت حسنہ ہے۔ یہ امر اپنی ہیئتِ اجتماعی کے لحاظ سے تو بلاشبہ نیا ہے لیکن جزئیات کے اعتبار سے نیا نہیں اس لئے کہ اس کی جزئیات عہدِ رسالت مآب ﷺ میں موجود تھیں جن کا ذکر بارھویں دلیل کے تحت گزر چکا ہے۔

Marfat.com

سترھویں دلیل

ہروہ چیز جو مجموعی (ہیئت کذائیہ کی) صورت میں آغازِ اسلام میں موجود نہیں تھی لیکن اس کی جزئیات (ہیئتِ اصلیہ) اس دور میں موجود تھیں تو وہ جائز اور مقصودِ شریعت ہوگی کیونکہ یہ اصول ہے کہ ''ماترکب من المشروع فھو مشروع'' جس کی جزئیات جائز ہوں، وہ اجتماعی صورت میں بھی جائز اور مقصودِ شریعت کے حکم میں ہوگا۔

اٹھارھویں دلیل

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا وہ نیا کام جس سے کتاب وسنت اجماع یا آثارِ صحابہ کی مخالفت ہو رہی ہو وہ گمراہ کن ہے اور جو نیا کام نیکی پر مبنی ہو اور اس سے قرآن وسنت اجماع و آثار کی مخالفت نہ ہو رہی ہو تو وہ مستحسن ہوگا۔ اس پر امام عزالدین بن عبدالسلام، امام نووی اور اسی طرح ابنِ اثیر وغیرہ نے بدعت کی اقسام بیان کرتے ہوئے بحث کی ہے۔ جیسا کہ گذشتہ صفحات میں ہم نے وضاحت کردی ہے۔

انیسویں دلیل

پس ہر اچھا کام جو دلائلِ شرعیہ پر مشتمل ہو اور اس کے کرنے سے شریعتِ اسلامیہ کی مخالفت نہ ہو رہی ہو اور نہ ہی اس میں کوئی ناپسندیدہ چیز ہو تو اس کا سرانجام دینا عین دین ہے۔ یہاں اگر کوئی متعصب معترض محفلِ میلاد کے عدم جواز پر دلیل پیش کرے کہ چونکہ سلف صالحین نے یہ عمل نہیں کیا، اس لئے ناجائز ہے تو یاد رکھیں اس کی یہ دلیل اس عمل کے عدم جواز کے لئے حجت نہیں ہوگی۔ جیسا کہ اصولِ فقہ کے ساتھ تھوڑا سا شغف رکھنے والے اس اصول کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ پس شارع علیہ الصلوۃ والسلام نے ایسے کام کو بدعتِ ھدیٰ یعنی سنت قرار دیا ہے اور اس کے کرنے والے کے لئے اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''من سن فی الاسلام سنة حسنة فعمل بھا بعده کتب له مثل اجر من

Marfat.com

عمل بھا ولا ینقص من اجورھم شئی۔''(۷)

''جس نے اسلام میں کسی نیک کام کی ابتداء کی اور اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا تو جتنے لوگ بھی اس (کارِ خیر) پر عمل کریں گے ان کا ثواب اس شخص کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا اور ان پر عمل کرنے والوں کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں آئے گی۔''

بیسویں دلیل

جشنِ میلاد النبی ﷺ سے مقصود حضور کے ذکر کا احیاء ہے جو ہم مسلمانوں کے ہاں مقاصدِ دین میں شامل ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ حج کے اکثر اعمال ایسے امور پر مشتمل ہیں جن کا مقصود صرف حسین یادوں اور پاکیزہ واقعات کی تجدید ہے۔ صفاء مروہ کے درمیان دوڑنا' جمرات کو کنکریاں مارنا اور منیٰ کے مقام پر جانور ذبح کرنا' یہ سب بہت پہلے گذرے ہوئے واقعات ہیں۔ مسلمان ان تصورات کو اپنے عمل سے حقیقت کا روپ دیکر ہر سال زندہ کرتے ہیں اور یوں حضرت ابراہیم وحضرت اسمٰعیل کی یادیں تازہ ہیں اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان حجت ہے۔

واذن فی الناس بالحج (۸) ''اور (اے ابراہیمؑ) لوگوں میں حج کی عام ندا کردے۔''

نیز حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیھما السلام کی دعا کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان وارنا منا سکنا (۹) اور ہمیں ہماری عبادت کے طریقے سکھا۔''

اکیسویں دلیل

اب تک ہم نے میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت کے متعلق جتنے دلائل دیئے ہیں یہ صرف ایسے میلاد کا جواز ہے جو غیر شرعی امور سے مبرا ہو۔ اگر جشن میلاد شریعت کی رو سے ناپسندیدہ امور پر مشتمل ہو جیسے مرد وزن کا اختلاط' اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ امور کا ارتکاب اور فضول خرچی کہ جس پر صاحبِ میلاد علیہ التحیۃ والثناء ''کسی صورت بھی راضی اور خوش نہیں تو بلاشبہ یہ سب امور حرام ہیں اور شریعت میں ممنوع ہیں۔ ایسے محرمات پر مشتمل جشنِ میلاد بھی حرام ہوگا لیکن اس کی

Marfat.com

حرمت ذاتی نہیں بلکہ عارضی ہوگی اور یہ قاعدہ کلیہ کسی بھی صاحب علم سے مخفی نہیں۔

جشنِ میلادالنبی کے بارے میں امام ابنِ تیمیہ کی رائے

ان کے نزدیک بھی جشنِ میلاد منانے سے بعض لوگوں کو ثواب ملتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

''جس طرح عیسائی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا دن مناتے ہیں اسی طرح ان کی دیکھا دیکھی یا حضور نبی اکرم ﷺ کی محبت و تعظیم کے باعث بعض لوگ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کا دن مناتے ہیں ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس محبت و تعظیم اور اہتمام و کوشش پر جزا دے لیکن بدعتوں پر نہیں۔ پھر ایک اور مقام پر لکھتے ہیں۔

آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ کچھ ایسے اعمال جو اپنی جائز اور مشروع جزئیات کی وجہ سے اچھے ہوتے ہیں لیکن وہ بعض بدعات کی وجہ سے برائی کا باعث بھی بن جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ اعمال کلیتاً سین سے اعراض کی بناء پر برے بن جاتے ہیں۔ جس طرح منافقین اور فاسق و فاجر لوگوں کا حال ہے۔ یہ ایسا مرض ہے کہ جس میں آخری زمانہ کے لوگوں کی اکثریت مبتلا ہو چکی ہے۔ اس لئے آپ کو چاہئے مندرجہ ذیل باتوں کا خاص طور پر خیال رکھیں۔ ان میں سے پہلی یہ ہے کہ آپ سے جس قدر ہو سکے ظاہراً اور باطناً سنت نبوی پر خود بھی مضبوطی سے کار بند رہیں اور انہیں بھی کار بند رکھیں جو تمہارے حلقۂ ادب میں ہیں اور ان کے احباب کو بھی۔ نیکی کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں اور برائی سے کلیتاً بیزار رہیں۔

دوسری بات جو ذہن نشین رکھنی چاہئے یہ ہے کہ آپ حتی الامکان لوگوں کو سنت کی دعوت دیں۔ جب آپ دیکھیں کہ کوئی شخص یہ عمل کرتا ہے اور اسے چھوڑ کر اس سے زیادہ برا عمل اپناتا ہے تو آپ برے عمل کو چھوڑنے کی دعوت کسی ایسے عمل کے ذریعے نہ دیں جو اس سے بھی برا ہو۔ یا کسی واجب اور مستحب کو ترک کرنے کی دعوت نہ دیں جس کا ترک کرنا اس مکروہ فعل سے زیادہ نقصان دہ ہو۔ لیکن جب بدعت میں کچھ خیر پائی جائے تو حتی الامکان شرعی بھلائی کے ذریعے اس کا بدل تلاش کرنے کی کوشش کریں کیونکہ انسانی فطرت کا خاصہ ہے کہ وہ ایک چیز کو کسی دوسری چیز کے بدلے

Marfat.com

میں ترک کرتی ہے۔ ایسے میں کسی شخص کیلئے مناسب نہیں کہ وہ بھلائی کو ترک کرے مگر صرف اسی صورت میں کہ اس کی مثل یا اس سے بہتر بھلائی اختیار کرے۔ پھر دوسری جگہ فرمایا۔

"لہٰذا میلاد نبوی ﷺ کی تعظیم اور اسے بطور عید منانا جیسا کہ بعض لوگ کرتے ہیں اور ان کے لئے اس میں حسنِ نیت اور رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کے باعث بہت بڑا اجر ہوتا ہے جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ایک عمل جو ایک نیک ایماندار کے لئے برا ہوتا ہے وہی عمل بعض دوسرے لوگوں کیلئے اچھا ہوتا ہے۔ اسی لئے جب امام احمد بن حنبل کو بتایا گیا کہ فلاں آدمی نے قرآن مجید پر ہزار دینار خرچ کئے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اسے ایسا کرنے دیجئے کیونکہ اس کے سونا خرچ کرنے کیلئے اس سے افضل اور کوئی جگہ نہیں جبکہ امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ قرآن مجید پر نقش و نگار اور سجاوٹ کرنا مکروہ ہے۔

اگرچہ کچھ لوگوں نے یہ تاویل کی ہے کہ اس شخص نے اوراق اور خط کی تجدید پر دینار خرچ کئے تھے لیکن امام احمد کا مقصود یہ ہرگز نہیں بلکہ آپ کا مقصد صرف اتنا ہے کہ اس عمل میں مصلحت ہے اور اس میں فساد بھی ہے۔ جس کی وجہ سے اسے ناپسند کیا ہے (۱۰)

میلاد کے بارے میں میرا نقطۂ نظر

اوپر بیان ہونے والے دلائلِ شرعیہ میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ جشنِ میلاد النبی ﷺ کے انعقاد کے لئے کوئی خاص کیفیت مخصوص نہیں جس کی پابندی خود بھی ضروری ہو اور لوگوں کو بھی اس پر کاربند رکھا جائے بلکہ ہر وہ عمل جو نیکی کی طرف دعوت دے' لوگوں کو ہدایت پر اکٹھا کرے اور انہیں ان کے دینی اور دنیوی فوائد و منافع کی طرف رہنمائی کر سکے' اس سے جشن میلاد النبی ﷺ کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ اس لئے اگر ہم ایسی محافل منعقد کریں جن میں محبوبِ خدا ﷺ کی نعتیں پڑھی جائیں' شانِ رسالت کا ذکر ہو' دین حق کے راستے میں آپ کے مساعی کا بیان ہو اور آپ کے فضائل و شمائل کی تعریف کی جائے تو میلاد کا اصلی مقصد حاصل ہوگا۔

ہم میلاد نامے نہ بھی پڑھیں تو کوئی حرج نہیں' جن کا پڑھنا لوگوں میں متعارف ہے۔ یہاں

Marfat.com

تک کہ کچھ لوگ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ جشن میلاد ان میلاد ناموں کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ پھر ہم محدثین اور خطباء کے ارشادات اور تقاریر سنیں اور قرآنِ حکیم کی تلاوت سماعت کریں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر ہم یہ اعمال کرلیں تو یہ سب کچھ میلادِ نبوی کے ضمن میں آتا ہے اور ان سے جشنِ میلاد کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ (اگر ایسا ہو) تو اس میں کسی کو بھی اختلاف نہیں اور نہ ہی اعتراض کی کوئی گنجائش نکل سکتی ہے۔

محفل میلاد میں قیام کا مسئلہ

جہاں تک میلاد النبی ﷺ کی محافل میں آپ کی ولادت کے ذکر کے وقت اور آپ کے دنیا میں جلوہ افروز ہونے کی ساعتوں میں قیام کا تعلق ہے تو اس کے متعلق بھی بعض لوگوں نے غلط تاویلات منسوب کر رکھی ہیں۔ لوگوں نے از خود ایسے غلط تصورات گھڑ لئے ہیں۔ (جن کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں) میری معلومات کے مطابق علماء کے ہاں اس کی کوئی اصل نہیں بلکہ یہ ان جاہل لوگوں کا کام ہے جو محافل میلاد میں شرکت کرتے ہیں اور وہاں کھڑے ہونے والوں کے ساتھ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کھڑے ہونے والوں کا یہ عقیدہ کہ حضور نبی اکرم ﷺ اس موقع پر اپنے جسد اقدس کے ساتھ اس محفل میں تشریف لاتے ہیں۔ قطعاً صحیح نہیں۔

بعضوں کا سوئے ظن اس وقت مزید بڑھ جاتا ہے جب وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ "دھونیاں اور خوشبویات کا بندوبست آپ ﷺ کے لئے ہے اور محفل کے درمیان پانی اس لئے رکھا ہوا ہے کہ اسے حضور ﷺ نوش فرمائیں گے۔

یہ سب ایسے تخیلات ہیں جو کسی بھی عقل مند مسلمان کے ذہن میں نہیں کھٹک سکتے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسے جملہ باطل تصورات سے برات کا اظہار کرتے ہیں کیونکہ یہ گمان بارگاہ رسالت ماب ﷺ میں گستاخی ہے۔ آپ کے جسد اطہر کے متعلق ایسا عجیب عقیدہ ایک جھوٹا ملحد ہی رکھ سکتا ہے۔ برزخی امور کا صحیح علم تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے آقا و مولا نبی کریم ﷺ ان تصورات سے بہت بلند ہیں۔ آپ کی شان اس سے کہیں بلند و بالا، کامل ترین اور عظیم تر ہے کہ آپ کے متعلق یہ خیال کیا جائے

Marfat.com

کہ ''وہ اپنی قبر انور سے باہر تشریف لاتے ہیں اور جسمانی طور پر فلاں وقت فلاں محفل میں شریک ہوتے ہیں۔ میں اسے محض افترا سمجھتا ہوں کیونکہ اس میں بے حیائی، گستاخی اور قباحت کا پہلو ہے جس کی جسارت حاسد، کینہ پرور، جاہل اور بغض رکھنے والے بدبخت کے سوا کوئی نہیں کرسکتا۔

ہاں ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ زندہ ہیں اور اپنی شان اقدس کے شایان شان مکمل برزخی زندگی گزار رہے ہیں۔ اس کامل، ارفع اور شاندار زندگی کے واقعات کے مطابق آپ کی روح پرانوار ملکوت سماوی میں محو سیر و سیاحت رہتی ہے اور اس روح مقدس کے لئے یہ ممکن ہے کہ محافل خیر نورانی اجتماعات اور علمی مجالس میں تشریف فرما ہو۔ اسی طرح یہ مقام آپ کی اتباع کرنے والے ان مخلص مومنین کو بھی حاصل ہے۔

امام مالک نے فرمایا ہے'' مجھے معلوم ہوا ہے کہ روح آزاد ہوتی ہے جہاں چاہتی ہے جاتی ہے۔

اسی طرح حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''ایمان والوں کی روحیں زمین پر حیات برزخی کی حالت میں جہاں چاہیں جاتی ہیں''۔

کتاب الروح (ص۔۱۴۴) میں علامہ ابن قیم نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ یہ سب کچھ جان لینے کے بعد یہ بھی سمجھ لیں کہ میلاد نبوی کی محفل میں قیام نہ تو واجب ہے نہ سنت اور نہ اس قسم کا اعتقاد رکھنا درست ہے بلکہ یہ ایک ایسا فعل ہے جس کے ذریعے لوگ اپنی خوشیوں اور مسرتوں کا اظہار کرتے ہیں۔ چنانچہ جب کسی محفل میں یہ ذکر چھڑتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ولادت ہوئی اور آپ اس دنیا میں تشریف لائے تو اس لمحہ سننے والا چشم تصور سے محسوس کرتا ہے کہ پوری کائنات اس نعمت عظمیٰ کے حصول پر خوشی اور مسرت سے جھوم رہی ہے۔ لہذا اسی خوشی اور مسرت کے اظہار کے لئے وہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ سو یہ ایک عام اور سیدھی سی بات ہے نہ کہ کوئی اہم دینی مسئلہ۔ بلاشبہ یہ نہ تو عبادت ہے نہ عین شریعت بلکہ صرف لوگوں کے طبعی ذوق کی وجہ سے معمول بن گیا ہے۔

میلاد النبی کے موقع پر قیام کے متعلق علماء کا استحسان اور اس کی وجوہات

قیام کو اہل علم نے اچھا اور مستحسن امر قرار دیا ہے علامہ برزنجی نے میلاد شریف کے

Marfat.com

متعلق اپنی ایک کتاب میں اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ ''ذکر میلاد کے وقت روایت ودرایت اور بصیرت والے علمانے عمل قیام کو اچھا سمجھا ہے۔ لہذا خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جس کا مقصد زیست تعظیم نبوی ﷺ ہو''۔

یہاں ''استحسان'' سے ہماری مراد کسی فعل کا اپنی اصل اور ہیئت کے لحاظ سے جائز ہونا اور اپنے اسباب وعلل اور نتائج کے لحاظ سے مطلوب شریعت اور قابل ستائش ومحمود ہونا ہے نہ کہ اصول فقہ کی اصطلاح میں استعمال ہونے والا معنی مراد ہے۔ علمی لحاظ سے ادنیٰ طالب علم بھی یہ جانتا ہے کہ ''استحسن'' کا لفظ لوگوں میں متعارف عام امور کے لئے استعمال ہوتا ہے مثلاً کہا جاتا ہے ''**استحسنت هذا الكتاب**'' (میں نے اس کتاب کو اچھا سمجھا) ''**هذا الامر مستحسن**'' (یہ کام اچھا ہے۔) اور یہ کہا جائے کہ **استحسن الناس هذه الطريقة** (لوگوں نے اس طریقے کو اچھا سمجھا ہے۔)

ان تمام اقوال میں استحسان سے ان کی مراد لغوی مفہوم ہے۔ ورنہ لوگوں کے معاملات شرعی اصول بن جائیں اس قسم کی بات کوئی عقل مند یا اصول سے ادنیٰ واقفیت رکھنے والا شخص نہیں کہہ سکتا۔

استحسان قیام کی وجوہات

(محفل میلاد میں ولادت مبارکہ کے ذکر پر کھڑا ہونے کے عمل کو درج ذیل وجوہات کی بناء پر مصنف نے مستحسن قرار دیا ہے۔)

پہلی وجہ

یہ عمل سارے ملکوں اور شہروں میں جاری ہے اور اس کو مشرق سے مغرب تک علماء اچھا سمجھتے ہیں کیونکہ اس کا مقصد صاحب میلاد علیہ الصلوۃ والسلام کی تعظیم وتوقیر ہے۔ جیسا کہ ہم پیچھے حدیث مبارکہ کے تحت یہ ذکر کر آئے ہیں کہ جس کام کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اچھا ہوتا ہے اور جس کو مسلمان ناپسند کریں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی ناپسندیدہ اور قبیح ہوتا ہے۔

Marfat.com

دوسری وجہ

اہل علم وفضل کے لئے قیام کا جواز تو سنت کے بہت سے دلائل سے ثابت ہے۔اس موضوع پر امام نوویؒ نے ایک مستقل رسالہ بھی تحریر کیا ہے ابن حجر نے بھی اس کی تائید میں ایک رسالہ ''رفع الملام عن القائل باستحسان القیام'' کے نام سے تصنیف فرمایا جس میں انہوں نے ابن الحاج کا رد کیا کیونکہ اس نے قیام کو صحیح نہیں سمجھا۔

تیسری وجہ

متفق علیہ حدیث میں آپ ﷺ کا یہ فرمان وارد ہوا ہے کہ آپ نے انصار کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔قوموا الی سید کم ''اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ''۔یہ قیام سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی تعظیم کے لئے تھا نہ اس لئے کہ وہ مریض تھے۔اگر ان کی تکلیف کی وجہ سے ہوتا تو فرمایا جاتا۔قوموا الی مریضکم ''اپنے مریض کے لئے کھڑے ہو جاؤ''۔ایسا نہ فرمایا جاتا کہ اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور نہ ہی آپ ﷺ نے وہاں بیٹھے ہوئے سب لوگوں کو قیام کا حکم فرمایا بلکہ ان میں سے بعض کو حکم دیا۔

چوتھی وجہ

حضور اکرم ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ اپنے پاس آنے والے کی تعظیم وتکریم اور اس سے اظہار محبت میں کھڑے ہو جاتے۔جس طرح آپ اپنی لخت جگر سیدہ کائنات حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کے آنے پر کھڑے ہوتے۔اس طرح آپ نے اپنی بیٹیؓ کی تعظیم کا اظہار فرمایا۔حضور اکرم ﷺ کا یہ عمل قیام کے جواز پر شرعی دلیل ہے تو آپ ﷺ سب سے زیادہ حق دار ہیں کہ ان کی تعظیم کے لئے بھی اسی طرح کھڑا ہوا جائے۔

پانچویں وجہ

یہاں ذہن میں ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے وہ یہ کہ یہ عمل آپ ﷺ کی حیات ظاہری

Marfat.com

میں تو جائز تھا کیونکہ آپؐ اس وقت بنفس نفیس تشریف لاتے تھے لیکن میلاد شریف کی صورت میں اب تو ایسا ممکن نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ میلاد پڑھنے والے کے چشم تصور میں حضور ﷺ کی ذات اقدس کا سراپا ہوتا ہے جب کہ ایسا تصور نہ صرف قابل ستائش اور مستحسن ہے بلکہ مقصود ومطلوب شرعی ہے۔ ہر وقت اس تصور کا غلبہ ہونا چاہئے تاکہ وہ آپ کی مکمل اتباع کر سکے آپؐ کے ساتھ اس کی آتش محبت تیز ہو سکے۔ اگر وہ ایسا کرتا رہے گا تو اس کی خواہشات آپ کے لائے ہوئے دین کے تابع ہو جائیں گی۔ (جو کہ منشائے الٰہی مقصود ایمان ہے) لہذا بعض لوگ کھڑے ہوتے ہیں تو وہ آپ کی شخصیت کے اس تصور کے احترام کی وجہ سے جو ان کے دلوں میں پیوست ہے وہ آپ کی عظمت شان اور جلال نظارہ کو محسوس کرتے ہیں اور جیسا کہ ہم پہلے بھی وضاحت کر چکے ہیں کہ یہ عام معمول کا کام ہے۔ مولد النبی ﷺ اس طرح تصور رسالت میں غرق ہو کر کھڑا ہو جانا حضورؐ کی تعظیم میں حد درجہ اضافے کا موجب ہے۔

میلاد النبیؐ کے موضوع پر لکھنے والے اکابر آئمہ اور ان کی بعض تصانیف

اس موضوع پر لکھی جانے والی کتب کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان میں سے کئی منظوم ہیں اور کئی نثر میں۔ بعض مختصر ہیں۔ بعض ضخیم اور بعض درمیانی۔ ہم یہاں اس مختصر رسالے میں ان سب کتب کا تذکرہ نہیں کر رہے کیونکہ وہ اتنی زیادہ ہیں کہ ان کے ذکر کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ اسی طرح ہم یہ بھی نہیں کر سکتے کہ اختصار کے پیش نظر ان کا ذکر بالکل ہی سکیڑ دیں کیونکہ کوئی کتاب بھی دوسری کتاب سے اس اعتبار سے اولیٰ و بہتر نہیں کہ اس کا ذکر پہلے کیا جائے۔ حالانکہ یہ ایک لابدی سا امر ہے کہ ان میں سے کچھ کتب دوسری کتابوں کی نسبت افضل وعمدہ بھی ہوں گی۔

اس لئے میں نے یہاں صرف کبار علماء امت میں سے بعض ایسے محدثین آئمہ کے ذکر پر اکتفا کیا ہے جنہوں نے اس موضوع پر باقاعدہ کتب لکھیں اور وہ مشہور ومعروف بھی ہوئیں۔

(۱) حافظ ابن ناصر الدین دمشقی

ان جلیل القدر آئمہ میں سے ایک حافظ محمد بن ابی بکر بن عبداللہ القیسی الدمشقی الشافعی

Marfat.com

المعروف حافظ ابن ناصر الدین الدمشقی ہیں۔آپ کی پیدائش کا سال ۷۷۷ھ ہے جبکہ وفات کا سال ۸۴۲ھ ہے۔

ان کے متعلق حافظ ابن فہد نے ''لحظ الالحاظ'' ذیل تذکرہ الحفاظ صفحہ ۳۱۹ میں لکھا ہے۔

''امام حافظ ابن ناصر الدین الدمشقی اعلیٰ پائے کے مورخ تھے۔ ان کا ذہن رسا تندرست اور صحیح سلامت تھا (حفظ وضبط میں رسوخ) دیگر محدثین کی طرح ان کا طرز تحریر بڑا شاندار تھا۔لاتعداد کتب ان کی نوک قلم سے نکلیں۔بے شمار حواشی تحریر کیے۔مختلف علوم وفنون میں طبع آزمائی کی۔ یہاں تک کہ اپنے ہم عصروں میں نمایاں ہوگئے اور سبقت لے گئے۔ ہر آنے والے نے اس چشمہ صافی سے اپنی پیاس بجھائی۔

آپ دمشق کے الشرفیہ دارالحدیث کے شیخ الحدیث بنے۔امام سیوطیؒ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ وہ بلاد دمشق کے محدث بن گئے۔اسی طرح شیخ زاہد نے ''الطبقات'' کے حاشیے میں'' حافظ جمال بن عبدالهادی حنبلی نے ''الریاض الیافعۃ'' میں ان کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھا۔''یہ شیخ ابن تیمیہ کے ہاں بھی قابل احترام تھے اور وہ آپ سے غایت درجہ محبت رکھتے تھے''۔

ابن فہد نے ان کی ایک کتاب ''الرد الوافر علی من زعم ان من سمی ابن تیمیہ شیخ الاسلام کافر'' کا تذکرہ کیا ہے۔

اتنے بڑے اور جلیل القدر امام نے میلاد النبی ﷺ کے بارے میں کئی کتب تحریر فرمائیں۔''کشف الظنون'' کے مصنف نے صفحہ ۳۱۹ میں ان کی تین کتب کا تذکرہ کیا ہے جو صرف اسی موضوع پر ہیں۔

۱۔جامع الاثار فی مولد النبی المختار۔(تین جلدوں پر مشتمل ہے)

۲۔اللفظ الرائق فی مولد خیر الخلائق۔(یہ مختصر کتاب ہے)

۳۔ مورد الصادی فی مولد الهادی۔

Marfat.com

۲۔ حافظ عراقی

انہی مصنفین میں ایک حافظ عبدالرحیم بن الحسین بن عبدالرحمٰن المصری المعروف حافظ العراقی ہیں جو ۷۲۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۸۰۸ میں انہوں نے وصال فرمایا۔ وہ معروف اور عظیم امام جن کا لقب ابوالفضل زین الدین ہے۔ آپ یکتائے زمانہ نابغہ روزگار محافظ اسلام مرجع خلائق بحر علم و معرفت اور دانشور محقق ہیں۔ آپ علم و عرفان میں پختگی کے لحاظ سے سبقت لے جانے والے ہیں۔ معاصر علماء و آئمہ نے ان کی یکتائی فن پر شہادت دی ہے۔ آپ نے حدیث اسناد اور ضبط روایات میں کمال و رسوخ حاصل کیا۔ دریا مصر میں حصول عرفان کے لئے منبع فیضان تھے۔ میری بساط ہی کیا ہے کہ میں اتنے بڑے امام کے بارے میں لب کشائی کر سکوں۔ وہ تو بحر ناپیدا کنار تھے۔ سنت نبویؐ کے محافظ اور اس دین حنیف کے لئے مضبوط ستون تھے۔ حدیث و روایت اور اصول و قواعد کے ضمن میں صرف اتنا کہہ دینا ہی سند کا درجہ رکھتا ہے کہ ''قال العراقی'' یعنی یہ قول عراقی کا ہے ان کی کتاب ''الفیۃ السیرۃ'' اپنے موضوع میں مستند کتاب ہے علم حدیث سے تھوڑا بہت شغف رکھنے والا ہر شخص ان کے علم و فضل سے بخوبی آگاہ ہے اس جلیل القدر امام نے جشن میلاد کے متعلق ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا جس کا نام ''المورود الھنی فی المولد السنی'' رکھا۔ جس کا ذکر علامہ ابن فہد اور امام سیوطی جیسے بہت سے حفاظ حدیث نے اپنی تالیفات میں کیا ہے۔

۳۔ حافظ السخاوی

محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد القاہری المعروف حافظ السخاوی جو ۸۳۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۹۰۲ھ مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔ آپ بہت بڑے مورخ اور نامور حافظ حدیث تھے۔ امام شوکانی نے ''البدر الطالع'' میں آپ کے حالات قلم بند کئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ آپ کا شمار اکابر آئمہ میں ہوتا ہے۔

ابن فہد کا قول ہے کہ میں نے متاخرین حفاظ حدیث میں ان جیسا عالم نہیں دیکھا۔

Marfat.com

انہیں معرفت حدیث، اسمائے رجال، راویوں کے حالات اور جرح وتعدیل میں کمال حاصل تھا اور ان تمام علوم میں آپ ہی سند تھے'' یہاں تک کہ ایک عالم نے کہا کہ ''حافظ ذہبی کے بعد ان جیسے ماہر علوم وفنون حدیث شخص کا وجود نہیں ملتا اور انہی پر فن حدیث ختم ہوگیا'' امام شوکانی کا کہنا ہے کہ اگر حافظ سخاوی کی ''الضوء اللامع'' کے علاوہ کوئی اور تصنیف نہ بھی ہوتی تو یہی ایک کتاب ان کی امامت پر بڑی دلیل تھی۔

حاجی خلیفہ نے ''کشف الظنون'' میں ذکر کیا ہے حافظ سخاوی نے میلاد شریف کے بارے میں ایک رسالہ ''مولد النبی'' ترتیب دیا۔

۴۔ ملا علی قاری

جشن میلاد النبی ﷺ پر لکھنے والوں میں حافظ حدیث، مجتہد الزمان امام ملا علی قاری بن سلطان بن محمد الھروی (المتوفی ۱۰۱۴ھ) بھی ہیں امام شوکانی نے ''البدر الطالع'' میں ان کے حالات نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ علوم نقلیہ کے جامع، سنت نبوی میں دسترس رکھنے والے عالم اسلام کے بطل جلیل اور قوت حفظ وفہم میں نامور تھے لیکن آئمہ عظام بالخصوص امام شافعی پر اعتراض کرنے کے باعث آزمائش میں پڑ گئے۔

بہر حال امام شوکانی نے جس محدث جلیل کو مجتہد کا درجہ دیا ہے اس نے بھی میلاد النبی کے بارے میں ایک کتاب تالیف کی جس کا نام ''المورد الروی فی المولد النبوی'' ہے۔ بحمد اللہ میں نے اس کتاب پر تحقیق کی ہے اور پہلی مرتبہ تصحیح وحواشی کے ساتھ شائع کیا ہے۔

۵۔ ابن کثیر

ان میلاد نگاروں میں حافظ امام عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر صاحب تفسیر القرآن کا نام بھی شامل ہے۔ امام ذہبی نے انہیں امام مفتی، محدث جلیل، ذوفنون اور علوم حدیث میں ثقہ کے القابات دیے ہیں۔ شیخ الاسلام ابن حجر العسقلانی نے ''الدرر الکامنۃ'' صفحہ ۳۷۴ پر ان کے

Marfat.com

حالات تحریر کرتے ہوئے نقل کیا ہے۔ ''وہ متون حدیث اور اسمائے رجال مطالعہ میں مشغول رہے۔ انہوں نے ابن تیمیہ سے استفادہ کیا اس کی محبت میں گرفتار ہوگئے اور اس کی وجہ سے آزمائش سے گزرنا پڑا۔ آپ بہت حاضر جواب اور ظریف طبع تھے۔ ان کی تصانیف ان کی زندگی میں ہی دور دراز شہروں تک پہنچ گئیں جن سے ان کی وفات (۷۷۴ھ) کے بعد بھی لوگوں نے استفادہ کیا۔

امام ابن کثیر نے بھی حضور نبی کریم ﷺ کی میلاد کے بارے میں کتاب لکھی جو حال ہی میں ڈاکٹر صلاح الدین المنجد کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوگئی ہے۔

۶۔ ابن دیبع الشیبانی

اس قافلہ عشاق نبوی میں حافظ وجیع الدین عبدالرحمٰن ابن علی بن محمد الشیبانی الیمنی الزبیدی الشافعی بھی ہیں۔ جو ابن دیبع کے لقب سے مشہور ہیں۔ سوڈانی زبان میں دیبع کا معنی سفید ہے۔ یہ دراصل ان کے جد اعلیٰ کا لقب تھا۔ آپ محرم ۸۶۶ھ میں پیدا ہوئے اور جمعہ کے روز ۱۲ رجب ۹۴۴ھ میں وفات پائی۔ آپ امام زمانہ تھے۔ شیخ الحدیث کی مسند پر جلوہ فرما رہے۔ آپ نے ایک سو سے زیادہ دفعہ بخاری شریف کا درس دیا اور ایک مرتبہ چھ روز میں بخاری شریف کو ختم کیا۔

آپ نے میلاد النبی کے بارے میں ایک کتاب لکھی جو اسلامی ممالک میں مشہور ہے اور ہمیں اس کتاب کی تحقیق و تخریج کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ تمت بالخیر۔

(یہاں علوی مالکی صاحب کی کتاب کا ترجمہ ختم ہوگیا)

علاوہ ازیں مندرجہ ذیل ائمہ و محدثین بطور خاص قابل ذکر ہیں:

ا۔ امام ابن حجر مکی

شیخ الاسلام امام الحرمین شہاب الملۃ والدین، الفقیہہ المحدث، الصوفی المحقق ابو العباس احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی المکی الشافعی (متوفی ۹۷۴) جن کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ الفتاویٰ الکبریٰ، الخیرات الحسان الصواعق المحرقہ اور الجواہر المنظم جیسی مشہور زمانہ کتب

Marfat.com

آپ کے علمی شاہکار ہیں۔ آپ علوم حدیث میں شیخ السلام ذکریا المصری کے خاص شاگرد تھے۔ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی آپ کے دادا استاد تھے۔ علامہ ملا علی قاری اور برصغیر پاک و ہند کے مایہ ناز فرزند علی المتقی صاحب کنز العمال آپ ہی کی مسند ارشاد و تدریس کے فیض یافتہ ہیں۔ آپ نے میلاد النبی کے موضوع پر مندرجہ ذیل دو مستقل کتابیں تصنیف فرمائیں۔

۱۔ تحریر الکلام فی القیام عند ذکر مولد سید الانامؐ۔

۲۔ تحفۃ الاخیار فی مولد المختارؐ۔

علاوہ ازیں انہوں نے اپنی مشہور کتاب فتاویٰ حدیثیہ میں بھی اس موضوع پر تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔

۲۔ امام ابن جوزی

عبدالرحمٰن بن علی بن محمود بن علی بن عُبداللہ بن حمادی القرسیٰ الفقیہ الحنبلی۔ جن کا لقب جمال الدین ہے۔ ۵۱۰ ہجری میں بغداد میں پیدا ہوئے اور ۵۹۷ ہجری میں اسی شہر میں انتقال فرمایا۔ ابتدائی علوم پر صغرسنی میں ہی دسترس حاصل کرکے واعظ و تبلیغ میں لگ گئے پھر حدیث میں مہارت اور پختگی حاصل کی تو حافظ اور محدث کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ نے ۱۵۹ سے زائد کتب لکھیں جن میں سے اکثر حدیث تاریخ اور مواعظ پر مشتمل ہیں۔

تفصیلی تذکرے کے لئے ملاحظہ ہو۔ شذرات الذہب ۴،۳۹۲، وفیات الاعیان ۲،۳۲۱ اور تذکرہ الحفاظ ۴،۱۳۵ وغیرہ۔

انہوں نے بھی میلاد النبی پر مستقل کتاب لکھی، جس کا نام ''المولد العروس'' رکھا۔

۳۔ امام جلال الدین السیوطی

عبدالرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن سابق الدین الخضری السیوطی، کو کون نہیں جانتا۔ آپ کا علمی مقام آفتاب کی طرح ہر خاص و عام پر واضح ہے اسی لئے آپ کا لقب جلال

Marfat.com

الدین پڑا۔ بہت بڑے محدث ہیں۔ آپ ۸۴۹ ہجری میں قاہرہ میں پیدا ہوئے یہیں ابتدائی تعلیم حاصل کی اور درس و تدریس میں مصروف ہو گئے۔ جب چالیس سال کے ہوئے تو دنیا کی دیگر مصروفیات، ناز نعمت، علمی مناصب سے کنارہ کش ہو کر اور دریائے نیل کے کنارے ''روضۃ المقیاس'' میں معتکف ہو گئے۔ تمام مراعات اور مناصب کو ترک کر کے خلوت نشین ہونے کا مقصد تصنیف و تالیف تھا چنانچہ آپ کے تذکروں میں لکھا ہے کہ آپ کی تصانیف کی تعداد سات سو کے قریب پہنچتی ہے۔ آپ نے جشن میلاد النبی کے جواز میں بھی ''حسن المقصد فی عمل المولد'' کے نام سے رسالہ لکھا جو پوری دنیا میں مقبول ہوا۔ اب یہ الحاوی للفتاوی میں شامل ہے۔

۴۔ ابن دحیہ الکلبی

عمر بن الحسن بن علی بن محمد ابو الخطاب ابن دحیہ الکلبی جو ۵۴۴ھ میں اندلس میں پیدا ہوئے اور ۶۳۳ھ میں وفات پائی۔ آپ نے علمی استفادے کے لئے شام، عراق، بالآخر خراسان وغیرہ کے سفر کیے اور مصر میں قیام فرما رہے۔ آپ مشہور محدث، معتمد مورخ اور زبردست ادیب تھے۔ بہت کتب لکھیں اور شاندار علمی ورثہ چھوڑا۔ دیکھیے، وفیات الاعیان ۱، ۳۸۱، نفح الطیب ۱، ۳۶۸، میزان الاعتدال ۲، ۲۵۲، لسان المیزان ۴، ۲۹۲، شذرات الذہب ۵، ۱۶۰ اور حسن المحاضرہ ۱، ۲۰۱ وغیرہ۔

آپ کی دیگر تصانیف میں، میلاد النبی پر ''التنویر فی مولد السراج المنیر'' بھی ہے۔

علاوہ ازیں بہت سے محدثین، ائمہ اور اکابر علما نے الگ رسالے اور کتب بھی تحریر فرمائیں اور سیرت النبی کی کتب میں باقاعدہ ابواب باندھے مثلاً امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''سبل الھدیٰ'' میں بہت تفصیل سے لکھا اور جواز میں علمی دلائل کے انبار لگا دیئے۔

Marfat.com

حوالہ جات

(۱) بخاری، کتاب النکاح، (۲) صحیح بخاری، باب مبعث النبیؐ، (۳) یونس:۱۰: ۵۸، (۴) سورہ احزاب، (۵) ہود :۱۱ :۱۲۰، (۶) صحیح بخاری :۱ :۲۶۹)، (۷) صحیح مسلم :۱ :۳۲۷، (۸) الحج: ۲۲: ۲۷، (۹) البقرہ ۲: ۱۲۸، (۱۰) اقتضاء الصراط المستقیم لابن تیمیہ ۲۹۴ تا ۲۹۷

Marfat.com

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا

(قصیدہ نور)

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا
بارھویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا
بارہ برجوں سے جھکا ایک اک ستارا نور کا
تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا
میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالا نور کا
نور دن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا
تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا
سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا
بینیٔ پر نور پر رخشاں ہے بکہ نور کا
ہے لواء الحمد پر اُڑتا پھریرا نور کا
شمع دل مشکوٰۃ تن سینہ زُجاجہ نور کا
تیری صورت کے لیے آیا ہے سورہ نور کا
تیرے آگے خاک پر جھکتا ہے ماتھا نور کا
نور نے پایا ترے سجدے سے سیما نور کا

Marfat.com

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

دیکھنے والوں نے کچھ دیکھا نہ بھالا نور کا
مَنْ رَأیٰ کیسا؟ یہ آئینہ دکھایا نور کا

انجمن والے ہیں انجم بزم حلقہ نور کا
چاند پر تاروں کے جھرمٹ سے ہے ہالہ نور کا

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

نور کی سرکار سے پایا دو شالہ نور کا
ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

تاب مہر حشر سے چونکے نہ کشتہ نور کا
بوندیاں رحمت کی دینے آئیں چھینٹا نور کا

وضع واضع میں تری صورت ہے معنیٰ نور کا
یوں مجازاً چاہیں جس کو کہہ دیں کلمہ نور کا

چاند جھک جاتا جدھر اُنگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اِشاروں پر کھلونا نور کا

کٓ گیسوہٓ دہن یٓ ابرو آنکھیں عٓ صٓ
کٓھٰیٰعٓصٓ ان کا ہے چہرہ نور کا

اے رضا یہ احمدِ نوری کا فیضِ نور ہے
ہوگئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

Marfat.com

جشنِ میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت

(خطاب: شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری)

(ترتیب وتدوین: علی اکبر قادری الازہری)

ربیع الاوّل کی شانِ امتیاز

جس طرح ماہِ رمضان المبارک کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی عظمت و شان کے طفیل دیگر مہینوں پر انفرادیت اور امتیاز عطا فرمایا، اسی طرح ماہ ربیع الاول کے امتیاز اور شان علو کی وجہ بھی اس میں صاحب قرآن کی تشریف آوری ہے۔ یہ ماہِ مبارک بلاشبہ حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کے صدقے سے ایک انفرادی حیثیت کے ساتھ سال کے جملہ مہینوں پر نمایاں فضیلت اور امتیاز کا حامل ہے۔

ہر چیز میں فضیلت کی نوعیت جدا ہے

مختلف اشیاء کی بناءِ فضیلت وشرف مختلف ہوتی ہے۔ جس طرح ہر ماہ کی انفرادیت اور فضیلت کی ایک جدا جہت ہے اسی طرح ہر شہر، ہر علاقے اور ہر دن کی اپنی اپنی امتیازی صفات اور خصوصیات ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مختلف افراد کو افراد پر، بعض ایام کو دوسرے ایام پر اور ماہ وسال بلکہ ہر ساعت کو دوسری ساعتوں پر جدا جدا اعتبارات اور مختلف نسبتوں سے شرف وامتیاز عطا فرمایا ہے۔ اس اعتبار سے بعض انبیاء علیہم السلام کو بھی ایک دوسرے پر مختلف حیثیتوں سے فضیلت حاصل ہے۔ مثلاً قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا گیا:

تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ۔ (البقرہ، ۲: ۲۵۳)

''یہ سب رسول (جو ہم نے مبعوث فرمائے) ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔''

Marfat.com

ماہ رمضان المبارک کی وجہ فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ۔ (البقرہ، ۱۸۵)

''رمضان کا مہینہ (وہ ہے) جس میں قرآن اتارا گیا ہے۔''

اسی ماہِ مبارک میں آنے والی لیلۃ القدر کو سال بھر کی تمام دوسری راتوں پر فوقیت عطا فرمانے کی وجہ اور فضیلت کا سبب بھی نزولِ قرآن کو قرار دیتے ہوئے فرمایا:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ۔ ''بے شک ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں اتارا''

کبھی شہر مکہ کی قسم کھا کر دوسرے مقدس مقامات کے باوجود اسے صرف اس لئے دوسرے شہروں پر فضیلت دی کہ حضور ﷺ کی حیات مقدسہ کا بیشتر حصہ اس شہر میں گزرا، ارشاد فرمایا گیا:

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ○ وَ اَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ (البلد، ۹۰: ۱،۲)

''میں اس شہر (مکہ) کی قسم کھاتا ہوں (اے حبیب مکرم!) اور اس لئے کہ آپ اس شہر میں تشریف فرما ہیں''

اسی طرح ایمان اور اسلام کے بعد ایک مسلمان کے دوسرے پر شرف وتکریم اور اللہ کے ہاں بزرگی کے لئے تقویٰ کی شرط لگائی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ۔ (الحجرات، ۴۹: ۱۳)

''بے شک تم میں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں وہی باعزت ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہے۔''

الغرض قرآن حکیم کی متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات واشیاءِ مقدسہ کی فضیلت اور شرف وتکریم کی وجوہات بھی مختلف بیان فرمائی ہیں۔

نزول قرآن کا سبب ذاتِ مصطفیٰ ﷺ

قرآن اللہ تبارک وتعالیٰ کا پاکیزہ کلام اور اس کی صفت ہونے کے اعتبار سے پوری کائنات میں اپنی فضیلت وشان میں یکتا ہے، بے شک اس کا نازل ہونا انسانیت کے لے اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے اور اس کا احسان عظیم ہے۔ ہم سب مل کر اس کے ایک کلمے کا شکر بھی عمر بھر ادا نہیں کر سکتے۔ اس کے ذریعے جہالت وضلالت میں گھری ہوئی انسانیت کو اللہ تعالیٰ نے وہ نور علم

Marfat.com

عطا فرمایا جس سے جہالت کی تاریکیاں کافور ہوئیں اور انسان پستیوں سے اٹھ کر شرف و تکریم کی بلندیوں پر متمکن ہوا یہ سب کچھ اگر اپنی جگہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے تو ہمیں یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ یہ قرآن ہمیں کس کے ذریعے عطا ہوا؟ اگر قرآنی علم کے ذریعے انسان کو اللہ تعالیٰ نے لامتناہی عظمتیں عطا کی ہیں تو اس ہستی کی اپنی عظمتوں کا کیا عالم ہوگا جس کی دہلیز سے انسانیت کو اس قرآن کی صورت میں اتنا عظیم ذخیرۂ علم وحکمت اور مصدرِ ہدایت میسر آیا۔

وہ ذاتِ اقدس جس کا قلب اطہر اس وحی الٰہی کا ضبط بنا اور سراپا حسن صورت و سیرت خلق قرآن قرار پایا اس کے مقام علو کا ادراک کون کرسکتا ہے؟ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ قرآن حضور ﷺ کی دلکش اداؤں اور آپ کی عادات و خصائل کے ذکرِ جمیل کا مجموعہ ہے۔

شب میلاد رسول ﷺ لیلۃ القدر سے بھی افضل ہے

جس کے اوصاف جمیلہ کے ذکر اور خلق عظیم کو بیان کرنے والی کتاب کے اترنے سے رمضان کو اتنی فضیلت ملی کہ اس کی صرف ایک رات ہزار مہینوں سے افضل ٹھہری تو اس ماہ مقدس یعنی ربیع الاول کی عظمت و فضیلت کا کیا عالم ہوگا جس کو صاحب کتاب، محبوب کبریا ﷺ کے ماہ میلاد ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جس رات یہ کلام الٰہی یعنی ذکر خلقِ عظیم اترا، اللہ تعالیٰ نے اس رات کو قیامت تک انسان کے لئے "لیلۃ القدر" کی صورت میں بلندی درجات اور شرف نزولِ ملائکہ سے نوازا اور بفحوائے فرمان ایزدی "لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ" اس ایک رات کو ہزار مہینوں پر فائق و برتر قرار دیا گیا تو جس رات صاحب قرآن یعنی مقصود و محبوب کائنات ﷺ کا ورود ہوا اور بزم حسینانِ عالم کے تاجدار ﷺ کے اس زمین و مکاں کو ابدی رحمتوں اور لازوال سعادتوں سے منور فرمایا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی کتنی قدر و منزلت کیا ہوگی۔ اس کا اندازہ لگانا فہم و شعورِ انسانی کے لئے ناممکن ہے۔ لیلۃ القدر کی فضیلت اس لیے ہے کہ وہ نزول قرآن اور ملائکہ کی رات ہے۔ اور نزول قرآن مصطفیٰ ﷺ کیلئے ہوا، اگر حضور ﷺ نہ ہوتے تو نہ قرآن ہوتا نہ شب قدر ہوتی اور نہ کوئی اور رات ہوتی۔ یہ ساری فضیلتیں میلاد مصطفیٰ ﷺ کا صدقہ ہیں۔ سو شب میلاد رسول

Marfat.com

ﷺ شب قدر سے بھی افضل ہے۔ ہزار مہینوں سے افضل کہہ کر باری تعالیٰ نے شب قدر کی فضیلت کی حد مقرر فرمادی جبکہ شب میلاد رسول ﷺ کی فضیلت زمان ومکان کے اعتبار سے مطلق ہے۔

ائمہ ومحدثین نے راتوں کی فضیلت پر گفتگو کی ہے۔ مثلاً لیلۃ القدر، لیلۃ نصف شعبان، لیلۃ یوم العرفہ، لیلۃ یوم الفطر وغیرہ ان میں لیلۃ مولد النبی ﷺ کا ذکر بھی آیا ہے۔ بہت سے اہل علم ومحبت ائمہ ومحدثین نے شب میلاد کو شب قدر سے افضل قرار دیا ہے۔

امام قسطلانی، امام زرقانی اور امام نبہانی نے بڑی صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ سب راتیں فضیلت والی ہیں مگر شب میلادِ رسول اللہ ﷺ سب سے افضل ہے۔

ا۔ امام قسطلانیؒ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

اذا قلنا بانه علیه الصلاة والسلام ولد لیلًا فایما أفضل لیلة القدر او لیلة مولده علیه الصلاة والسلام، قلت: أجیب بان لیلة مولده علیه الصلاة والسلام افضل من لیلة القدر من وجوه ثلاثه۔

أحدها ان لیلة المولد لیلة ظهوره ﷺ ولیلة القدر معطاة له وما شرف لظهور ذات المشرف من اجله اشرف مما شرف بسبب انه اعطیه ولا نزاع فی ذلک، فکانت لیلة المولد افضل من لیلة القدر۔

الثانی ان لیلة القدر شرفت بنزول الملائکة فیها و لیلة المولد شرفت بظهوره ﷺ فیها وما شرفت به لیلة المولد افضل مما شرفت به لیلة القدر علی الاصح المرتضی أی عند جمهور اهل السنة فتکون لیلة مولد افضل۔

الثالث لیلة القدر وقع تفضل بها علی امة محمد ﷺ ولیلة المولد الشریف وقع التفضل بها علی سائر الموجودات فهو ﷺ الذی بعثه الله تعالیٰ رحمة للعالمین فعمت به النعمة جمیع الخلائق فکانت لیلة المولد اعم نفعاً فکانت افضل من لیلة القدر بهذا الاعتبار۔(۱)

Marfat.com

''جب ہم نے یہ کہا کہ حضور نبی اکرم ﷺ رات کے وقت پیدا ہوئے تو سوال یہ ہے کہ شبِ میلادِ رسول ﷺ افضل ہے یا لیلۃ القدر؟ تو میں اس کے جواب میں کہوں گا کہ آپ ﷺ کی میلاد کی رات تین وجوہ کی بنیاد پر ''لیلۃ القدر'' سے افضل ہے:

۱۔ حضور ﷺ کی ولادت مبارکہ کی رات وہ رات ہے جس میں حضور ﷺ کا ظہور ہوا جبکہ لیلۃ القدر آپکو عطا کی گئی، لہٰذا وہ رات جس کو آپ ﷺ کے ظہور کا شرف ملا اس رات سے زیادہ شرف والی ہوگی جسے اس رات میں تشریف لانے والی شخصیت کے سبب سے شرف ملا پس اس میں کوئی نزاع نہیں، لہٰذا شبِ میلادِ رسول ﷺ ''لیلۃ القدر'' سے افضل ہوئی۔

۲۔ اگر لیلۃ القدر کی عظمت اس بناء پر ہے کہ اس میں فرشتوں کا نزول ہوتا ہے تو شب ولادت کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کائنات میں جلوہ فرما ہوئے۔ جمہور اہلسنت کے صحیح اور منتخب ترین قول کے مطابق جس وجہ سے شبِ میلادِ رسول ﷺ کو شرف سے نوازا گیا وہ ''لیلۃ القدر'' کو شرف سے نوازنے کی وجہ سے کہیں زیادہ افضل و اشرف ہے، لہٰذا شب ولادت افضل ہوگی۔

۳۔ لیلۃ القدر کے باعث امت محمدیہ ﷺ کو فضیلت بخشی گئی اور شبِ میلادِ رسول ﷺ سے جمیع موجودات کو فضیلت سے نوازا گیا، حضور نبی اکرم ﷺ ہی ہیں جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا تو اس نعمت کو جمیع کائنات کے لیے عام کر دیا گیا، پس ''شب ولادت'' نفع رسانی میں کہیں زیادہ ہے لہٰذا اس اعتبار سے یہ لیلۃ القدر سے افضل ہوئی۔''

امام نبہانیؒ اپنی مشہور تصنیف الانوار المحمدیہ میں رقم طراز ہیں:

ولیلۃ مولدہ ﷺ أفضل من لیلۃ القدر۔ (۲)

''اور شبِ میلادِ رسول ﷺ شب قدر سے افضل ہے۔''

جس رات میں فرشتے اتریں اس رات کی فضیلت یہ ہے کہ وہ ہزار مہینوں سے افضل ہے اور خود ذاتِ مصطفیٰ ﷺ کی فضیلت یہ ہے کہ آپ ﷺ کے مزار اقدس کی زیارت کے لئے

Marfat.com

ستر ہزار فرشتے صبح اور ستر ہزار فرشتے شام کو اترتے ہیں مزار اقدس کا طواف کرتے ہیں اور بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں عرض نیاز کرتے اور چلے جاتے ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک اسی طرح جاری رہے گا اور ان ایک لاکھ چالیس ہزار فرشتوں میں سے جن کی باری ایک بار آتی ہے دوبارہ نہیں آئے گی۔ فرشتے تو دربار مصطفیٰ ﷺ کے خادم اور جاروب بردار ہیں۔ وہ اتریں تو رات ہزار مہینوں سے افضل ہو جائے اور ساری کائنات کی سرکار اترے تو اس کی کوئی فضیلت ہی نہ جانی جائے؟ آقا ﷺ کی آمد کی رات اور آپ ﷺ کی آمد کے مہینہ پر کروڑوں اربوں مہینوں کی فضیلتیں قربان، اور خاص بات یہ ہے کہ شب قدر کی فضیلت فقط اہل ایمان کے لئے ہے باقی انسانیت اس سے محروم رہتی ہے مگر مصطفیٰ ﷺ کی آمد باعثِ فضل و رحمت فقط اہل ایمان ہی کے لئے نہیں مومن اور کافر ساری کائنات کے لئے ہے۔ آپ ﷺ کی ولادت ساری کائنات کی تمام مخلوقات کے لئے اللہ کا فضل اور اسکی رحمت ہے اس پر خوشی کا اظہار کرنا باعث اجر وثواب ہے۔

اس مختصر سے تقابل سے مقصود ''لیلۃ القدر'' کی عظمت کا انکار نہیں بلکہ ربیع الاول اور بالخصوص ساعت میلاد مصطفیٰ ﷺ کی اہمیت وتقدس کو واضح کرنا ہے۔

ان حقائق کو تسلیم کرنے سے یہ بھی مترشح ہوا کہ قرآن حکیم کی قدر ومنزلت کا اعتراف کرنے سے پہلے صاحب قرآن کی قدر ومنزلت کو دل کی گہرائیوں سے تسلیم کرنا ناگزیر ہے۔

نعمتِ قرآن کے شکر کی قبولیت بواسطۂ مصطفیٰ ﷺ

امت مسلمہ جب قرآن حکیم کے نزول پر شکر بجا لاتی ہے تو یہ اس کے اہم ترین فرائض، قرآن پر ایمان اور اس سے محبت کے اہم ترین تقاضوں میں سے ہے۔ لیکن نعمت قرآن کا شکر بجالانا اس وقت تک شکر نہیں بن سکتا اور اللہ جل مجدہ کی بارگاہ میں شرف قبولیت حاصل کر ہی نہیں سکتا جب تک اس ہستی کی تشریف آوری اور ولادتِ مبارکہ کا شکرانہ ادا نہ کیا جائے جس کی وساطت سے اللہ تعالیٰ نے اس نعمت قرآن سے دامن انسانیت کو منور کیا۔

اللہ کی ہر نعمت کا شکر ادا کرنا ضروری ہے جس نے اپنی نعمتوں کو دل سے یاد رکھ کر ان پر شکر

Marfat.com

بجالانے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ قرآن حکیم کے کئی مقامات اس پر شاہد عادل ہیں۔ مثلاً یہ فرمایا گیا:

وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا۔ (آل عمران، ۳:۱۰۳)

''اور اپنے اوپر (کی گئی) اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی پس تم اس کی نعمت کے باعث آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔''

یہ (بلاشبہ) اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے کہ اس نے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دیا اور باہم خون کے پیاسوں کو ایک دوسرے کا غمخوار بھائی بنا دیا، ان کی نفرتوں اور عداوتوں کو محبتوں اور مروتوں سے بدل دیا۔ لیکن یہ بھی تو سوچئے کہ یہ نعمت حضور ﷺ کی بعثت کے تصدق سے نصیب ہوئی اس نعمت کا مبداء و مرجع بھی حضور ﷺ کی ذات گرامی ہے۔

آپ ﷺ کا اس دنیا میں تشریف لانا اور لوگوں کا آپ ﷺ کے حلقہ غلامی میں داخل ہونا تھا کہ سب لوگ خواہ اس سے پہلے وہ ایک دوسرے کے دشمن اور خون کے پیاسے تھے، باہم شیر و شکر ہو گئے اور ایک دوسرے کی محبت اور الفت کے اسیر ہو گئے۔

حضور ﷺ اللہ کی سب سے بڑی نعمت

پہلی امتیں اللہ تعالیٰ کی نعمت پر شکر بجالاتی تھیں نیز نعمتوں کے شکرانے پر جشن اور عید منانا خود انبیاء کی سنت ہے اور قرآن کی واضح آیات اس پر گواہ ہیں۔ آج تک عیسائی لوگ مائدہ جیسی عام نعمت کے ملنے والے دن کو بطور عید مناتے ہیں۔ اس سے کسی کے ذہن میں یہ شبہ وارد نہیں ہونا چاہئے کہ یہ تو پھر غیر مسلموں کے ساتھ اشتباہ ہوگا کہ وہ جس طرح نعمت کا شکر بجالاتے ہیں ہمیں بھی اسی طرح کرنا چاہئے، نہیں! بلکہ اس مثال سے مقصود صرف یہ ہے کہ وہ اپنی سابقہ روایات کے مطابق مخصوص دن مناتے چلے آرہے ہیں اور ان کے اس فعل کا ذکر تو قرآن نے کرنا مناسب سمجھا۔

غور طلب بات ہے کہ سابقہ امتوں کو جب معمولی سے نعمت پر شکر بجالانے کا حکم تھا،

Marfat.com

وہ اس کی تعمیل کرتی تھیں تو امت مسلمہ کو کیا ہے کہ وہ اپنے آقا ﷺ کی آمد کے سلسلے میں خوشی منا کر خدا کی اس عظیم ترین نعمت کا شکریہ ادا نہ کرے جب عام نعمتوں کے حصول پر شکر کرنا واجب ہے تو اس نعمت کا شکریہ ادا کرنا بدرجہ اولیٰ واجب ٹھہرا کیونکہ کائنات میں حضور ﷺ کی ذات مبارکہ سے بڑھ کر اور کوئی نعمت نہیں بلکہ کائنات کو وجود ہی اسی نعمت کے توسط سے ملا۔ دنیا و مافیہا اور آخرت کی جملہ نعمتیں تو حضور ﷺ کے درِ اقدس کی خیرات ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے علاوہ کسی نعمت کا احسان نہیں جتلایا

کائنات ہست و بود میں خدا تعالیٰ نے بے حد وحساب احسانات فرمائے ہیں۔ انسان پر لاتعداد انعامات و مہربانیاں فرمائی ہیں اور اسی طرح ہمیشہ فرماتا رہے گا کیونکہ وہ رحیم و کریم ہے۔

اللہ نے ہمیں ہزاروں نعمتیں دیں لیکن کبھی کسی پر احسان نہیں جتلایا، اللہ تعالیٰ نے ہمیں کھانے پینے اور سہولتوں سے نوازا لیکن احسان نہیں جتلایا پھر دن رات کا نظام ہمارے لئے مرتب کیا۔ سمندروں، پہاڑوں اور فضاؤں کو ہمارے لئے مسخر فرمایا مگر اس کا احسان بھی نہیں جتلایا۔ اس ذات رؤف و رحیم نے ہمیں اپنی پوری کائنات میں شرف و بزرگی کا تاج پہنایا اور احسن تقویم کے سانچے میں ڈھال کر رشک ملائکہ بنایا لیکن پھر بھی کوئی احسان نہیں جتلایا۔ ہمیں ماں، باپ، بہن، بھائی، بیوی اور بچوں جیسی نعمتوں سے نوازا غرضیکہ انفس و آفاق کی ہزاروں ایسی نعمتیں جو ہمارے حیطہ ادراک سے بھی باہر ہیں، اس نے ہمیں عطا فرمائیں لیکن بطور خاص کسی نعمت اور احسان کا ذکر نہیں کیا اس لئے کہ وہ تو اتنا سخی ہے کہ کوئی اسے مانے یا نہ مانے وہ سب کو اپنے کرم سے نوازتا ہے اور کسی پر اپنے احسانات کو نہیں جتاتا۔

لیکن ایک نعمت عظمیٰ ایسی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے جب حریم کبریائی سے اسے بنی نوع انسان کی طرف بھیجا اور امت مسلمہ کو اس نعمت سے سرفراز فرمایا تو اس کا ذکر کیا اور کیا بھی اس طرح کہ پوری دنیائے نعم میں صرف اس پر احسان جتلایا اور اظہار بھی عام الفاظ میں نہیں بلکہ مومنین کو اس کا احساس دلایا اور احسان جتلانے سے پہلے دو تاکیدیں بھی لائیں۔ ارشاد فرمایا گیا:

Marfat.com

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ۔

(آل عمران،۳: ۱۶۴)

''بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ان میں انہیں میں سے عظمت والا رسول بھیجا۔''

اللہ رب العزت فرما رہا ہے کہ امت مسلمہ پر میرا یہ بہت بڑا احسان، انعام اور لطف و کرم ہے کہ میں نے اپنے محبوب کو تمہاری جانوں میں سے تمہارے لئے پیدا کیا۔ محض تمہاری تقدیریں بدلنے، بگڑے ہوئے حالات سنوارنے اور شرف و تکریم سے نوازنے کے لئے تاکہ تمہیں ذلت و گمراہی کے گڑھے سے اٹھا کر عظمت و شرف انسانیت سے ہمکنار کر دیا جائے۔ لوگو! آگاہ ہو جاؤ کہ میرے کارخانہ قدرت میں اس سے بڑھ کر کوئی نعمت تھی ہی نہیں جب میں نے وہی محبوب تمہیں دے دیا جس کی خاطر میں کائنات کو عدم سے وجود میں لایا اور اس کو انواع و اقسام کی نعمتوں سے مالا مال کر دیا تو اب اس پر ضروری تھا کہ میں رب العالمین ہوتے ہوئے بھی اس عظیم نعمت کا احسان جتلاؤں ایسا نہ ہو کہ امت مصطفوی اسے بھی عام سے نعمت سمجھتے ہوئے اس کی قدر و منزلت اور علو مرتب سے بے نیازی کا مظاہرہ کرنے لگے اور خداوند تعالیٰ کے اس احسان عظیم کی ناشکری کا ارتکاب کرتی رہے۔ اس احسان جتلانے میں بھی امت مسلمہ کی بھلائی کو پیش نظر رکھا گیا نیز قرآن حکیم کے اس واضح حکم سے ہر مسلمان کو آگاہ کیا گیا ہے کہ خبردار! اللہ کے اس عظیم احسان کو کبھی فراموش نہ کرنا اس میں خدا اور اس کے محبوب رسول ﷺ کو (نعوذ باللہ) کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا نہ اس کی شان میں کوئی فرق پڑ سکتا ہے تم اس کے اس احسان پر شکرانہ ادا کرو یا نہ کرو حضور ﷺ کا ذکر تو خدائی وعدہ کے مطابق روز افزوں ہی رہے گا۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی۔ (الضحیٰ،۹۳: ۴)

''اے محبوب! ہر آنے والی گھڑی تیرے لئے پہلی گھڑی سے بہتر ہے۔''

اور آپ کا ذکر مبارک ہر آن بلند سے بلند تر ہوتا چلا جائے گا کہ یہ بھی خود خالق کائنات کا ارشاد گرامی ہے: وَ رَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ۔ (الانشراح،۹۴: ۴)

Marfat.com

"اور (اے محبوب) ہم نے تیری خاطر تیرا ذکر بلند کر دیا ہے۔"

اب کوئی حضور ﷺ کا ذکر کرے گا تو اس کی اپنی ذات کو فائدہ ہے اور اسی طرح ان کی تشریف آوری پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بطور شکرانہ خوشی منائے گا تو یہ بھی اس کے اپنے مفاد کی بات ہے نہ وہ کسی پر احسان کر رہا ہے اور نہ ہی کسی کا فائدہ بلکہ اپنا توشہ آخرت بہتر بنا رہا ہے:

ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر
فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

سابقہ کتب میں تذکارِ نعم

قرآن مجید نے تو ان نعمتوں کا ذکر اجمالاً کیا ہے تا کہ یہ تصور بطور سنت تازہ رہے، لیکن جن قوموں پر یہ نعمتیں نازل ہوئیں ان کتابوں میں یہ تذکرے بالتفصیل درج ہیں۔ آج بھی بائبل کو اٹھائیں تو اس میں کتاب التوراۃ میں یہ درج ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ جس دن میں نے تمہیں فرعون مصر کی غلامی سے آزادی دلائی تھی اس دن کو بطور عید مناتے رہنا اور سال بھر میں تین عیدیں منانا۔ (۳)

یہاں بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ اس خوشی اور نعمت کے دن کو بطور عید یعنی سال میں خصوصی طور پر منانے کا حکم دے رہا ہے۔ اسی طرح بائبل کے اسی باب میں یہ بھی فرمایا کہ جس دن تمہارے اوپر بادلوں کا سائبان بنایا اس دن کو سات دن تک بطور عید مناتے رہنا اور یہی اصول اور آئین تمہاری نسل در نسل رہے گا۔ مزید یہ کہ سات دن سائبان تان کر رکھنا تا کہ تمہاری آئندہ نسلوں تک الوہی سائبان کا تصور اچھی طرح منتقل ہو سکے اور سائبان کا حکم اس لئے بھی دیا تا کہ لوگوں کو یہ جان کر خوشی اور مسرت ہو کہ واقعی یہ اتنی بڑی نعمت ہے اور ساتھ ہی اس کا عملی مظاہرہ بھی ہو جائے۔

Marfat.com

نعمتوں پر خوشی منانا سنتِ انبیاء علیہم السلام ہے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب اللہ رب العزت کی بارگاہ میں اپنی امت کے لئے مائدہ کی نعمت طلب کی تو یوں عرض کیا:

رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَ اٰخِرِنَا وَ اٰيَةً مِّنْكَ۔ (المائدہ، ۵: ۱۱۴)

''اے (ہمارے پروردگار) ہم پر آسمان سے خوان نعمت نازل فرما کہ ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لئے وہ عید (یعنی خوشی کا دن) ہو اور یہ خوان تیری طرف سے (تیری قدرت کاملہ کی) نشانی ہو۔''

قرآن مجید نے اس آیت میں نبی کی زبان سے یہ تصور دیا ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ کی نعمت اترے اس دن کو بطور عید منانا اس نعمت کے شکرانے کی مستحسن صورت ہے نیز اسی آیہ کریمہ سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ عید کے طور پر یہ خوشی وہی مناتے ہیں جو اس نعمت میں اللہ کے نبی کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔

''اولنا'' اور ''اخرنا'' کے کلمات اس طرف دلالت کر رہے ہیں کہ مائدہ اترنے کے بعد جو امت آئے گی اس کے دور اوائل میں بھی لوگ ہوں گے اور دور اواخر میں بھی، سو جو پہلے دور میں ہوں وہ بھی اسے عید کے طور پر منائیں اور جو رہتی دنیا تک آخر میں آئیں وہ بھی یہی وطیرہ اپنائیں۔

لیکن ''اولنا'' ''و اخرنا'' میں کلمہ ''نا'' اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ عید وہی منائے گا جو ہم سے ہوگا کیونکہ اسے ہمارے اوپر اترنے والی اس نعمت کی خوشی بھی ہوگی اور بالفاظ دیگر جسے اس نعمت کی خوشی نہیں ہوگی وہ ہم سے لاتعلق ہے۔

قابل غور نکتہ

''اولنا'' اور ''اخرنا'' میں کلمہ ''نا'' اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ خوشیاں وہی منائے گا جو اس نعمت اور شکر میں ہمارے ساتھ شریک ہوگا، اور اسے عید منانے کی ضرورت نہیں جو اس خوشی

Marfat.com

میں ہمارے ساتھ شریک نہیں۔ یہاں قرآن نے اپنے دلوں کے احوال پرکھنے کے لئے ایک معیار دے دیا کہ آپ بھی ''اولنا'' اور ''اخرنا'' ہیں یا نہیں؟ وہ تو عیسی علیہ السلام کی امت تھی اور یہ آقائے دو جہاں کی امت ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ وہ مائدہ کی عارضی نعمت تھی اور یہاں ولادت مصطفی ﷺ کی دائمی نعمت ہے لیکن یہاں ہمارے لئے بھی وہی معیار ہے کہ جب ماہ ربیع الاول میں حضور ﷺ کی ولادت کے دن آئیں یا عید میلاد آئے اور ہمارا دل خوشیوں اور مسرتوں سے دیوانہ ہو جائے تو سمجھ لیں کہ ہم بھی ''من اولنا و اخرنا'' کے زمرے میں شامل ہیں اور آپ ﷺ سے محبت رکھنے والوں میں ہیں۔ اس کے برعکس ماہ ولادت مصطفی ﷺ میں اگر خوشیوں کے اعتبار سے کسی کو جدا دیکھیں، وہ اس خوشی سے لبریز نہ ہو بلکہ دل میں کوئی ہچکچاہٹ، شکوک و شبہات اور کینے کی کیفیت ہو تو چاہئے کہ اللہ تعالی کی بارگاہ میں وہ توبہ کرے اس لئے کہ یہ انتہائی خطرناک بیماری ہے۔ اس سے اجتناب دولت ایمان کی حفاظت کے لئے ضروری ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہو حضور سید کائنات ﷺ کا نام لیوا امتی اور ان کی ولادت باسعادت کے دنوں میں خوشیاں نہ منائے۔ اس کے ایمان پر کیوں افسوس نہ ہو جو ان دنوں گھبراتا پھرے یا دل کو اس مبارک فعل سے تنگ کرلے اور اس کے جواز اور عدم جواز پر اہل علم سے دلیلیں طلب کرتا پھرے، حالانکہ محبت کبھی دلائل کی محتاج نہیں ہوتی۔

کائنات میں مؤمن کی سب سے بڑی خوشی

چنانچہ جب حضور ﷺ کی ولادت کا مہینہ آئے تو ایک سچے مسلمان کی قلبی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ خوشیاں منانے کے لئے اس کا دل بے قرار اور طبعیت بے چین ہو جاتی ہے اور اسے یوں لگتا ہے کہ اس کے لئے کائنات کی ساری خوشیاں ہیچ ہیں اور میلاد رسول ﷺ کی خوشی ہی حقیقی خوشی ہے بلکہ وہ یوں سمجھتا ہے کہ اس دن کائنات کی ساری خوشیاں سمٹ کر اس کے دامن میں آ گری ہیں۔ اس سے بڑھ کر اس کے لئے مسرت و شادمانی کا اور کون سا موقع ہوگا۔ وہ تو اس خوشی سے بڑھ کر کائنات میں کسی خوشی کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

Marfat.com

شکرانۂ نعمت کے معروف طریقے

قرآن نے ولادت مصطفیٰ ﷺ کو لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ارشاد فرما کر اہل ایمان پر بہت بڑا احسان قرار دیا ہے۔جس کا شکر بجالانا ان پر اسی طرح واجب ہے جس طرح سابقہ امتیں اس سے بدر جہا کم تر احسان اور نعمت عطا ہونے پر اظہار تشکر بجالاتی رہی ہیں۔اس وجوبِ شکر اور سابقہ امتوں کے عمل کی کئی مثالیں قرآن مجید میں بیان ہو چکی ہیں اب ہم بالاختصار نعمتوں پر شکر بجالانے کی مختلف صورتیں بیان کرتے ہیں جن کی سند بھی قرآن ہی نے فراہم کی ہے۔

ا۔ذکرِ نعمت

قرآن پاک نے نعمتوں کا شکر بجالانے کی ایک صورت یہ بھی بیان کی ہے کہ اللہ کی رحمت اور اس کی نعمت کو یاد رکھا جائے جیسا کہ قبل ازیں بنی اسرائیل پر کی گئی نعمتوں کے تذکرے سورہ بقرہ کی اس آیت نے بیان کئے ہیں۔

يَا بَنِیْٓ اِسْرَائِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ۔(البقرہ، ۲:۴۷)

''اے بنی اسرائیل! یاد کرو میری وہ نعمتیں جو میں نے تم پر کیں۔''

۲۔تحدیثِ نعمت

نعمت کا شکر بجالانے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ انسان اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کے حصول پر ان کا اظہار کرے،خوشی منانے کے ساتھ دوسروں کے سامنے ان کا تذکرہ بھی کرے،یہ بھی اللہ کی نعمت پر شکر ادا کرنے کی صورت ہوگی جس کا ذکر قرآن نے یوں کیا ہے:

وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔(الضحیٰ، ۹۳:۱۱)

''اور آپ کے پروردگار نے جو نعمت عطا فرمائی ہے اسکا بیان کرتے رہیں۔''

۳۔عید منانا

ذکر نعمت اور تحدیث نعمت کے علاوہ اللہ کی نعمتوں اور اس کی عنایات کریمانہ پر شکر کے

Marfat.com

اظہار کے لئے ایک طریقہ اور صورت یہ بھی ہے کہ اس خوشی کا اظہار جشن اور عید کے طور پر کیا جائے۔

حضرت عیسیٰ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں یوں ملتجی ہوتے ہیں:

رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَ اٰخِرِنَا۔ (المائدہ، ۵: ۱۱۴)

''اے ہمارے پروردگار! ہم پر آسمان سے خوان (نعمت) نازل فرما دے تاکہ (اس کے اترنے کا دن) ہمارے اگلوں کے لیے (بھی) اور ہمارے پچھلوں کے لئے بھی عید ہو جائے۔''

یہاں مائدہ جیسی عارضی نعمت کے ملنے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام عید منانے کا ذکر کرتے ہیں چنانچہ عیسائی لوگ آج تک اتوار کے ... نعمت کے حصول پر بطور شکرانہ عید مناتے ہیں۔

۴۔ عبادت و بندگی کا طریقہ

علاوہ ازیں اللہ کی نعمتوں کا شکر اس کی بندگی، عبادت سے بھی بجالایا جاسکتا ہے۔ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ جیسی فرض عبادتوں کے علاوہ دیگر نفلی عبادات سب اللہ کی نعمتوں پر شکرانے کی بہترین صورتیں ہیں۔

۵۔ خوشی منانا

خوشی و مسرت کا اعلانیہ اظہار بھی اللہ کے فضل اور اس کی رحمت جیسی نعمتوں کا شکر بجا لانے کا ایک طریقہ ہے جیسا کہ زیر بحث عنوان کے تحت اس آیہ کریمہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ۔ (یونس، ۱۰: ۵۸)

''فرما دیجئے (یہ سب کچھ) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے باعث ہے (جو بعثت محمدی کے ذریعے تم پر ہوا ہے) پس مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس پر خوشیاں منائیں، یہ اس (سارے مال و دولت) سے کہیں بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے ہیں۔''

اس آیت میں ان تمام صورتوں کے علاوہ حصول فضل و رحمت پر خوشی اور جشن منانے کا خصوصی حکم ہے اور شکر بجالانے کے سب طریقوں اور صورتوں سے اسے بہتر قرار دیا جارہا ہے۔

Marfat.com

خود رب کائنات نے میلاد مصطفیٰ پر جشن کا اہتمام فرمایا اور آپ ﷺ کو اپنی رحمت قرار دے کر اس نعمت کے شکرانے کے طور پر اظہار مسرت کا حکم دیا۔

یہاں اللہ تعالیٰ لفظ ’’قل ‘‘ کے بغیر حکم فرما سکتا تھا کہ ’’لوگو اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے حصول پر خوشیاں مناؤ‘‘ لیکن ایسا نہیں فرمایا بلکہ اسلوب بیان یہ ہے ’’محبوب یہ بات آپ ان لوگوں سے فرمادیں‘‘۔

جو بات خود بھی کہی جا سکتی تھی وہ اپنے محبوب کی وساطت سے کہلوائی کہ محبوب ﷺ آپ یہ اعلان اپنی پیاری پیاری، میٹھی میٹھی زبان سے فرمادیں کہ لوگو اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کی نعمت عظمیٰ جو تیرے پیکر کی صورت میں تمہیں عطا ہوئی ہے اس پر خوشی کا اظہار کرو اور خوب خوشیاں مناؤ۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ باری تعالیٰ! نعمت عطا کرنے والا تو خود ہے اور خوشی کرنے والے تیرے بندے ہیں۔ تو اپنے بندوں کو جو حکم چاہے بلا واسطہ بھی دے سکتا ہے، تو نے ایسا کیوں نہ فرمادیا کہ ’’میرے بندو! میری نعمت پر خوشی کرو‘‘ حالانکہ تو نے سابقہ امتوں کو براہ راست مخاطب فرما کر نعمت کو یاد کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ آخر کونسی ایسی خاص بات ہے کہ جس کا اعلان حضور ﷺ کی زبان اقدس سے کروایا جا رہا ہے۔

اس سوال کا جواب یہ آیت کریمہ زبان حال سے اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے دے رہی ہے کہ محبوب کائنات ﷺ ہی سب نعمتوں کا سبب ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی اسی لئے حکم فرما رہا ہے کہ پیارے چونکہ اس نعمت کا باعث تو ہے اس لئے تو ہی بتا دے کہ لوگو! یہ نعمت جو میرے وجود کی صورت میں، میری بعثت کی صورت میں اور میری نبوت و رسالت کی صورت میں اللہ نے تمہیں عطا فرمائی ہے، اس پر جتنی خوشی مناؤ اتنی کم ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں:

فبذلک فليفرحوا...... يفيد الحصر يعني يجب أن لا يفرح الانسان إلا بذالک۔ (۴)

Marfat.com

''فبذلک فلیفر حوا حصر کا فائدہ دے رہا ہے یعنی واجب ہے کہ انسان صرف اسی پر خوشی منائے۔''

فضل اور رحمت کے حوالے سے ایک لطیف علمی نکتہ

قرآن حکیم کے اسالیب بیان سے ایک اسلوب یہ بھی ہے کہ جب فضل اور رحمت کا ذکر ہو رہا ہو تو اس سے حضور ﷺ کی ذات گرامی مراد ہوتی ہے۔ اس کی مزید شہادت تو بعد میں نصوص قرآنی سے فراہم کی جائے گی۔ پہلے دیکھتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں فضل اور رحمت سے مراد کیا ہے؟ فرمان الٰہی ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا۔ (یونس، ۱۰: ۵۸)

''فرما دیجئے (یہ سب کچھ) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے باعث ہے (جو بعثت محمدی کے ذریعے تم پر ہوا ہے) پس مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس پر خوشیاں منائیں۔''

یہاں دو چیزوں کا ذکر ہو رہا ہے:

۱۔ اللہ کا فضل ۲۔ اللہ کی رحمت

ان دونوں کے درمیان واؤ عاطفہ ہے۔ عام اصول کے مطابق چاہیے تو یہ تھا کہ جس طرح فضل اور رحمت کا ذکر جدا جدا ہوا، اشارہ (ذلک) ''وہ'' جو ان دونوں کے لئے بیان کیا گیا اسی طرح تثنیہ کا ہوتا لیکن اس اصول کو یہاں ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ (یعنی یوں نہیں کہا گیا ''ان کی خاطر خوشیاں مناؤ'' بلکہ فرمایا ''اس کی خاطر'') گرائمر کی رو سے یوں کہا جاتا ہے ''زید اور بکر کمرے میں آئے'' نہ کہ اس طرح ''زید اور بکر کمرے میں آیا'' آنے والے جب دو مذکور ہیں تو صیغہ بھی دو کا استعمال ہوگا۔

اسی طرح عربی زبان میں ذلک اشارہ واحد کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اس کے مقابلے میں جب تثنیہ یا جمع کا ذکر آئے تو اس کے لئے اشارہ بھی بالترتیب ذلک یا اولـئک بولا جاتا ہے۔ اس اصول کو ذہن میں رکھ کر اگر اسی مذکورہ آیت کریمہ پر غور کریں تو ہمیں معلوم ہوگا فضل اور رحمت کے ذکر کے بعد واحد اشارہ ذلک لایا گیا ہے اس کی کیا حکمت ہے۔ تو کیا

Marfat.com

قرآن اپنے بیان میں قواعد کی مخالفت کر رہا ہے؟ نہیں ایسا نہیں اور ہرگز نہیں تو ماننا پڑے گا کہ اس فضل اور رحمت سے مراد بھی کوئی ایک ہی وجود ہے۔

اس اسلوب بیان سے یہ وضاحت بھی مقصود تھی کہ کہیں اللہ کے فضل اور رحمت کو کسی اور سمت تلاش نہ کرتے رہنا بلکہ اچھی طرح سمجھ لو کہ اللہ کا فضل بھی اور اس کی رحمت بھی وہی ہستی ہے، یعنی فضل اور رحمت حقیقت میں ایک ہی ذات میں جمع ہو گئے ہیں۔ لہٰذا اس ایک مبارک ہستی کے سبب تم شکر بجالاؤ اور خوشیاں مناؤ۔

چنانچہ جونہی ماہ ربیع الاول کا آغاز ہوتا ہے غلامان رسول ﷺ آپ ﷺ کی ولادت کی خوشی میں دیوانہ وار مگن ہو جاتے ہیں ہر طرف جشن کا سماں ہوتا ہے ایسا کیوں نہ ہو اس لئے کہ کائنات کی ساری خوشیاں جملہ مسرتیں اور شادمانیاں اسی ایک خوشی پر قربان ہو جائیں پھر بھی اس یومِ سعید کے منانے کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ اس کا جواز نص قرآن سے ثابت ہے اور خود اللہ رب العزت نے اس خوشی کے منانے کا نہ صرف اہتمام کیا بلکہ مندرجہ بالا ارشادِ قرآنی کی رو سے ہمیں بھی اس نعمت عظمیٰ پر خوشی منانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اللہ کے فضل اور رحمت پر اظہار مسرت کرو۔ اور اس پر خوب خوشیاں مناؤ جبکہ اللہ رب العزت نے ایسی خوشیاں منانے سے منع فرمایا جن میں اظہار اور دکھاوا ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ۔ (القصص، ۲۸:۷۶)

''بے شک اللہ تعالیٰ گھمنڈ کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔''

اللہ رب العزت عاجزی، انکساری اور سادگی کو پسند فرماتا ہے۔ خوشیوں میں دھوم دھام کا اظہار تواضع و انکساری اور شان بندگی کے خلاف ہے۔ اس لئے اللہ رب العزت نے عمومی حکم یہ فرمایا کہ وہ اظہار خوشی و مسرت میں دھوم دھام کو پسند نہیں فرماتا۔ اس لئے ایسی خوشیاں منانے سے منع کیا گیا ہے جو یاد الٰہی سے غافل کر دیں۔ گویا اللہ فرما رہا ہے اے بندے! ایسی طبیعت، مزاج اور طور طریقے اپناؤ کہ تیرا شمار فرحین میں ہونے لگے۔ جب اپنے فضل اور رحمت کی

Marfat.com

بات کی تو اپنے اس حکم میں استثناء (Exemption) کا اعلانِ فرمادیا، کہ اگر میرا فضل اور رحمت نصیب ہو جائے تو میرا انتہائی حکم یہ فلیفرحوا ہے۔یعنی یہ کہ خوب خوشیاں منایا کرو۔و ھو خیر مما یجمعون کے ذریعہ یہ بتلا دیا کہ جو لوگ جشن میلاد کے موقع پر لائٹنگ کے لئے قمقمے لگاتے ہیں، گل پاشیاں کرتے ہیں، قالین اور غالیچے بچھاتے ہیں، جلسے جلوس اور محافل و اجتماعات کا اہتمام کرتے ہیں، لنگر کے لئے کھانا پکاتے ہیں یعنی دھوم دھام سے اظہار خوشی کے لئے جو کچھ انتظامات کرتے ہیں وہ ان کی عبادات ونوافل اور دیگر نیکیاں جنکو وہ اپنے نامۂ اعمال میں جمع کرتے رہتے ہیں سے اجر میں زیادہ ہیں۔اب صاف ظاہر ہے کہ اس اہتمام پر خرچ تو ہوگا اس لئے فرمادیا کہ میلاد مصطفیٰ کی خوشی کے لئے خرچ کرنا اس جمع کرنے سے بہتر ہے خواہ وہ جمع کرنا مال ودولت کی شکل میں ہو یا اعمال کی شکل میں ہو۔

حضور نبی اکرم ﷺ اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہیں

آیت متذکرہ بالا میں دو چیزوں یعنی اللہ کے فضل اور رحمت پر خوشی منانے کا حکم دیا گیا ہے۔سوال یہ ہے کہ یہاں فضل اور رحمت سے کیا مراد ہے؟ اگر ہم قرآن مجید کی دیگر آیات مبارکہ پر نظر ڈالیں تو یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ ذات گرامی مصطفیٰ ﷺ ہی اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور علیہ السلام کی تشریف آوری انسانیت پر رب العالمین کی رحمت ہے اور بعثت مصطفوی ہی اس کا سب سے بڑا فضل ہے۔

ا۔امام آلوسی اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں۔

و أخرج ابو الشيخ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما أن الفضل العلم و الرحمة محمد ﷺ و أخرج الخطيب و ابن عساكر عنه تفسير الفضل بالنبي عليه الصلاة والسلام۔(۵)

''ابو شیخ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ فضل سے مراد علم ہے اور رحمت سے مراد محمد ﷺ ہیں۔خطیب اور ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا

Marfat.com

ہے کہ فضل سے مراد نبی اکرم ﷺ ہیں۔''

۲۔امام سیوطیؒ نے بھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکورہ بالا قول نقل کیا ہے۔

و أخرج ابو الشيخ عن ابن عباس رضي الله عنه فى الاية قال فضل الله العلم و رحمته محمد ﷺ قال الله تعالى (وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ ○ (الانبياء، ۲۱:۱۰۷) (۶)

''ابوشیخ نے اس آیت کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فضل اللہ سے مراد علم (قرآن) ہے اور رحمت سے مراد محمد ﷺ کی ذات گرامی ہے اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے: اور ہم نے (اے محبوب ﷺ) آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے ○''

۳۔امام ابوحیان اندلسی ضحاک کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں:

و قال ابن عباس فيما روى الضحاك عنه الفضل العلم و الرحمة محمد ﷺ۔ (۷)

''ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ فضل سے مراد علم (قرآن) اور رحمت سے مراد محمد ﷺ ہیں۔''

۴۔ امام ابن جوزی نے بھی یہی قول نقل کیا ہے

ان فضل الله العلم و رحمته محمد ﷺ رواه الضحاك (عن ابن عباس)۔ (۸)

ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بے شک فضل اللہ سے مراد علم (قرآن) ہے اور رحمت سے مراد محمد ﷺ ہیں۔

۵۔ امام طبری نے اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے۔

و معنى الاية قل لهؤلاء الفرحين بالدنيا المعتدين بها الجامعين لها إذا فرحتم بشيء فافرحوا بفضل الله عليكم و رحمته لكم بانزال هذا القرآن و ارسال محمد اليكم فانكم تحصلون بهما نعيما دائمًا مقيما هو

Marfat.com

خیرلکم من هذه الدنیا الفانیة ....

عن قتاده و مجاهدو غیر هما قال ابو جعفر الباقر علیہ السلام فضل اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔(۹)

اس آیت کریمہ کا معنی ہے کہ ''آپ ان تمام دنیاوی خوشیاں منانے میں حد سے تجاوز کرنے والوں اوران کی خاطر جمع ہونے والوں کوفرمادیں۔''

''اگرتم کوئی خوشی منانا چاہتے ہوتو اللہ کے فضل اور رحمت پر خوشی مناؤ جونزول قرآن اورولادت وبعثت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صور ۔ میں تمہیں عطا ہوئے ہیں۔پس بے شک تم ان دونوں (نزول قرآن اورولادت وبعثت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پرخوشی منانے) کے بدلے میں ہمیشہ قائم رہنے والی نعمت (جنت) حاصل کرو گے جوتمہارے لیےاس فانی دنیا سے بہت بہتر ہے۔''

مولانا اشرف علی تھانوی کا نقطہ نظر

یہاں چلتے چلتے ضمناً دیوبندی مکتبہ فکر کے معروف عالم دین مولانا اشرف علی تھانوی کے نقطہ نظر سے بھی آگاہی حاصل کرلینا زیرنظر موضوع کی وضاحت کے لئے ضروری ہے۔جیسا کہ اس سے قبل بھی عرض کیا جاچکا ہے کہ رحمت اور فضل سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں چنانچہ اس سلسلے میں مولانا موصوف نے بجاطور پراپنی کتاب میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مرتب شدہ تقاریر) میں اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ بلااختلاف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت اوراس کا کامل ترین فضل ہیں۔اس لئے اس آیہ کریمہ سے بدلالۃ النص یہ بھی مرادلیا جاسکتا ہے کہ یہاں رحمت اور فضل سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن کی ولادت پراللہ تعالیٰ خوشی منانے کا حکم دے رہے ہیں۔(۱)

(۱) وہ متذکرہ بالا آیات قرآنی میں فضل اور رحمت کی اصل مراد قرآن کو قرار دیتے ہوئے یہ وضاحت کرتے ہیں: ''اب قرآن مجید میں دوسرے مقامات پر دیکھنا چاہئے کہ ان دونوں لفظوں (فضل اور رحمت) سے کیا مراد ہے؟ قرآن مجید میں یہ دونوں لفظ بکثرت آتے ہیں۔کہیں دونوں سے ایک معنی مراد ہیں اور کہیں جدا جدا،چنانچہ ایک مقام پرارشاد ہوتا ہے۔

وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ. (البقرہ، ۲ : ۶۴)

اکثر مفسرین کے نزدیک فضل اوررحمت سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود مسعود ہے اوردوسری جگہ ارشاد ہے:

Marfat.com

اس ضمن میں اگرچہ ہم نے ''ذٰلک'' کے استعمال کی حکمت کے حوالے سے اوپر بھی ایک خاص علمی نکتہ بیان کیا ہے۔تاہم چنداور باتیں قابل ذکر ہیں مثلاً:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا۔(یونس،۱۰:۵۸)

''فرمادیجئے! کہ اللہ کا وہ فضل جوان پر ہوا اور اللہ کی وہ رحمت جوانہیں عطا کی گئی اس کے سبب وہ خوشیاں منائیں۔''

اس آیت میں مضمون اور مدعائے بیان یوں بھی مکمل تھا،اگر کہا جاتا:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَلْيَفْرَحُوْا

وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ لَا تَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا(النساء، ۴: ۸۳)
یہاں بھی بقول مفسرین حضور ﷺ ہی مراد ہیں بعض آیات میں فضل سے مراد رحمت دنیوی اور رحمت سے رحمت دینی مراد ہے پس تمام تفاسیر کا مجموعہ دنیوی رحمتیں اور دینی رحمتیں ہوا۔پھر اس کی وضاحت بھی کرتے ہیں کہ ''جو نعمت اصل اور سرچشمہ ہے تمام دنیوی اور دینی نعمتوں کا وہ ہے حضورر ﷺ کی تشریف آوری (ماخوذ از میلاد النبی: ۱۰۴)

وہ مزید لکھتے ہیں: اس مقام پر ہر چند کہ آیت کے سباق کے پر نظر کرنے کے اعتبار سے قرآن مجید مراد ہے لیکن اگر ایسے معنی عام لئے جائیں کہ قرآن مجید بھی اس کا ایک فرد رہے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔وہ یہ کہ فضل اور رحمت سے مراد حضورؐ کا قدوم مبارک لیا جائے۔اس تفسیر کے موافق جتنی نعمتیں اور رحمتیں ہیں خواہ وہ دینی ہوں یا دنیوی اور ان میں قرآن بھی ہے۔سب اس میں داخل ہو جائیں گی اس لئے کہ حضورؐ کا وجود باوجود اصل ہے تمام نعمتوں کی اور مادہ ہے تمام رحمتوں اور فضل کا۔

پس یہ تفسیر اجمع التفاسیر ہو جائے گی۔پس اس تفسیر کی بنا پر حاصل آیت کا یہ ہوگا کہ ہم کو حق تعالیٰ ارشاد فرما رہے ہیں کہ حضورر ﷺ کے وجود باوجود پر خواہ وجود نوری ہو یا ولادت ظاہری، اس پر خوش ہونا چاہئے۔اس لئے کہ حضورر ﷺ ہمارے لئے تمام نعمتوں کا واسطہ ہیں۔(دوسری عام نعمتوں کے علاوہ) افضل نعمت اور بڑی دولت ایمان ہے جس کا حضورر ﷺ سے ہم کو پہنچنا بالکل ظاہر ہے۔غرض اصل الاصول تمام مواد فضل و رحمت کی حضور ﷺ کی ذات بابرکات ہوئی۔پس ایسی ذات بابرکات کے وجود پر جس قدر بھی خوشی اور فرحت ہو کم ہے''(ماخوذ از مجموعہ خطبات بنام میلاد النبی ﷺ از مولانا اشرف علی تھانوی: ۱۲۰،۱۲۱،مطبوعہ [illegible] تب [illegible] ۔ [illegible]ہور)

Marfat.com

لیکن ''فَبِذٰلِکَ'' لا کر تکرار پیدا کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ کہیں باعث مسرت کسی اور چیز کو نہ ٹھہرا لیا جائے اور دھیان کسی اور طرف نہ چلا جائے اور یہ بیان مقصود تھا کہ بس اس نعمت کبریٰ کے سبب سے جو تمہیں اس کی ولادت کے سبب سے نصیب ہوئی خوشیاں منانے کا حکم دیتے ہوئے ہم تمہیں یہ نہیں کہتے کہ تم میرا شکر صرف سجدے کر کے بجالاؤ، صرف روزوں کی صورت میں بجالاؤ، صدقات وخیرات کر کے میری نعمت کا شکر بجالاؤ، یہ سب طریقے بجا ہیں مگر یہ طریقے تو عام نعمتوں کے شکرانے کے لئے ہیں۔ اس پیکر رحمت کا تمہارے لئے رحمت بن کر آنا اتنی بڑی نعمت ہے کہ اس نعمت کے توسط سے ہی تو ہم نے انسانیت کو ساری نعمتیں عطا کیں لہٰذا نعمتِ عظمیٰ کے ملنے کے موقع پر تم چراغاں بھی کرو، جشن بھی مناؤ، کھانے پکاؤ اور انہیں غرباء ومساکین کو بھی کھلاؤ غرضیکہ جائز طریقے سے ہر وہ خوشی کرو جو دنیا میں کسی بھی مسرت کے موقع پر کر سکتے ہو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کی نعمت کے عطا ہونے پر ایسی عید اور جشن کا سماں دیکھنا چاہتی ہے کہ امت مسلمہ کا عمل یہ ثابت کر دے کہ وہ اپنے اس عظیم المرتبت نبی ﷺ کی ولادت کو منا رہی ہے۔

نعمت کے شکرانے کا انفرادی واجتماعی سطح پر حکم

یہاں ''فلیفرحوا'' کے الفاظ قابل غور ہیں۔ کسی اور نعمت کا شکر بجالانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس طرح کا حکم نہیں دیا حالانکہ یہاں خداوند قدوس اگر چاہتا تو ''فلیفرحوا'' کی جگہ ''فلیسجدوا'' ''سجدے کرو'' یا ''فلیعبدوا'' ''عبادت کرو'' یا ''فلینفقوا'' ''خرچ کرو'' وغیرہ بھی فرما سکتا تھا لیکن صرف اور صرف ''فلیفرحوا'' فرمایا تاکہ یہ تصور پختہ تر ہو جائے کہ ان تمام طریقہ ہائے شکر سے بڑھ کر خوشی منانا افضل ترین شکر ہے۔ عام طور پر مشاہدے میں آیا ہے کہ کسی کے ہاں بیٹے پیدا ہوں، قومی آزادی حاصل ہو، فتح ونصرت کا دن آئے تو مسرت اور جشن کا سماں ہوتا ہے۔ تم یہ سب خوشیاں انفرادی اور اجتماعی طور پر مناتے ہو۔ اللہ تعالیٰ صرف یہ چاہتا ہے کہ اس نعمت عظمیٰ کے ملنے کا دن آئے تو وہ خوشی اتنی ہو کہ دنیا کی ساری خوشیوں پر غالب آ جائے۔

Marfat.com

اب صاف ظاہر ہے کہ خوشیاں منانے، جشن منانے، چراغاں کرنے اور کھانے پکا کر تقسیم کرنے پر مال و دولت خرچ ہوتا ہے۔ کوئی یہ کہہ سکتا تھا (جیسا کہ معترضین یہ اعتراض کرتے ہیں) کہ عید میلاد النبی ﷺ پر ان کاموں میں خرچ کرنے سے کیا فائدہ، اس سے بہتر تھا کہ یہ رقم کسی محتاج، غریب، نادار کو دے دی جاتی، کوئی مسجد بنا دی جاتی، کسی مدرسے میں جمع کر دی جاتی وغیرہ وغیرہ یعنی اس طرح کے کئی شکوک وشبہات پیدا ہو سکتے تھے یہ خرچ کرنا سب اپنی جگہ بالکل درست، صحیح اور بجا ہے مگر باری تعالیٰ نے اس خیال کو بھی رد کر دیا۔ فرمایا یہ بھی ٹھیک ہے لیکن اس موقع پر امت کی اجتماعی خوشی زیادہ اہمیت رکھتی ہے اللہ کسی کو صدقات وخیرات سے منع تو نہیں کرتا۔ ہر کوئی غرباء ومساکین اور مستحقین کی خدمت اپنی استطاعت کے مطابق کرے مگر جب خوشی کا موقع آئے تو تم یہ بہانہ بنا کر نہ بیٹھ جاؤ کہ ہم تو یہ کسی اور نیک کام میں صرف کر دیں گے۔ نہیں بلکہ فرمایا: ''**فليفرحوا**'' محبوب ﷺ! انہیں چاہئے کہ وہ خوشی منائیں۔

آیت میں مذکور تاکیدات کا مقصود

اس آیت مبارکہ میں اگر غور کیا جائے تو ہمیں واضح طور پر چھ بڑی بڑی تاکیدیں نظر آتی ہیں۔ قرآن حکیم میں کسی حکم کو پہنچانے کا یہ طریقہ بہت ہی کم اختیار کیا گیا ہے۔

پہلی تاکید: قل کہہ کر بات شروع کرنا یہ بھی ایک قسم کی تاکید ہوتی ہے جس کا مطلب ہے ہمہ تن گوش ہو جاؤ۔

دوسری تاکید: بفضل اللہ۔ اللہ کے فضل کی وجہ سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کے فضل کی وجہ سے کیا؟ استفہام پیدا کرنا بھی طریقۂ تاکید ہے۔ کہ ابھی اصل بات کو گویا چھپایا جا رہا ہے۔

تیسری تاکید: وبرحمته ''اللہ کی رحمت کی وجہ سے'' یہاں پھر استفہام پیدا کر دیا کہ رحمت کی وجہ سے کیا؟ تیسری تاکید ہے۔

Marfat.com

چوتھی تاکید: بفضل اللہ و برحمتہ کے بعد ذلک دوبارہ لایا گیا۔

پانچویں تاکید: ذلک پر فا اضافہ کیا گیا ''فا'' عربی قواعد میں تاکید کیلئے ہوتا ہے۔

چھٹی تاکید: یفرحوا پر پھر فا اور ل کا اضافہ کیا گیا ''ل'' بھی تاکید پیدا کرتا ہے۔(۱)

اتنی تاکیدوں کے بعد جو بات کہی وہ ایک لفظ ہے **فلیفرحوا** ''خوشیاں مناؤ'' جشن مناؤ کیونکہ ''فبذلک'' محبوب جو آ گیا ہے۔

اگر انسانی معاملہ ہو تو اتنی تاکیدوں سے بوریت ہو جاتی ہے مگر یہاں چونکہ محبوب ﷺ کی بات ہونے والی ہے اور کلام بھی خدا کا ہے اس لیے اس میں مزید حسن اور نکھار پیدا ہو گیا ہے۔

چھ تاکیدوں کے بعد مضمون کو یہاں آ کر ختم کرنا کہ (یہ خوشیاں منانا جمع کرنے سے بہتر ہے) اس خوشی منانے کی اہمیت کو بدرجہ اتم واضح کر رہا ہے۔

اس کی مثال اس طرح دی جا سکتی ہے جس طرح کسی بچے کو اس کا باپ کہے کہ بیٹا فلاں جگہ

---

(۱) ان تاکیدات کے علاوہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے اسی آیت کے ذیل میں خوشی منانے کے ثبوت میں چند اور تاکیدوں کا ذکر یوں کیا ہے۔ ''بہرحال اس آیت سے عموماً یا خصوصاً یہ ثابت ہوا کہ اس نعمت عظیمہ پر خوش ہونا چاہئے اس لئے کہ اول تو جار مجرور (بفضل اللہ) کو مقدم لائے جو کہ حصر کو مفید ہے۔ اس کے بعد رحمت پر پھر جار کا اعادہ فرمایا کہ جس سے اس میں استقلال کا حکم پیدا ہو گیا۔ پھر اس پر اکتفا نہیں فرمایا گیا بلکہ اس کو مزید تاکید کے لئے فبذلک سے مکرر ذکر فرمایا''

مذکورہ بالا تاکیدات کے بعد آگے لکھتے ہیں:

''حاصل یہ ہوا کہ اگر کسی شئے کے ساتھ خوش ہوں تو اللہ ہی کے فضل اور رحمت کے ساتھ یعنی اگر دنیا میں کوئی شئے خوشی کی ہے تو یہی نعمت ہے اور اس کے سوا کوئی شئے قابل خوشی نہیں۔ اس سے بدلالۃ النص یہ بھی ثابت ہو گیا کہ یہ نعمت تمام نعمتوں سے بہتر ہے۔ پس جس نعمت پر حق تعالیٰ اس شد و مد کے ساتھ خوش ہونے کا حکم فرما دیں وہ کس طرح خوش ہونے کے قابل نہ ہو گی۔ یہ حاصل ہوا کہ اس آیت کا معنی ہے کہ اس پر فضل اور رحمت سے حضور ﷺ مراد لئے جائیں''۔ (ماخوذ از میلاد النبی ﷺ حوالہ مذکورہ: ۱۲۱، ۱۲۲)

Marfat.com

نہ جایا کرو یا اسے کسی کام کے کرنے کا حکم دے کہ فلاں کام کیا کرو۔ اب سمجھدار اولاد کے لئے باپ کا اتنا کہنا کافی ہوتا ہے لیکن باپ جب اس حکم کے ساتھ یہ بھی کہے کہ "بیٹے میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ فلاں کام کیا کرو" اب بیٹے کے کان کھڑے ہو جائیں گے کیونکہ اب تاکید بڑھ گئی۔ وہ سوچ لے گا کہ والد مجھے جس کام کے لئے حکم دیتا ہے وہ کوئی خاص ہوگا لیکن اگر اس بچے کا والد اس سے بھی زیادہ سخت حکم دیتا ہے "بیٹے سن لے میں تمہیں بطور خاص کہہ رہا ہوں کہ فلاں کام ضرور، ضرور کرو۔" اب باپ کے حکم میں چار تاکیدیں ہو گئیں اور اگر ان تاکیدوں کے ساتھ باپ اسے یہ بھی کہہ دے کہ بیٹے کچھ اور کرو نہ کرو ایسا ضرور کرو ورنہ میں ناراض ہو جاؤں گا تو اب بھلا حکم عدولی کی کوئی گنجائش رہ جاتی ہے؟

ترک فعل اور خلاف ورزی تو پہلے بھی خلاف ادب تھی مگر اتنی تاکیدات کے ساتھ حکم دینے کا تو یہی مطلب بنتا ہے کہ "بیٹے میں فقط تم سے اس حکم کی تعمیل چاہتا ہوں" اب کوئی انتہائی بد بخت بیٹا ہی ہوگا جو اس حکم کی بجا آوری سے پہلو تہی کرے گا۔ لیکن یہ تو ایک مثال تھی باپ کا حکم کہاں اور رب ذوالجلال کا حکم کہاں؟ وہ رب تو اپنے پیارے رسول ﷺ کی زبان حقیقت ترجمان سے ہی کہلوا رہا ہے کہ محبوب! آپ میری طرف سے لوگوں کو حکم فرما دیں کہ ان پر جو اللہ کا فضل اور رحمت اپنے کمال درجہ اتم کو پہنچ کر نبی آخر الزمان ﷺ کے وجود اقدس کی صورت میں نصیب ہوئی ہے اس کے شکرانے پر خوب خوشیاں مناؤ اور یہ بات میں تاکید سے کہہ رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی میلاد کی خوشیاں منانے کے حوالے سے صرف ایک قانون برقرار رکھا "عبدہ و رسولہ" یعنی حضور ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اس تصور کے ساتھ شرعی حدود کے اندر رہ کر جتنی خوشیاں منائی جائیں جائز ہے، کوئی حد نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے خوشیاں منانے کی کوئی حد مقرر نہیں کی تو کوئی انسان کیسے کر سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ یہ بھی فرما رہا ہے کہ اگر میری منشاء و حکم کے مطابق خوشی مناؤ گے تو مجھے میری عزت کی قسم تم جو شئے بھی توشۂ آخرت کے طور پر تیار کر رہے ہو اس سے تمہارا یہ خوشی منانا بہرحال میرے نزدیک زیادہ باعث اجر و ثواب ہوگا بلکہ فرمایا:

Marfat.com

هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ۔ (یونس،۱۰:۵۸)

''(خوشی منانا) بہتر ہے اس چیز سے جو وہ جمع کر کے رکھتے ہیں''

یہ بات واضح فرمادی کہ اگر تم نے میرے اس فضل اور رحمت کی آمد پر خوشی نہ کی تو بے شک تم عبادت و ریاضت کے ڈھیر لگا تو مجھے اس سے کوئی سروکار نہ ہوگا۔ مجھے تو اپنے محبوب ﷺ کی آمد پر تمہارا خوش ہونا ان عبادتوں سے زیادہ اچھا لگتا ہے۔ بے شک ان عبادات کا حکم بھی میں نے ہی دیا ہے مگر اس نعمت کے شکرانے پر تم عبادات کے علاوہ خوشی بھی مناؤ۔

هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ کی تفسیر

آیت کا عمومی مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی منانا جمع کر کے رکھنے سے بہتر ہے۔ اب جمع کیا چیز ہوسکتی ہے؟ دو ہی چیزیں جمع کی جاسکتی ہیں۔

۱۔ دنیا کے حوالے سے جمع کرنا چاہیں تو مال و اسباب اور دولت وغیرہ جمع کی جاسکتی ہے

۲۔ اور اگر آخرت کے حوالے سے جمع کرنا ہو تو اعمال صالحہ مثلاً نماز، روزہ، حج، صدقات وخیرات وغیرہ ہوسکتے ہیں۔ مگر قرآن نے یہاں نہ مال و دولت کی تخصیص کی ہے اور نہ ہی اعمال صالحہ اور تقویٰ وغیرہ کی نشاندہی کی ہے بلکہ اس آیت مبارکہ میں ''ما'' کلمہ عام ہے جو کہ دنیا و آخرت دونوں کو حاوی ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو گویا اس آیت سے مراد یہ ہے کہ:

لوگو! تم اگر دنیا کے مال و دولت جمع کرتے ہو، جائیدادیں، کارخانے اور فیکٹریاں بناتے ہو یا سونے چاندی کے ڈھیروں کا ذخیرہ کرتے ہو غرضیکہ انواع و اقسام کی دولت خواہ نقد میں ہو یا کسی جنس میں، میرے محبوب ﷺ کی آمد اور ولادت پر خوشی منانا تمہارے اس قدر مال و دولت جمع کرنے سے بہر حال بہتر ہے۔ اور آخرت کے حوالے سے عمل صالح، سجدوں، رکوعوں، قیام و قعود کا ذخیرہ کرلو، نفلی عبادتوں کو جمع کرلو، فرائض کی بجا آوری سے اجر و ثواب کا ذخیرہ کرلو، غرضیکہ نیکی کے تصور سے جو چاہو کرتے پھرو لیکن اس نعمت پر شکرانے کے لئے جشن منانا اور اس پر اپنا مال و دولت خرچ کرنا، یہ تمہارے سارے دنیوی اور دینی اعمال کے ذخیرے سے زیادہ پیش

Marfat.com

بہا، زیادہ بہتر ہے۔

اس لئے کہ اگر تم نے اس نعمت عظمیٰ کی آمد پر خوشی نہ کی تو تم نے اعمال صالحہ کی بھی قدر نہ کی چونکہ سب اعمال تو تمہیں اسی کے سبب سے نصیب ہوئے قرآن اسی کے سبب سے ملا، نماز، روزہ، حج وغیرہ اسی کے توسط سے عطا کئے گئے، ایمان واسلام بھی اسی کے ذریعے سے ملے، دنیا و آخرت کی ہر نیکی اور عزت و مرتبہ بھی اسی کے سبب سے ملا اور حق تو یہ ہے کہ یہ سب کچھ عطا کرنے والا رب العزت تمہیں اسی کے سبب سے ملا پس اس ہستی کے عطا کئے جانے پر شکر بجالانے اور خوشیاں منانے کا عمل سب سے بڑھ کر ہونا چاہئے۔

ولادتِ محمدی ﷺ پر اظہارِ مسرت وافتخار

(احادیث وآثار سے استدلال)

گزشتہ صفحات میں ہم نے میلاد النبی ﷺ پر نعمتوں کا شکر بجالانے کے حکم خداوندی کے تناظر میں نیز میلاد النبی ﷺ کے قرآنی حکم وجوب 'فَلْيَفْرَحُوْا'' کی روشنی میں تفصیلی گفتگو کی ہے جس میں ہم نے نص قرآن من حيث المجموع بحمد للہ یہ ثابت کیا کہ میلاد النبی ﷺ کے موقع پر خوشیاں منا کر اللہ کی اس نعمت کبریٰ کا شکر بجالانا حضور نبی اکرم ﷺ کے نام لیوا ہر مسلمان کے لئے واجب ہے۔

اب یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ ہمیں ثقہ روایات کی روشنی میں سنت الٰہیہ سے بھی اس امر کی تصدیق ملتی ہے یا نہیں؟ کیونکہ یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کو اپنی نعمت قرار دے کر ان کی آمد پر خوشی اور جشن منانے کا حکم تو دیا لیکن کیا اس نعمت کی آمد پر خود بھی جشن منایا اور خوشی کا کوئی اظہار فرمایا؟ یہ واقعی اتنی بڑی بات تھی تو خود اللہ رب العزت نے بھی اس کی ولادت پر جشن منایا ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت اور اس نعمت عظمیٰ کے حصول پر نہ صرف ہمیں جشن منانے کا حکم دیا ہے بلکہ اپنے عمل اور سنت مبارکہ سے جشن منا کر دکھایا بھی ہے۔

Marfat.com

ظہورِ قدسی پر غیر معمولی خوشی کا الوہی اہتمام

تمام کتب فضائل و سیر میں ہمیں اس قسم کی روایات اکثر ملتی ہیں جن میں حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت کے تفصیلی حالات کے ساتھ اس چیز کو بھی واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی ولادت پر خوشی منائی۔

بہار میں جانِ بہار کی آمد

اللہ رب العزت کی قدرت کاملہ کے اس اہتمام و انصرام پر قربان جائیں کہ اس نے اپنے محبوب ﷺ کی آمد کے لئے جو موسم منتخب فرمایا وہ بھی بہار کا تھا۔ یہ عجیب حسن اتفاق تھا کہ وہ ربیع الاول جس کو آپ ﷺ کی ولادت کا شرف حاصل ہوا بہار کے جوبن کا حسن اور اس کی تمام تر رعنائیاں اور دلفریبیاں اپنے اندر سموئے ہوئے تھا، حالانکہ عام طور پر ربیع الاول ہر قمری مہینے کی طرح سال کے مختلف موسموں میں بدل بدل کر آتا ہے۔

حضرت سعید بن مسیب کا یہ قول بھی اس کی تائید کرتا ہے:

و کان ذلک فی فصل الربیع۔(۱۰)

''یعنی حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت موسم بہار میں ہوئی۔''

چنانچہ کسی عربی شاعر نے بڑے خوبصورت انداز میں اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فوجهی والزمان و شهر وضعی
ربیع فی ربیع فی ربیع۔(۱۱)

عربی میں ربیع بہار کے موسم کو کہتے ہیں فطرت کا یہ کتنا حسین امتزاج تھا کہ جہان آب و گل میں جب آپ ﷺ کی تشریف آوری ہوئی خزاں اپنی بساط لپیٹ کر رخصت ہو چکی تھی۔ مشاطہ بہار عروس چمن کو آراستہ و پیراستہ کرنے میں محو تھی اور بے رنگ خاکہ دہر میں قدرت کی رنگینیاں بھری جا رہی تھیں۔

Marfat.com

حضور نبی اکرم ﷺ کی آمد پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ نے ساری زمین کو سرسبز کر دیا اور روئے زمین کے خشک اور گلے سڑے درختوں کو بھی پھلوں پھولوں سے لاد دیا، ہر سمت رحمتوں اور برکتوں کی بھرمار کر دی اور قحط زدہ علاقوں میں رزق کی اتنی کشادگی فرما دی کہ وہ سال خوشی اور فرحت والا سال کہلایا۔

اس بارے میں درج ذیل روایت ہے:

و كانت تلك السنة التى حمل فيها برسول الله ﷺ يقال لها سنة الفتح و الإبتهاج فان قريشا كانت قبل ذلك فى جدب و ضيق عظيم فاخضرت الأرض و حملت الأشجار و أتاهم الرغد من كل جانب فى تلك السنة۔ (١٢)

''جس سال نور محمدی ﷺ سیدہ آمنہ (رضی اللہ عنہا) کو ودیعت ہوا وہ فتح و نصرت، تر و تازگی اور خوشحالی کا سال کہلایا۔ اہل قریش اس سے قبل معاشی بدحالی، عسرت اور قحط سالی میں مبتلا تھے۔ ولادت کی برکت سے اس سال اللہ تعالیٰ نے بے آب و گیاہ زمین کو شادابی اور ہریالی عطا فرمائی اور (سوکھے) درختوں کی پژمردہ شاخوں کو ہرا بھرا کر کے انہیں پھلوں سے لاد دیا۔ اہل قریش اس طرح ہر طرف سے کثیر خیر آنے سے خوشحال ہو گئے۔''

آسمانوں اور جنتوں کے دروازے کھول دیے گئے

ایک روایت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت فرشتوں سے فرمایا کہ تمام آسمانوں اور جنتوں کے دروازے کھول دیں، متعدد کتب سیر میں اس روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

و عن عمرو بن قتيبة قال سمعت أبى و كان من اوعية العلم قال لما حضرت ولادة آمنة قال الله للملائكة افتحوا ابواب السماء كلها و

Marfat.com

ابوب الجنان والبست الشمس یومئذ نورا عظیما۔(۱۳)

''عمرو بن قتیبۃ سے مروی ہے کہ میں نے اپنے والد سے سنا جو متجر عالم تھے کہ جب حضرت آمنہ (رضی اللہ عنہا) کے ہاں ولادت باسعادت کا وقت قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ تمام آسمانوں اور جنتوں کے دروازے کھول دو اور اس روز سورج کو عظیم نور پہنایا گیا۔

پورا سال خواتین کو لڑکے عطا ہوئے

ایک اور نہایت اہم بات جو آپ ﷺ کے میلاد پر وقوع پذیر ہوئی وہ یہ کہ رب کائنات نے بھی اپنے محبوب ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری کی خوشی میں پورا سال لڑکیوں کی پیدائش کو موقوف کر کے اور دنیا کو لڑکے عطا کر کے جشنِ میلادِ مصطفیٰ ﷺ منایا۔ قبائلِ عرب لڑکیوں کی پیدائش کو منحوس خیال کرتے تھے۔ خود ساختہ غیرت کی آڑ میں لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے۔ اللہ کے محبوب ﷺ کی آمد یقیناً کائنات کا ایک غیر معمولی واقعہ تھا کہ اس سال کسی کے گھر لڑکی پیدا نہ ہوئی۔ اللہ رب العزت نے لڑکیوں کو زندہ دفن کرنے کی رسمِ بد سے عامِ میلادِ مصطفیٰ ﷺ کو خالی رکھا اور ولادتِ مصطفیٰ ﷺ کے طفیل عرب اس قبیح رسم سے رکے رہے۔ عموماً لڑکوں کی پیدائش پر زیادہ مسرت اور شادمانی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ لڑکوں کی پیدائش سے ماں باپ کو فطری اور قلبی راحت بھی ملتی ہے کہ لڑکے بڑے ہو کر ان کے بڑھاپے کا سہارا بنیں گے۔ پس اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ کے نعلینِ پاک کے صدقے دنیا بھر کو لڑکے عطا کیے تاکہ ہر آنگن میں لمحاتِ مسرت اتر آئیں اور کسی کے چہرے پر حزن وملال کا ہلکا سا بھی سایہ نہ پڑنے پائے:

و أذن الله تلك السنة لنسآء الدنيا أن يحملن ذكوراً كرامة لرسول الله ﷺ۔(۱۴)

''اور اللہ تعالیٰ نے اس سال یہ اذن جاری فرمایا کہ حضور ﷺ کی تکریم میں تمام دنیا کی عورتیں لڑکوں کو جنم دیں۔''

Marfat.com

ظہورقدسی کے وقت اللہ نے جشن منایا

ولادت مصطفوی ﷺ کا پورا سال اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتوں کا نزول جاری رہا جب ظہور قدسی کی وہ سعید ساعتیں جن کا ان گنت صدیوں سے انتظار تھا، گردش ماہ و سال کی کروٹیں لیتے لیتے اس لمحہ منتظر میں سمٹ آئیں جس میں خالق کائنات کے بہترین شاہکار کو منصۂ عالم پر اپنی ضیاپاشیوں سے جلوہ گر ہونا تھا تو مشاطہ فطرت نے ایسی ایسی آرائشوں اور زیبائشوں کا اہتمام کیا جس کی نظیر ازل سے ابد تک نہ کبھی تھی اور نہ کبھی حیطہ خیال میں آسکتی ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی دنیا میں آمد کے موقع پر کائنات پست و بالا میں اتنا چراغاں کیا کہ شرق تا غرب ہر چیز بقعہ نور بن گئی۔ حضرت آمنہ (علیہا السلام) جن کی آغوش مبارک کو اس نور پاک کی پہلی جلوہ گاہ بننا تھا انہیں نبی آخر الزماں شہنشاہ دوجہاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی والدہ ماجدہ ہونے کا عدیم النظر شرف حاصل ہوا۔ وہ اپنے اس عظیم الشان لخت جگر کے واقعات ولادت بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

فلما فصل منی خرج معه نور أضاء له ما بين المشرق الى المغرب۔(۱۵)

''جب سرور کائنات ﷺ کا ظہور ہوا تو ساتھ ہی ایسا نور نکلا جس سے شرق تا غرب سب آفاق روشن ہو گئے۔''

آپ ہی سے ایک اور روایت یوں مروی ہے:

انه خرج منی نور أضاء قصور بصری من ارض الشام و فی رواية اضاءت له قصور الشام و أسواقها حتى رأيت أعناق الإبل ببصری۔(۱۶)

''بیشک مجھ سے ایسا نور نکلا جس کی ضیاء پاشیوں سے سرزمین شام میں بصریٰ کے محلات میری نظروں کے سامنے روشن اور واضح ہو گئے۔ اسی قسم کی ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ اس نور سے ملک شام کے محلات اور وہاں کے بازار اس قدر واضح نظر آنے لگے کہ میں

Marfat.com

نے بصریٰ میں چلنے والے اونٹوں کی گردنوں کو بھی دیکھ لیا۔"

اسی نور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ ﷺ کے محترم چچا حضرت سیدنا عباس اپنے ایک نعتیہ قصیدے میں جو انہوں نے آنحضور ﷺ سے اجازت لے کر غزوہ تبوک سے لوٹتے ہوئے سنایا، فرماتے ہیں:

و انـت لـمـا ولـدت أشـرقـت الأرض

و ضـاءت بـنـورک الأفـق

فـنـحـن فی ذالک الضیاء و فی النـور

و سبـل الـرشـاد نـخـتـرق (۱۷)

"جب آپ ﷺ پیدا ہوئے تو زمین چمک اٹھی اور آفاق روشن ہو گئے پس ہم اسی نور وضیاء میں رشد وہدایت کی راہوں کی طرف گامزن ہیں۔"

اس پر بحث کرتے ہوئے کتب سیر میں یہ صراحت بھی کی گئی ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے ملک شام اور دیگر عجائبات حالت بیداری میں ملاحظہ فرمائے نہ کہ خواب میں مثلاً

و هذا ظاهر فی أنها رأت ذلک النور یقظة۔(۱۸)

"اور یہ ظاہر ہے کہ آپ نے یہ نور حالت بیداری میں دیکھا"

اس ضمن میں کتب تاریخ وسیر میں ایک روایت بھی ملتی ہے کہ ایک دفعہ حضور ﷺ کے گرد صحابہ اس طرح جھرمٹ بنائے بیٹھے تھے جیسے چاند کے گرد نور کا ہالہ ہوتا ہے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اپنی ولادت کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیے تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا:

أنـا دعـوة أبی إبراهیم و بشری عیسی و رأت أمی أنه خرج منها نور أضاءت له قصور الشام۔(۱۹)

"میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا اور عیسیٰ کی بشارت ہوں، میری والدہ ماجدہ نے میری پیدائش کے وقت دیکھا کہ ان سے ایک ایسا نور نکلا جس سے محلات شام روشن ہو گئے۔"

Marfat.com

بزم کون ومکاں کی آرائش وزیبائش

یہ احادیث جووقت ولادت کے متعلق ہیں اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مشرق ومغرب میں چراغاں کر دیا یہ بھی مشہور روایت ہے کہ وہ رات جب نور محمدی ﷺ بطور امانت حضرت سیدہ آمنہ کے بطن مبارک میں منتقل ہوا جمعۃ المبارک کی رات تھی۔ اس رات اللہ جل مجدہ نے رضوان جنت کو جنت کے سارے دروازے کھول دینے کا حکم دیا اور ایک منادی کو یہ ندا دینے پر مامور فرمایا کہ وہ سعید ساعت قریب آ گئی ہے جس میں بشیر ونذیر ہادی کائنات اور نبی آخر الزماں ﷺ کا ظہور ہونے والا ہے۔ اس کے بعد عالم ملکوت وجبروت میں یہ ندا کی گئی کہ مقامات مقدسہ ومشرفہ کو معطر اور نہایت خوشبودار بنایا جائے اور مقربین ملائکہ جو اہل صدق وصفا ہیں وہ مقامات مقدسہ میں عبادت کے مصلے بچھائیں اس لئے کہ آج وہ نور جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ تک اصلاب طاہرہ میں مستور ومخفی چلا آتا تھا، سیدہ آمنہ کے مبارک بطن میں منتقل ہوا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انتقال نور کی اس رات کوئی ایسی جگہ اور مکان نہ تھا جو نور سے منور نہ ہوا ہو اور قریش کے تمام چوپائے گویا ہو گئے تھے اور آپس میں اس ظہور قدسی کے متعلق باتیں کرتے تھے اور بشارتیں دیتے تھے۔ (۲۰)

ستارے قمقمے بنے اور پرچم لہرائے گئے

ہم جب جشن مناتے ہیں تو اپنی بساط کے مطابق قمقمے روشن کرتے، اپنے گھروں، محلوں اور بازاروں کو چراغوں سے مزین ومنور کرتے ہیں لیکن وہ خالق کائنات جس کی بساط میں شرق وغرب ہے اس کی مشیت نے چاہا کہ محبوب ﷺ کے میلاد پر چراغاں کیا جائے تو نہ صرف شرق وغرب تک کی کائنات کو منور کر دیا بلکہ آسمانی کائنات کو بھی اس خوشی میں شامل کرتے ہوئے ستاروں کو قمقمے بنا کر زمین کے قریب کر دیا۔

حضرت عثمان بن ابی العاص کی والدہ فاطمہ بنت عبداللہ ثقفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

Marfat.com

أنهـا شهـدت ولادة امنة بـنت وهب أم رسـول الله ﷺ و كـان ذلك ليـل ولـدتـه قالت: فما شيئ أنظر اليه من البيت إلا نور و إني لأنظر الي النجوم تدنو حتى إني لأقول لتقعن علي۔(۲۱)

’’جس رات آپ ﷺ کی ولادت ہوئی میں حضور نبی اکرم ﷺ کی والدہ کے پاس تھی میں نے دیکھا کہ خانہ کعبہ نور سے منور ہو گیا ہے اور ستارے زمین کے اتنے قریب آ گئے کہ مجھے کہنا پڑا کہ کہیں وہ مجھ پر گر نہ پڑیں۔‘‘

نوٹ: بعض روایات میں وقع کی جگہ وضع بھی مذکور ہے۔

روشنیوں، قمقموں اور چراغوں کے علاوہ میلاد النبی ﷺ کے جشن میں جھنڈیاں بھی لگائی جاتی ہیں جن کے اثبات میں تاریخ وسیر کی جملہ معروف کتب میں ہمیں حضرت سیدہ آمنہ سے منقول روایت اس کی شہادت فراہم کرتی ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کے حکم سے جشن میلاد میں جھنڈے بھی لہرائے گئے۔ آپ فرماتی ہیں:

فكشف الله عن بـصرى فرأيت مشارق الارض و مغاربها و رأيت ثلاثة اعلام مضروبات علما بالمشرق و علما بالمغرب و علما على ظهر الكعبة۔(۲۲)

’’پھر اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں سے حجاب اٹھا دیئے تو مشرق تا مغرب تمام روئے زمین میرے سامنے کر دی گئی جس کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا نیز میں نے تین جھنڈے دیکھے ایک مشرق میں گاڑا گیا تھا دوسرا مغرب میں اور تیسرا پرچم کعبۃ اللہ کی چھت پر لہرا رہا تھا۔‘‘

شہد سے میٹھا فرحت بخش مشروب

اللہ جل مجدہ نے اپنے محبوب ﷺ کی ولادت کی خوشی میں یہاں تک اپنے کرم و انعام فرمائے کہ حضرت آمنہ دیگر تفصیلات کے ساتھ یہ بھی صراحت سے بیان فرماتی ہیں کہ ولادت کے وقت مجھے ایک ایسا مشروب دیا گیا جسے پی کر میں نے بے انتہا فرحت محسوس کی وہ شربت شہد سے بھی میٹھا اور فرحت بخش تھا۔

Marfat.com

حوران بہشت نے استقبال کیا

ظہور قدسی کے وقت حوروں نے حضرت آسیہ اور حضرت مریم **علیہما السلام** کی قیادت میں آپ ﷺ کا استقبال کیا۔ حضرت آمنہ **رضی اللہ عنہا** سے مروی اس حدیث میں مندرجہ بالا عجائبات کا تذکرہ ملتا ہے:

قالت ثم اخذنی ما یاخذ النساء و لم یعلم بی أحد لا ذکر ولا أنثی و إنی لوحیدة فی المنزل و عبد المطلب في طوافه. فسمعت وجبة عظیمة و أمراً عظیماً ھالینی ثم رایت کأن جناح طیراً أبیض قد مسح علی فوأدی فذھب عنی الرعب و کل وجع أجدة ثم التفت فإذا انا بشربة بیضاء فتناولتھا فاذا ھی احلی من العسل فاصابنی نور عال ثم رأیت نسوة کالنخل طوالا کأنھن من بنات عبد مناف یحدقن بی فبینما أنا اتعجب و أنا اقول و اغوثاه من این علمن بی فقلن لی "نحن آسیة امراة فرعون و مریم ابنة عمران و ھولاء من الحور العین"۔(۲۳)

"آپ فرماتی ہیں مجھے عورتوں کی طرح جب دردزہ شروع ہوا تو میں نے ایک بلند آواز سنی جس نے مجھ پر خوف طاری کر دیا پھر میں نے دیکھا کہ ایک سفید پرندے کا پر میرے دل کو مس کر رہا ہے جس سے میرا تمام خوف اور درد جاتا رہا پھر میں متوجہ ہوئی تو میں نے اچانک اپنے سامنے ایک سفید شربت پایا جسے میں نے پی لیا وہ شہد سے بھی میٹھا تھا پھر ایک بلند نور کے ہالے نے مجھے گھیر لیا میں نے دیکھا کہ حسین وجمیل عورتیں جو قد کاٹھ اور چہرے مہرے میں عبد مناف کی بیٹیوں سے مشابہ تھیں انہوں نے مجھے اپنے حصار میں لے لیا۔ میں حیران ہوئی کہ وہ کہاں سے آ گئیں اور انہیں اس (ولادت) کی خبر کس نے دی تو انہوں نے کہا کہ آسیہ زوجہ فرعون اور مریم بنت عمران ہیں اور یہ ہمارے ساتھ جنت کی حوریں ہیں۔"

Marfat.com

پرندوں نے استقبال کرتے ہوئے خوشی منائی

ولادت مصطفوی ﷺ کے وقت نہ صرف جنت کی حوریں اور فرشتے آپ ﷺ کے استقبال اور خوشیاں منانے کے لئے آپ ﷺ کی جائے ولادت پر آئے بلکہ اللہ تعالیٰ کی دوسری مخلوق حیوانات اور چرند پرند بھی حکم ربی سے رحمۃ للعالمین ﷺ کے استقبال کے لئے امڈ آئے اور وہ اس لئے خوشی منا رہے تھے کہ آج وہ ہستی بزم کائنات کو سعادتوں سے نواز رہی تھی جسے خود اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین کہا چونکہ عالمین میں کائنات ہست و بود کی ہر ذی روح اور غیر ذی روح شجر وحجر غرضیکہ جملہ خشک وتر مخلوق شامل ہے لہٰذا بلا مبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس وقت خدا کی جملہ مخلوق جس میں انسانوں، فرشتوں، جنوں، چرندوں اور پرندوں کے علاوہ غیر ذی روح مخلوق بھی شامل ہے سب نے اظہار مسرت وانبساط کیا۔

چنانچہ مندرجہ بالا روایت ہی کے بقیہ الفاظ اس طرح اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ حضرت سیدہ آمنہ ولادت کے واقعات بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

فبینما انا کذالک اذا بدیباج ابیض قد مدّ بین السماء والارض و اذا قائل یقول خذاہ عن اعین الناس قالت و رأیت رجالا قد وقفوا فی الھواء بأیدیھم أباریق من فضة ثم نظرت فاذا انا بقطعة من الطیر قد أقبلت حتی غطت حجرتی مناقیرھا من الزمرد و اجنحتھا من الیاقوت۔ (۲۴)

''اسی دوران میں نے سفید ریشم کا ایک ٹکڑا دیکھا جو زمین وآسمان کے درمیان پھیلا دیا گیا اس وقت ایک کہنے والا کہہ رہا تھا انہیں پکڑ کر لوگوں کی آنکھوں سے دور لے جاؤ آپ فرماتی ہیں میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ہوا میں (تعظیماً) کھڑے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں چاندی کی صراحیاں ہیں پھر میں نے پرندوں کے جھنڈ دیکھے جنہوں نے آ کر میرے حجرہ (مبارک) کو ڈھانپ لیا ان کی چونچیں زمرد کی اور پر یاقوت کے تھے۔''

ان تفصیلات کو متعدد ائمہ تفسیر وحدیث کے علاوہ علامہ ابن ہشام نے سیرت ابن ہشام

Marfat.com

میں، ابن کثیر نے سیرت ابن کثیر میں، امام قسطلانی نے المواھب اللدنیہ میں، امام محمد بن عبد الباقی زرقانی نے شرح المواہب میں، امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی نے دلائل النبوۃ میں، علامہ یوسف نبہانی نے انوار محمدیہ اور شواہد الحق میں، علامہ محمد برہان الدین حلبی نے سیرت حلبیہ میں، علامہ عبدالرحمٰن سہیلی نے روضۃ الانف میں، شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے مدراج النبوۃ میں، مولانا اشرف علی تھانوی نے نشر الطیب اور خطبات میلاد النبی ﷺ میں اور شیخ محمد رضا مصری نے محمد رسول اللہ ﷺ میں بیان کیا ہے۔ علاوہ ازیں بہت سے متقدمین و متاخرین صوفیاء و اصحاب سیر و تاریخ نے بھی اپنی مختلف کتب میں تفصیلاً ذکر کیا ہے جن کا ذکر یہاں باعث طوالت سمجھتے ہوئے نہیں کیا گیا تاہم تفصیلات کے لئے درج بالا کتب کا ذکر کر دیا گیا ہے۔

عید میلاد منانا سنت مصطفیٰ ﷺ بھی ہے

اس سے پہلے قرآن حکیم کی آیات اور بعد ازاں احادیث و اقوال صحابہ کی روشنی میں جشن میلاد کو سنت الٰہیہ کے طور پر منانے کے حوالے سے تفصیلی گفتگو کر چکے ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا خود حضور نبی اکرم ﷺ کے عمل مبارک سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے؟ امام جلال الدین سیوطی نے الحاوی للفتاوی میں اس موضوع سے متعلق ایک مکمل باب ''حسن المقصد فی عمل المولد'' کے نام سے رقم کیا ہے جس میں انہوں نے اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے خود بھی اپنا میلاد منایا اس لحاظ سے یہ سنت رسول ﷺ بھی ہے۔

ا۔ حدیث یومِ عاشورہ سے جشن میلاد پر استدلال

حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کا فضل، رحمت اور احسان ہیں۔ امت مسلمہ پر واجب ہے کہ وہ اس نعمت عظمیٰ پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کسی عطا پر اس کا شکر بجالانا سنت انبیاء ہے جیسا کہ احادیثِ صوم عاشوراء سے واضح ہے۔ یوم میلاد النبی ﷺ کو عید مسرت کے طور پر

Marfat.com

منانا شکر بجالانے کا ایک طریقہ ہے۔ ذیل میں احادیث یوم عاشورہ سے جشن میلاد مصطفیٰ ﷺ پر استدلال پیش کیا جاتا ہے۔

یوم عاشورہ وہ دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فتح عطا کی اور فرعون کو اس کے لشکر سمیت غرق نیل کر دیا۔ یوں آپ علیہ السلام کی قوم کو فرعون کے جبر واستبداد سے نجات ملی۔ چنانچہ یہ دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فتح کا دن بھی تھا اور قوم بنی اسرائیل کی آزادی کا دن بھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہوئے اس دن روزہ رکھا۔ حضور ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے یہود مدینہ کو دیکھا کہ وہ یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں آپ ﷺ نے روزہ رکھنے کی وجہ دریافت فرمائی تو انہوں نے مذکورہ بالا وجہ بیان کی۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا (ایک نبی ہونے کی حیثیت سے) میرا موسیٰ علیہ السلام پر زیادہ حق ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہونے والی نعمت خداوندی پر اظہار تشکر کے طور پر خود بھی روزہ رکھا اور تمام اہل اسلام کو روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔ یوم عاشورہ کے روزہ کے حوالے سے چند روایات درج ذیل ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قدم النبی ﷺ المدینة فرأى اليهود تصوم يوم عاشوراء فقال ما هذا قالوا هذا يوم صالح هذا يوم نجى الله بنى اسرائيل من عدوهم فصامه موسى قال فأنا أحق بموسى منكم فصامه و أمر بصيامه ۔(۲۵)

''حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے یہود کو یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ تو یہود نے جواب دیا کہ یہ وہ مبارک دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن (فرعون) سے نجات دلائی پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دن روزہ رکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پس تم سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام کا حقدار میں ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس دن روزہ رکھا اور مسلمانوں کو روزہ رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔''

Marfat.com

۲۔ یوم نوح علیہ السلام کی یاد منانے سے استدلال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے جب یہود سے یوم عاشورہ کا روزہ رکھنے کے بارے دریافت کیا تو نہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے نجات اور فرعون غرق ہونے کا بیان کر کے کہا:

وهـذا يوم استوت فيه السفينة على الجودى فصامه نوح و موسى شكـر الله تعالىٰ فقال النبى ﷺ أنـا أحـق بـموسى و وأحق بصوم هذا اليوم فأمر أصحابه بالصوم۔(۲۶)

’’اور اس دن جودی پہاڑ پر کشتی ٹھہری تو نوح اور موسیٰ علیہما السلام نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے روزہ رکھا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں موسیٰ کا زیادہ حقدار ہوں اور میں اس دن روزہ رکھنے کا زیادہ حقدار ہوں تو آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

یوم نوح منایا جا سکتا ہے تو یوم میلاد مصطفیٰ ﷺ کیوں نہیں؟

۳۔ غلاف کعبہ کا دن عید کے طور پر منائے جانے سے استدلال

دور جاہلیت میں قریش یوم عاشوراء کا روزہ رکھتے اور اس دن کو عید کے طور پر مناتے تھے۔ ہجرت سے قبل حضور ﷺ نے بھی اس دن روزہ رکھا۔ وہ اس دن کو اس وجہ سے مناتے تھے کہ اس دن کعبۃ اللہ کو پہلی مرتبہ غلاف دیا گیا۔ بنابریں اس دن کا احترام اور تعظیم کی جاتی۔

ا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كـان يـوم عـاشـوراء تـصـومـه قـريش فى الجاهلية و كان رسول الله ﷺ يصومه. (۲۷)

’’زمانہ جاہلیت میں قریش اور حضور نبی اکرم ﷺ یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے‘‘

۴۔ حضور ﷺ نے یوم میلاد پر روزہ رکھ کر خود خوشی کا اظہار کیا

حضور نبی اکرم ﷺ نے خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے یوم میلاد پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانے

Marfat.com

کی کی تلقین فرمائی اور ترغیب دی۔

عن أبی قتادة الانصاری ﷜ أن رسول اللہ ﷺ سئل عن صوم یوم الإثنین قال ذاک یوم ولدت فیه و یوم بعثت أو أنزل علی فیه۔(۲۸)

''حضرت ابوقتادہ ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسی روز میری ولادت ہوئی، اسی روز میری بعثت ہوئی اور اسی روز میرے اوپر قرآن نازل کیا گیا۔''

ثابت ہوا کہ یوم میلاد پر اظہار مسرت کرنا سنت مصطفیٰ ﷺ ہے۔

۵۔ حضور ﷺ نے اپنے میلاد کی خوشی میں بکرے ذبح کیے

حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہوئے ولادت کی خوشی میں بکرے ذبح کئے اور ضیافت کا اہتمام فرمایا:

۱۔ عن انس ان النبی ﷺ عق عن نفسه بعد ما بعث نبیا۔(۲۹)

''حضور نبی اکرم ﷺ نے بعد از بعثت اپنا عقیقہ کیا۔''

۲۔ عن أنس ان النبی ﷺ عق عن نفسه بعد النبوة۔(۳۰)

''حضور نبی اکرم ﷺ نے اعلان نبوت کے بعد اپنا عقیقہ کیا۔''

امام سیوطیؒ اس پر مزید تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

أن جده عبدالمطلب عق عنه فی سابع ولادته و العقیقة لا تعاد مرة ثانیة، فیحمل ذلک علی أن الذی فعله النبی ﷺ اظهارًا للشکر علی ایجاد اللہ تعالی ایاه رحمة للعالمین و تشریفًا لأمته کما کان یصلی علی نفسه لذلک فیستحب لنا أیضًا اظهار الشکر بمولده باجتماع الاخوان و اطعام الطعام و نحو ذلک من وجوه القربات و اظهار المسرات۔(۳۱)

Marfat.com

''حضور نبی اکرم ﷺ کے دادا عبدالمطلب نے آپ ﷺ کی پیدائش کے ساتویں روز رسول اللہ ﷺ کا عقیقہ کیا۔ امام سیوطی فرماتے ہیں کہ عقیقہ دو بار نہیں کیا جاتا اور احتمال یہی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی ولادت کی خوشی کے اظہار کے لئے عقیقہ خود کیا۔ اپنے رحمۃ للعالمین ہونے اور امت کے مشرف ہونے کی وجہ سے۔ اور اسی طرح ہمارے اوپر مستحب ہے کہ ہم بھی حضور نبی اکرم ﷺ کے یوم ولادت پر خوشی کا اظہار کریں اور کھانا کھلائیں اور دیگر عبادات کریں اور خوشی کا اظہار کریں۔''

۶۔ میلادالنبی ﷺ پر خوشی منانے پر کافر کے عذاب میں تخفیف

مندرجہ بالا دلائل سے یہ واضح ہوا کہ جشن میلاد منانا اللہ تعالیٰ کی، حضور نبی اکرم ﷺ کی اور صحابہ کی سنت ہے اس لئے بزرگان دین نے کثیر تعداد میں اس کے فضائل و برکات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ تمام کتب فضائل و سیر اور تاریخ میں اس ضمن میں ایک مشہور واقعہ درج ہے جو صحیح بخاری کتاب النکاح میں نقل کیا گیا ہے۔

اس حدیث کو زیر بحث لانے سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ قرآن وحدیث کا یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ کافر لوگوں کے سب نیک اعمال ہوا میں منتشر ہو جاتے ہیں انہیں آخرت میں کسی نیک کام کی جزا نہیں ملتی بلکہ ان کے نیک اعمال کا بدلہ دنیا میں ہی چکا دیا جاتا ہے۔ آخرت میں نیک کاموں پر جزا کے مستحق صرف مسلمان ہیں کیونکہ عنداللہ اعمال کے اجر کا باعث ایمان ہے۔ یہ شریعت اسلامیہ کا ایک مسلمہ اصول ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اب ذرا صحیح بخاری کی اس حدیث کی طرف آیئے جس میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ایک کافر چچا ابولہب کا ذکر ہے کہ اسے بھی اللہ تعالیٰ نے میلاد النبی ﷺ کی خوشی میں اجر سے محروم نہیں رکھا حالانکہ یہ ابولہب ایسا بدبخت تھا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اس کی مذمت میں پوری سورت لہب نازل فرمائی، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

تَبَّتْ يَدَا اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَا اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝

Marfat.com

سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ○(۳۲)

''ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ خود بھی ہلاک ہو گیا اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آیا اور نہ ہی اس کی کمائی اسے عنقریب شعلہ زن آگ میں دھنسا دیا جائے گا۔''

کون نہیں جانتا کہ اس نے حضور نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام کو کیا کیا اذیتیں نہیں دیں۔ واقعاتِ ولادت کے ذیل میں احادیث میں آتا ہے کہ اس کی ایک لونڈی جس کا نام ثویبہ تھا، وقتِ ولادت اسے حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر بھیجا کہ جاؤ میرے بھائی عبداللہ کے گھر ولادت ہونے والی ہے میری بھاوج آمنہ کی خدمت کرو، جب حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت ہو گئی تو ثویبہ دوڑی دوڑی ابولہب کے پاس گئی اور کہا کہ آقا آپ کو مبارک ہو آج اللہ تعالیٰ نے آپ کے مرحوم بھائی کے گھر بیٹا عطا کیا ہے۔ اپنے بھتیجے کی پیدائش کی خوشی میں ابولہب اتنا خوش ہوا کہ جس حالت میں بیٹھا ہوا تھا اسی حالت میں اپنے ہاتھ کی دو انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا: ''ثویبہ جا میں نے تجھے نومولود (ﷺ) کی پیدائش کی خوشی میں آزاد کر دیا ہے۔''

اب صحیح بخاری کی حدیث ملاحظہ ہو:

فلما مات ابولهب اريه بعض اهله بشر حيبة قال له ماذا لقيت قال ابو لهب لم الق بعد كم غير انى سقيت فى هذه بعتاقتى ثويبة۔(۳۳)

''ابولہب کے مرنے کے بعد اس کے اہلِ خانہ میں سے کسی نے جب اسے خواب میں دیکھا تو وہ برے حال میں تھا اس سے پوچھا کیسے ہو؟ ابولہب نے کہا میں بہت سخت عذاب میں ہوں اس سے کبھی چھٹکارا نہیں ملتا، ہاں مجھے (اس عمل کی جزا کے طور پر) کچھ سیراب کیا جاتا ہے کہ میں نے (حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت کی خوشی میں) ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا۔''

اسی واقعہ کو عظیم محدث ابن حجر عسقلانیؒ نے امام سہیلیؒ کے حوالے سے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، امام شمس الدین ابن الجزری اور دیگر علماء نے بھی بیان کیا:

ان تمام محدثین اور علماء کا ثویبہ کے واقعہ سے استدلال کرنا اس روایت کی صحت پر بھی دلالت کرتا ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ یہ نہیں دیکھتا کہ عمل کرنے والا کون ہے بلکہ وہ یہ دیکھتا ہے کہ عمل کس کے لئے کیا ہے۔ عمل کرنے والا ابولہب کافر تھا، اس سے اسے غرض ہی نہیں کیونکہ اس کی تو ساری شفقتیں اپنے محبوب اکرم ﷺ کی وجہ سے ہیں۔

حدیث بخاری اور دیگر درج بالا تصریحات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ نادانستہ طور پر میلاد کی خوشی کرنے والے بدترین کافر کو بھی اللہ تعالیٰ اس عمل کی جزا دے رہا ہے اور قیامت تک دیتا رہے گا اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ یہ صرف اور صرف حضور ﷺ کی نسبت سے کئے جانے والے اعمال کی خصوصیت ہے کہ اگر کافر بھی کوئی عمل کرے گا تو اس کو جزا دی جائے گی کیونکہ

اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

اگر مومن کروڑوں عمل کرے حضور نبی اکرم ﷺ کی معمولی سی بے ادبی ہو جائے تو آخرت میں سارے اعمال کی جزا سے محروم کر دیا جاتا ہے اور۔۔۔۔ اگر کافر، اسلام کا دشمن اور توحید و رسالت کا منکر حضور نبی اکرم ﷺ کے میلاد اور آپ ﷺ کی تعظیم میں ایک عمل بھی کر دے تو اسے اس عمل کی جزا آخرت میں دی جاتی ہے۔

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

سارے اعمال کی عظمت و قبولیت اسی عمل کے سبب سے ہے جو حضور نبی اکرم ﷺ کی محبت میں کیا جائے اور اگر دل محبت رسول سے خالی ہے تو کوئی نیک عمل بارگاہ خداوندی میں باعث اجر نہیں ہوگا۔

اسی لئے اہل دل کہتے ہیں کہ اے جود و سخا کے پیکر اتم، گنہگار امت کی شفاعت کرنے والے آقا، آپ کی کرم نوازیوں کا یہ عالم ہے کہ اس خرمن جود و سخا سے کوئی دشمن بھی محروم نہیں تو اگر یہ آپ کی گنہگار امت میلاد پاک کی خوشی منائے گی تو آپ کے لطف و کرم کا کیا عالم ہوگا:

دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمناں نظر داری

Marfat.com

حوالہ جات

(۱)۱۔قسطلانی، المواهب اللدنیۃ،۱:۱۴۵،۲۔زرقانی،شرح المواهب اللدنیۃ،۱:۲۵۵،۳۔نبہانی، جواہر البحار فی فضائل النبی المختار ﷺ،۳:۴۲۴(۲)نبہانی:الانوار المحمدیۃ:۲۸، (۳) الخروج، باب: ۳۴، (۴)فخر الدین رازی، التفسیر الکبیر، ۱۷: ۱۲۳، (۵) آلوسی، روح المعانی،۱۰ :۱۴۱، (۶) سیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور،۴: ۳۳۰، (۷)تفسیر البحر المحیط، ۵ :۱۷۱، (۸)ابن جوزی، زاد المسیر فی علم التفسیر،۴: ۴۰، (۹) طبری، مجمع البیان، ۵ : ۱۷۷، ۱۷۸، (۱۰)حلبی، السیرۃ الحلبیۃ، ۱: ۵۷، (۱۱)حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱: ۵۷، (۱۲)۱۔حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱: ۴۸(۱۳)۱۔حلبی، السیرۃ الحلبیۃ، ۱: ۴۸، (۱۴)۱۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱: ۷۸، (۱۵)۱۔ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۱۰۲، (۱۶)۱۔طبری، تاریخ الامم والملوک، ۱: ۴۵۵، (۱۷)۱۔حاکم، المستدرک، ۳: ۳۶۹، رقم: ۵۴۱۷، (۱۸)حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱: ۵۶، (۱۹)۱۔ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۱: ۳۰۲، (۲۰)ماخوذ از زرقانی، شرح المواهب: ۱۰۵، ۱۰۸، (۲۱)۱۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۱: ۴۵۴، (۲۲)۱۔سیوطی، الخصائص الکبریٰ ۱: ۸۱-۸۳، (۲۳)۱۔قسطلانی، المواهب اللدنیہ، ۱: ۱۲۴۔۱۲۵، (۲۴)۱۔قسطلانی، المواهب اللدنیہ، ۱: ۱۲۵، (۲۵)۱۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۷۰۴، کتاب الصیام، باب ۶۹ صیام یوم عاشورہ، رقم: ۱۹۰۰، (۲۶)۱۔احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۵۹، رقم: ۸۷۰۲، (۲۷)۱۔ بخاری، الصحیح ۲: ۷۰۴، کتاب الصوم، (۲۸)۱۔مسلم، الصحیح ۲: ۸۱۹، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلثۃ ایام من کل شہر، رقم: ۱۱۶۲، (۲۹)۱۔ مقدسی، الاحادیث المختارۃ، ۵: ۲۰۵، رقم: ۱۸۳۲، (۳۰)۱۔بیہقی، السنن الکبری، ۹: ۳۰۰، رقم: ۴۳، (۳۱)۱۔سیوطی، الحاوی للفتاوی، ۱: ۱۹۶، (۳۲) القرآن، لہب، ۱۱۱: ۱۔۳، (۳۳) بخاری، الصحیح، ۵: ۱۹۶۱، کتاب النکاح، باب وأمهاتكم اللاتی أرضعنكم، رقم: ۴۸۱۳،

Marfat.com

یوم میلاد النبی ﷺ

عیدوں کی عید

(پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد)

''چاند چمک رہا ہے، ستارے کھل رہے ہیں، نور کی پھوار پڑ رہی ہے۔۔۔اچانک غلغلہ بپا ہوا، ایک ندا دینے والا ندا دے رہا تھا۔۔۔لوگو! صدیوں سے جس ستارے کا انتظار تھا، دیکھو دیکھو آج وہ طلوع ہو گیا۔۔۔آج وہ آنے والا آ گیا۔۔۔وادی مکہ کے سناٹے میں یہ آواز گونج گئی۔ سب حیران، یہ ماجرا کیا ہے؟۔۔۔کس کا انتظار تھا، کون آ رہا ہے؟۔۔۔ہاں سونے والو! جاگ اٹھو! آنے والا آ گیا۔۔۔نور کی چادر پھیل گئی، میلوں کی مسافتیں سمٹ گئیں، بصرہ و شام کے محلات نظر آنے لگے۔ سارے عالم میں چاند ہو گیا، ہاں یہ کون آیا سویرے سویرے؟۔۔۔وہ کیا آئے رحمت کی برکھا آ گئی، نور کے بادل چھا گئے، دور دور تک بارش ہو رہی ہے۔ چاندی بہہ رہی ہے۔ حد نظر تک نور کی چادر تنی ہے۔ عجب سماں ہے، عجب منظر ہے!۔۔۔ایسا منظر تو کبھی نہ دیکھا تھا!۔۔۔تاریکیاں چھٹ گئیں، روشنیاں بکھر گئیں، جدھر دیکھو نور ہی نور، جدھر دیکھو بہار ہی بہار۔۔۔تازگی انگڑائیاں لے رہی ہے، مسرتیں پھوٹ رہی ہیں، رنگینیاں اپنا رنگ دکھا رہی ہیں۔ سارا عالم نہایا ہوا ہے، ذرے ذرے پہ مستی چھائی ہوئی ہے۔۔۔ہاں یہ اجلا اجلا سا سماں، یہ مہکی مہکی سی فضائیں، یہ مست مست ہوائیں، جھوم جھوم کر جشن بہاراں کے گیت گا رہی ہیں۔

ہاں بہار آئی، بہار آئی۔۔۔زندگی میں بہار آئی، دماغوں میں بہار آئی، دلوں میں بہار آئی، روحوں میں بہار آئی، علم و حکمت میں بہار آئی، تہذیب و تمدن میں بہار آئی، فکر و شعور میں

Marfat.com

بہار آئی، عقل وخرد میں بہار آئی۔۔۔ برسوں کی ہتھکڑیاں کٹ گئیں، صدیوں کی بیڑیاں ٹوٹ گئیں، گھٹی گھٹی سی فضائیں بدل گئیں، مندی مندی سی آنکھیں روشن ہوگئیں۔ بجھی بجھی سی طبیعتیں سنبھل گئیں۔ رندھی رندھی سی آوازیں کھنکھنانے لگیں۔۔۔ ڈوبتے ہوئے ابھرنے لگے، سہمے ہوئے چہکنے لگے، روتے ہوئے ہنسنے لگے، صدیوں کے دبے ہوئے، پسے ہوئے سرفراز ہونے لگے، خون کے پیاسے محبت کرنے لگے، ہارنے والے جیتنے لگے۔۔۔ بکھرے ہوئے خیال یک جا ہوگئے۔ منتشر قوتیں سمٹ گئیں، ضعیف وناتواں ایک قوت بن کر ابھرے اور دنیا نے پہلی مرتبہ جانا کہ انسان احسن تقویم میں بنایا گیا ''اشرف المخلوقات'' کے منصب عالی پر فائز کر کے خلافت الٰہیہ سے سرفراز کیا گیا۔۔۔ زندگی نے ایسا سنگھار کیا کہ سب جھانکنے لگے، سب دیکھنے لگے، سب تکنے لگے، سب بلائیں لینے لگے، سب فدا ہونے لگے، سب آرزوئیں کرنے لگے، سب تمنائیں کرنے لگے۔۔۔ وہ کیا آئے، کائنات کا ذرہ ذرہ دل کش ودل ربا معلوم ہونے لگا۔

ہاں آج ان کی آمد آمد کا دن ہے، آج عید کا دن ہے، خوشی کا دن ہے۔۔۔ ایسا حسین انقلاب آیا کہ دنیا نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔۔۔ ایسی بہار آئی کہ دنیا نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔۔۔ ایسا حسین آیا کہ دنیا نے ایسا حسین تو کبھی نہ دیکھا تھا۔ ہاں۔۔۔

بے مثال کی ہے مثال وہ حسن

خوبیِ یار کا جواب کہاں؟

اللہ نے سب سے پہلے نور محمدی (ﷺ) پیدا فرمایا (۱) نبوت سے سرفراز کیا (۲)، درودوں کا سلسلہ شروع ہوا۔۔۔ فرشتے پیدا ہوئے تو وہ بھی درود وسلام میں شریک ہوگئے اور جب وہ نور دنیا میں آیا (۳) تو انسان بھی شریک ہوگئے (۴)۔۔۔ اگر سمجھنے والے سمجھیں تو یہ بھی جشن کا ایک انداز ہے۔۔۔ اللہ اکبر! روز اول سے ذکر اذکار ہو رہے ہیں اور خوشیاں منائی جا رہی ہیں۔۔۔ اللہ کو اپنے پیاروں سے بڑی محبت ہے، ان کی نشانیوں کو اپنی نشانیاں بنا دیا (۵) اور تعظیم وتکریم کا حکم دیا (۶)۔۔۔ ان کے یادگار دنوں کو اپنا یادگار دن بنا دیا (۷) اور ارشاد فرمایا۔۔۔ اور انہیں اللہ کے

Marfat.com

دن یاد دلاؤ (۸)۔۔۔انبیاء علیہم السلام کا یوم ولادت بھی اللہ کے دنوں میں سے ایک دن ہے۔یوم ولادت کی اہمیت کا اندازہ قرآن کریم سے ہوتا ہے۔۔۔حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لئے ارشاد فرمایا۔۔۔سلامتی ہو اس پر جس دن وہ پیدا ہوا (۹)۔۔۔حضور انور ﷺ اس جہان رنگ و بو میں پیر کے دن تشریف لائے۔۔۔آپ اظہار تشکر کے لئے ''پیر'' کے دن روزہ رکھا کرتے تھے، جب پوچھا گیا تو فرمایا۔۔۔اس دن میں پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر وحی نازل ہوئی (۱۰)۔۔۔حضور انور ﷺ کی تشریف آوری کی تاریخ بعض روایات کے مطابق ۱۲ ربیع الاول ۵۶۹ء ہے جس کی تائید تین چار ہزار برس پرانے شواہد سے بھی ہوتی ہے (۱۱)۔۔۔تو پیر کے دن اور ۱۲ ربیع الاول کو حضور انور ﷺ سے خاص نسبت ہے اور نسبتوں ہی سے بلندیاں نصیب ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضور انور ﷺ کو مبعوث فرما کر احسان جتایا (۱۲) احسان اس لئے جتایا جاتا ہے تاکہ اس کو یاد رکھا جائے، یاد کیا جائے، فراموش نہ کر دیا جائے۔۔۔پھر خوشیاں منانے کا بھی حکم دیا (۱۳)۔۔۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے عرض کیا۔۔۔ہم پر آسمان سے خوان نعمت اتار کہ وہ ہمارے لئے عید ہو، ہمارے اگلوں اور پچھلوں کی۔(۱۴)۔۔۔یہ بات قابل توجہ ہے کہ خوان نعمت اترے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دن عید منائیں اور جب جان نعمت اترے تو وہ دن عید کا دن نہ ہو؟۔۔۔جس رات قرآن کریم اترا وہ رات ہزار مہینوں سے بہتر قرار پائے (۱۵) اور جس دن وہ قرآن ناطق ﷺ اترا اس رات کی عظمت کا کیا عالم ہوگا۔۔۔شب قدر ہر سال منائی جاتی ہے تو وہ رات کیوں نہ منائی جائے جس رات آقائے دو جہاں ﷺ تشریف لائے۔۔۔اللہ نے فرمایا اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔(۱۶)۔۔۔امام بخاری فرماتے ہیں سب سے بڑی نعمت تو خود حضور ﷺ ہیں (۱۷) تو چاہئے ان کا چرچا کیا جائے۔۔۔

حضور اکرم ﷺ نے خود برسر منبر اپنا ذکر ولادت فرمایا (۱۸)، بعض صحابہ کرام کو حکم دیا اور انہوں نے آپ کے فضائل وشمائل بیان کئے۔(۱۹)۔۔۔آپؐ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ۹ھ/۶۳۰ء میں غزوہ تبوک سے واپسی پر آپ کے سامنے منظوم ذکر ولادت فرمایا (۲۰)

Marfat.com

۔۔۔حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لئے حضور اکرم ﷺ نے خود منبر پر چادر شریف بچھائی اور انہوں نے منبر پر بیٹھ کر آپ کی شان میں قصیدہ پیش کیا (۲۱) آپ نے دعاؤں سے نوازا۔۔۔یہ تمام حقائق احادیث میں موجود ہیں۔

مشہور تبع تابعی حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ جب حضور اکرم ﷺ کی پیاری باتیں سناتے تو بڑا اہتمام فرماتے (۲۲) ٹھیک ایسا ہی اہتمام جیسا آج علماء و مشائخ کی بعض محافل میں نظر آتا ہے۔۔۔حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو سرکار دو عالم ﷺ کے حضور نذرونیاز پیش فرماتے تھے (۲۳) اور یہ طریقہ اب تک رائج ہے۔۔۔ابن تیمیہ بھی محافل میلاد منعقد کرنے والے مخلصین کی تائید کرتے ہوئے اجر و ثواب کی بشارت دیتے ہیں (۲۴)۔۔۔ مجالس میلادالنبی ﷺ کوئی نئی چیز نہیں، صدیوں سے اس کا سلسلہ جاری ہے اور اس کی اصل عہد نبوی ﷺ میں موجود ہے۔۔۔حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم علیہ الرحمہ پابندی کے ساتھ یوم ولادت باسعادت پر کھانا پکا کر فقراء میں تقسیم کرتے تھے (۲۵)۔۔۔خود حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ اور ان کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا معمول تھا کہ ۱۲ ربیع الاول کو ان کے ہاں لوگ جمع ہوتے، آپ ﷺ کا ذکر ولادت فرماتے پھر کھانا اور مٹھائی تقسیم کرتے (۲۶)۔۔۔حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ مکہ معظمہ میں ایک محفل میلاد میں شریک ہوئے جہاں آپ نے مشاہدہ فرمایا کہ انوار و تجلیات کی بارش ہو رہی ہے (۲۷)۔۔۔مولوی رشید احمد گنگوہی کے مرشد حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ محفل میلاد کو ذریعہ نجات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتے اور کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پیش کرتے (۲۸)۔۔۔مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی علیہ الرحمہ ۱۲ ربیع الاول کو ہر سال بڑے تزک و احتشام سے محفل میلاد منعقد کراتے جو نماز عشاء سے نماز فجر تک جاری رہتی پھر کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پیش کیا جاتا اور مٹھائی تقسیم ہوتی، کھانا کھلایا جاتا (۲۹)۔۔۔اللہ کے بعض فرشتے بھی کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پیش کر رہے ہیں (۳۰) تو یہ فرشتوں کی سنت ہے۔۔۔سات سو برس پہلے فاضل جلیل امام تقی الدین سبکی علیہ الرحمہ کی محفل میں تشریف فرما تھے وہاں حسان وقت امام

Marfat.com

صرصری کا نعتیہ شعر پڑھا گیا جس میں ذکر مصطفیٰ (ﷺ) کے وقت کھڑے ہونے کی آرزو کی گئی تھی، شعر کا سننا تھا کہ سارے علماء کھڑے ہو گئے (۳۱)۔۔۔تو کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پیش کرنا صلحاء امت کی بھی سنت ہے۔۔۔حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پیش کرتے تھے اور اس کو قبولیت کا ذریعہ سمجھتے تھے (۳۲)۔۔۔

حضور انور ﷺ نے فرمایا جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے (۳۳)۔۔۔اور یہ بھی فرمایا جس نے اسلام میں اچھا طریقہ نکالا اس کے لئے اس کا ثواب ہے اور اس پر عمل کرنے والوں کا ثواب بھی (۳۴)۔۔۔آپ نے یہ بھی فرمایا، ہر حال میں سواد اعظم (۳۵) اور جماعت و جمہور کے ساتھ رہو (۳۶)۔۔۔تو مجالس عید میلاد النبی ﷺ کا اہتمام، حضور انور ﷺ، صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین اور صلحاء امت کی سنت ہے اور ان کے عمل سے ثابت ہے۔۔۔

محبت کی فطرت ہے کہ عاشق ہمیشہ اپنے محبوب کی تعریف و توصیف اور ذکر و اذکار سننا پسند کرتا ہے بلکہ دل سے چاہتا ہے کہ ہر وقت اس کا ذکر ہوتا رہے، کوئی ایسا عاشق نہ دیکھا جو محبوب کا ذکر کرنے والے سے الجھتا ہو اور اس کو برا بھلا کہتا ہو کیونکہ یہ محبت کی فطرت کے خلاف ہے، سچی بات تو یہ ہے کہ اصل خوشی منانا تو یہ ہے کہ ہر دن اور ہر آن ظاہر و باطن میں سنتوں پر عمل کریں پھر ہر سال محبوب رب العالمین ﷺ کی آمد آمد کی خوشی منائیں جس طرح ہمارے ان اکابر و اسلاف نے خوشی منائی جن کے دم سے اسلام کی رونق ہے۔ مولوی رشید احمد گنگوہی کے استاد شاہ عبدالغنی محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے خوب فرمایا۔۔۔ میلاد شریف کی خوشی کرنے میں ہی انسان کی کامل سعادت ہے۔ (۳۷)۔۔۔اللہ تعالیٰ حضور انور ﷺ کی ایسی سچی محبت عطا فرمائے کہ ہم خود بخود سنت کے سانچے میں ڈھلتے چلے جائیں اور ہمارا وجود دوسروں کے لئے مینارہ نور بن جائے۔ آمین۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی ست

Marfat.com

حوالہ جات

۱۔مدارج النبوۃ، ج ۱،ص۲۔۲۔اشعۃ اللمعات، ص ۴۷۴۔ ۳۔المائدہ، ۱۵۔ ۴۔احزاب، ۵۶،۵۷۔۵۔البقرہ،۱۵۸۔۶۔الحج،۳۲۔۷۔خازن ومدارک۔۸۔ابراہیم،۵۔۹۔مریم،۱۵۔ ۱۰۔ابن اثیر: اسد الغابہ ج۱،ص۲۱، ۲۲۔۱۱۔بھاگوت پران، اسکند۱۲، باب۲، اشلوک۱۸۔ ۱۲۔آل عمران،۱۶۔۱۳۔یونس،۵۸۔۱۴۔مائدہ،۱۱۴۔۱۵۔القدر،۳۔۱۶۔الضحیٰ،۱۱۔۱۷۔بخاری شریف، ج۲،ص۵۶۶۔۱۸۔ترمذی شریف ج۲،ص۲۰۱۔۱۹۔زرقانی، ج۱،ص۲۷۔۲۰۔ابن کثیر: میلاد مصطفیٰ، ص۲۹، ۳۰۔۲۱۔بخاری شریف، ج۱،ص۶۵۔۲۲۔اقامۃ القیامہ ص۴۴۔ ۲۳۔قرۃ الناظر، ص۱۱۔۲۴۔الدر الثمین، ص۸۔۲۵۔اقتضاء الصراط المستقیم۔۲۶۔الدر المنظم، ص۸۹۔۲۷۔فیوض الحرمین، ص۸۰، ۸۱۔۲۸۔فیصلہ ہفت مسئلہ مع تعلیقات، ص۱۱۱۔۲۹۔تذکرہ مظہر مسعود، ص۱۷۶، ۱۷۷۔۳۰۔الصفت، ۱۔۳۱۔اقامۃ القیامہ ۔۳۲۔اخبار الاخیار، ص۲۴ ۶۔ ۳۳۔موطا امام محمد، ص۱۰۴۔۳۴۔مسلم شریف، ج۳،ص۱۸۷۔۳۵۔مشکوۃ شریف، ج ۱ص۵۸۔ ۳۶۔مشکوۃ شریف، ص۳۱۔۳۷۔شفاء السائل

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی دعا

اے اللہ! میرا کوئی عمل ایسا نہیں جسے آپ کے دربار میں پیش کرنے کے لائق سمجھوں۔ میرے تمام اعمال فسادِ نیت کا شکار ہیں۔ البتہ مجھ فقیر کا ایک عمل محض آپ ہی کی عنایت سے اس قابل (اور لائق التفات) ہے اور وہ یہ ہے کہ مجلس میلاد کے موقع پر کھڑے ہو کر سلام پڑھتا ہوں اور نہایت ہی عاجزی وانکساری محبت وخلوص کے ساتھ تیرے حبیب پاک ﷺ پر درود وسلام بھیجتا ہوں۔

اے اللہ! وہ کونسا مقام ہے جہاں میلاد پاک سے بڑھ کر تیری طرف سے خیر و برکت کا نزول ہوتا ہے؟ اس لئے اے ارحم الراحمین مجھے پکا یقین ہے کہ میرا یہ عمل کبھی رائیگاں نہیں جائے گا بلکہ یقیناً تیری بارگاہ میں قبول ہوگا اور جو کوئی درود وسلام پڑھے اور اس کے ذریعے سے دعا کرے وہ کبھی مسترد نہیں ہوگی۔ (اخبار الاخیار،۶۲۴ مطبوعہ کراچی)

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جشنِ میلاد

(ڈاکٹر محمد حمید اللہ)

حدیثِ پاک میں کیا مبنی برحقیقت بات کہی گئی ہے''المومن غر کریم والکافر خب لئیم''(مومن بھولا بھالا ہوتا ہے اور کافر دھوکہ باز اور کمینہ) ظاہر ہے کہ بھولے کو جو بھی کہے باور کر لیتا ہے۔ بطور تمہید ایک جملہ معترضہ عرض کرتا چلوں۔

گزشتہ صدی کی بات ہے۔ شمالی افریقہ سے لے کر جنوب مشرقی ایشیاء تک اسلامی ممالک یکے بعد دیگرے فرنگیوں کے تسلط میں پھنستے گئے۔ ہر شخص کو اپنے دین کے پرچار کا فطری حق ہے۔ ان نصرانیوں نے دیکھا کہ لاکھ جتن کرو خدا کا پرستار تثلیث کے گورکھ دھندے میں پھنسنا پسند نہیں کرتا؟ آخر وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ سب قرآن کے باعث ہے جس کی منطق کا مقابلہ ممکن نہیں۔ اس کو اگر کسی طرح دنیا سے ناپید کر دیا جائے تو پھر عیسائیت کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں رہے گی۔ اس کی پیش رفت میں ایک طرف ہندوستان میں ایسے مشنری آئے جو گاؤں گاؤں میں جا کر قرآن مجید کے قلمی نسخے خریدتے۔ ابھی قرآنِ مجید کی طباعت شروع نہیں ہوئی تھی انہوں نے سوچا منہ مانگی رقم دینے پر سارے پرانے نسخے حاصل کر لیے جائیں گے یا روزمرہ کے تلاوتی استعمال سے دریدہ ہو جائیں گے اور حامی مسیحیت رانی کی حکومت نئے نسخوں کو وجود میں آنے سے روک سکے گی مگر انہوں نے یہ نہ سوچا کہ دیہاتی ہندوستانی تلاوت تو کرتا ہے لیکن عربی کو سمجھتا نہیں۔ دیہات کو محض قرآن سے خالی کر دینے سے عملاً کیا فرق ہوگا؟ بہرحال ایسے مشنری گاہک کو ایک گاؤں کے بوڑھے مسلمان نے کہا: تم یہ نسخے بزورِ بازو ہماری شکست اور محکومیت کے زمانے میں لے تو سکتے ہو لیکن جو چیز سینوں میں ہے اسے تم کیسے ختم کرو گے اور پھر کہا۔ میں حافظ ہوں اور واحد نہیں ملک میں لاکھوں حافظ ہیں اور سنا کر ثبوت بھی دیا اور سمجھایا کہ اگر تم جبراً میرے

Marfat.com

نسخے لے بھی لو تو میں انہیں لکھ بھی دوں گا۔ بات معقول تھی اور اس طرح یہ فتنہ ختم ہوا۔

دوسری طرف شمالی افریقہ کے محکوم اسلامی ممالک میں عربی کی تعلیم بند کر دی گئی اور مدارس میں ابتداء ہی سے فرنگی زبانوں کی تعلیم دی جانے لگی اور اس کا بائیکاٹ کرنے والے جاہل رہنے پر مجبور ہوئے کہ مسلمان نہ عربی جانے گا اور نہ قرآن سے متاثر ہو سکے گا۔ ترکی سلطنت اور اس کے عربی صوبوں (مصر، شام، عراق وغیرہ) میں مشینریوں کا جم غفیر پھیل گیا۔ چاپلوسی کی باتیں کر کے مسلمانوں کو دوست بناتے رہے۔ پھر جب کوئی بھولا بھالا دیندار ملتا تو اس سے ذکر کرنا شروع کیا۔ واقعی تمہارا قرآن ایک معجزہ ہے اس کا ترجمہ ناممکن ہے اس کے الفاظ کے عمیق و کثیر مفہوم کو کسی دوسری زبان میں منتقل کرنا انسان کے بس کی چیز نہیں '' بھولا مسلمان خوشی سے اچھل پڑا '' الفضل شهدت به الاعداء '' کمال وہ ہے جس کی دشمن بھی گواہی دے) ترجمہ '' ناممکن ہے '' بہت جلد ترجمہ '' ناجائز ہے '' بن گیا اور مسلمانوں سے زیادہ فرنگی کتابوں اور رسالوں میں اس کا '' اعتراف '' ہونے لگا۔

1930ء کی بات ہے ابھی ہندوستانی مسلمان اسے بھولے نہ ہونگے کہ جب محمد مار ماڈیوک پکتھال نے قرآنِ مجید کا انگریزی ترجمہ چھاپ کر شائع کیا تو مصر کے اس وقت کے شیخ الازہر نے فتویٰ دیا کہ وہ ناجائز چیز ہے اور اس کا داخلہ مصر میں ممنوع قرار دیدیا گیا مگر ان مشینریوں کے ذہن میں یہ بات نہ آئی کہ عربی قرآن کا ترجمہ اجنبی زبانوں میں عرب نہیں کرتے بلکہ وہ مسلمان عربی دان جن کی مادری زبان عجمی (غیر عربی) ہو کرتے ہیں۔ بہر حال ترجمے کے ناجائز ہونے کا پروپیگنڈہ عربی ممالک اور ان کی حاکم ترکی سلطنت میں ہوتا رہا۔ جہاں تک مجھے علم ہے غیر عربی ممالک مثلاً ہندوستان، ایران، جاوا، ملایا وغیرہ میں نہیں ہوا۔ آخر عرب ممالک میں بھی اب دوسری جنگِ عظیم کے بعد مسلمان سمجھ گئے کہ پس پردہ کس کا ہاتھ کام کر رہا تھا اور کانا پھوسی میں کون استاد اور کون طوطا تھا؟

مسلمانوں کو اس سے بڑھ کر اور کونسی دلیل چاہئے۔ ترجمہ کی اجازت خود رسول اللہ ﷺ نے دی ہے۔ امام سرخسی کی کتاب المبسوط اور امام صدر الشریعہ کی المنھایہ حاشیہ الھدایہ میں دیکھ سکتے ہیں کہ ایک بار جب چند ایرانی لوگ مسلمان ہوئے تو ظاہر ہے کہ نماز پنجگانہ فوراً ہی

Marfat.com

شروع کرنی تھی۔ عرض کیا کہ قرآن کی کوئی سورہ ابھی ہمیں زبانی یاد نہیں ہوئی ہے۔ اس پر حضرت سلمان فارسیؓ نے رسول اکرم ﷺ کی اجازت سے سورہ فاتحہ کا ترجمہ کرا کے انہیں دیا اور وہ اس ترجمہ کو نماز میں اس وقت تک پڑھتے رہے جب تک کہ سورۂ مبارکہ عربی میں ان کو حفظ نہ ہوگئی۔

الغرض ترجمۂ قرآن کے حرام ہونے کا جن لوگوں نے پروپیگنڈہ شروع کیا تھا اب انہی لوگوں نے ایک نیا ''فتویٰ'' دیا ہے کہ جشن میلاد نہ مناؤ کیونکہ ''یہ ایک بدعت ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نہ اپنی سالگرہ مناتے تھے اور نہ اس کے منانے کا حکم دیا ہے۔'' ہمارے نیک دل مگر بھولے بھائی ہیں کہ ہر دھوکے باز کی بات سے دھوکے میں آجاتے ہیں۔ دشمن کی بات پر ذرا دماغ پر بار ڈال کر اس کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرنے کی بجائے اس کو نمک مرچ لگا کر خاص اپنے دماغ کے اجتہاد کے طور پر اپنوں میں دھرانے لگے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے بڑی پیاری بات فرمائی تھی کہ'' کان خلقه القرآن'' (قرآن مجید رسول اللہ ﷺ کے کردار میں منعکس دیکھ سکتے ہو) جس طرح قرآن کے ترجمے سے منع کرنے کی غرض و غایت قرآن کے اندر بیان شدہ باتوں سے واقف ہونے سے روکنا تھا اسی طرح جشن میلاد سے روکنے کی واحد غایت یہ ہے کہ سیرتِ پاک کے تذکرے سننے سے لوگوں کو روکا جائے۔ جشنِ میلاد مبارک سے روکنے والے ہمارے بھائی بدعت ہونے کی دلیلیں تو استعمال کرتے ہیں لیکن خود دوسرے جشن ذوق وشوق بلکہ زور شور سے مناتے ہیں۔ اس وقت انہیں بدعت کی دلیل یاد نہیں آتی۔ خدا اور رسول نے سارے مسلمانوں کو بھائی بھائی اور یکساں قرار دیا ہے۔'' و اولی الامر منکم '' (اپنے میں ایک امیر کی اطاعت کرو) کا حکم دیا ہے اور اس کی وضاحت'' اسمعوا اطیعوا ولو امر علیکم حبشی اجدع '' (اپنے امیر کی اطاعت کرو چاہے وہ نکٹا حبشی ہی کیوں نہ ہو) کی حدیث میں کی گئی۔

جشن میلاد سے ان روکنے والے لوگوں نے زیادہ عرصہ نہیں ہوا اپنے خلیفہ سے اس لئے بغاوت کی کہ ہم عرب ہیں اور وہ ترک ہے (مگر اطاعت فرنگی کافر کی) اس کی سالانہ عید (جشن آزادی) ہوتی ہے۔ ابھی حال ہی میں ایک اور ملک نے اپنے دیندار بلکہ ہم نسل بادشاہ سے بھی

Marfat.com

بغاوت کی اور وہ اس فتح کا سالانہ جشن دھوم سے مناتے ہیں۔ اس طرح ایک بار چند پادریوں کو مسلمانوں سے ملاقات کے لئے بلایا اور اسے اتنا بڑا کارنامہ سمجھا کہ اس کی سالانہ عید منائی جا رہی ہے۔ یہ سب جائز ہے بلکہ مستحب اور واجب' اور اگر حرام ہے تو رسول اللہ ﷺ کے میلاد مبارک کی عید!

جشنِ میلاد سے ہمیں روکنے والے عالم مگر بھولے فضلاء سے سبب پوچھو تو فرفرا یک حدیث سنا دیں گے۔ ''کل محدث بدعة و کل بدعة ضلالة'' (ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے) گستاخی معاف۔ ''یک من علم را دہ من عقل باید'' کیا وہ بتا سکتے ہیں کہ اس کا سیاق وسباق کیا ہے؟ قبل اس کے کہ اس کے متعلق کچھ اور عرض کروں' ان سے ایک اور بات پوچھتا ہوں کہ وہ کیوں اس شخص کی بات نہیں سنتے جس کے متعلق صحیح حدیث میں ذکر ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتا'' نیز ایک مزید حدیث کہ جب عمر بن الخطاب ایک راستے پر جا رہے ہوں تو شیطان کو جرأت نہیں ہوتی کہ اُدھر کا رخ کرے۔ وہ دوسرے راستے پر چلا جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا **"ان الشیطان یفر من ظل عمر"** (شیطان، کے سائے سے بھی بھاگتا ہے)۔ عمر ان حضرت عمر فاروقؓ سے سنئے کہ ''ہر بدعت گمراہی ہے'' کے کیا معنی ہے؟ صحیح بخاری کی کتاب التراویح میں ہے۔ ایک دن وہ رات کو رمضان کے مہینے میں مسجدِ نبوی کی طرف گئے تو دیکھا کہ لوگ تراویح پڑھ رہے ہیں لیکن ہر شخص الگ الگ یا چھوٹی چھوٹی بہ کثرت جماعتوں میں ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کیا اچھا ہو اگر یہ سب ایک ہی امام کے ساتھ تراویح پڑھیں۔ پھر مشہور حافظ و قاری حضرت ابی بن کعبؓ کو امام مقرر کیا۔ پھر ایک دوسرے دن رات کو مسجد میں آئے اور دیکھا کہ سارے لوگ ذوق وشوق سے جماعت میں ایک ہی امام کی اقتداء میں تراویح پڑھ رہے ہیں تو بے ساختہ فرمایا۔ نعمة البدعة هذهٗ' (یہ ایک اچھی بدعت ہے)

کیا ہمارے ان بھولے فتوی دھندوں کو فقہ کا ابتدائی کلیہ قاعدہ یاد نہیں کہ (الاصل فی الاشیاء الاباحة) اصل میں ہر چیز مباح اور جائز ہے بجز اس کے جو منع کی گئی ہے۔ اس فقہی قاعدے کی اساس یہ قرآنی آیت ہے کہ'' واحل لکم ماوراء ذلکم ''صرف

Marfat.com

فلاں فلاں چیز حرام ہے اور ان کے سوا ساری چیزیں حلال ہیں۔ ہر نئی چیز بدعت اور گمراہی ہے تو پھر یہ بڑے فاضل موٹروں میں کیوں بیٹھتے ہیں؟ جہازوں میں کیوں سفر کرتے ہیں؟ ان میں سے بہت سے تو داڑھی ہی نہیں مونچھیں بھی چٹ کرتے ہیں اور (والمتشبھین بالنساء) کے زمرے میں داخل رہتے ہیں۔ یہ سب چیزیں بدعت نہیں۔ بدعت ہے تو رسول ﷺ کے احترام اور رسول اللہ ﷺ کی یاد اور آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو سننے سنانے کے اجتماع کو قرار دیتے ہیں۔ بریں عقل و دانش بباید گریست۔ (اس عقل و دانش پر رونا ہی آتا ہے)

یہ صرف منفی اور تردیدی باتیں ہی نہیں، مثبت دلیلیں بھی ہیں اور بہت اہم۔ کون بد بخت مسلمان ہوگا جسے سورہ والضحیٰ اور اس کی آخری آیت معلوم نہ ہو "واما بنعمة ربک فحدث" (یعنی جہاں تک اپنے رب کی نعمت کا تعلق ہے، اسے بیان کیا کر) کسی شخص کسی قوم کیلئے اس سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہو سکتی ہے کہ خدا ان میں ایک نبی مبعوث کرے جو انہیں دین اور دنیا دونوں کے حسنات کا راستہ بتاتا ہو؟ ایک حدیث میں ہے (ان اللہ یحب ان یری اثر نعمۃ علی عبدہٖ) (خدا اس چیز کو پسند کرتا ہے کہ اس کی دی ہوئی نعمت کے آثار اس کے بندے پر نظر آئیں) رسول اللہ کی ولادت سے بڑھ کر مسلمانوں کیلئے کونسی نعمت ہوگی؟

حال ہی میں ندوۃ العلماء لکھنو کے رسالے "البعث" میں ایک صاحب نے جشنِ میلاد کی ممانعت کا فتوی چھاپا ہے اور بغیر دیکھے لکھا ہے کہ "اس دن لوگ ناچ گانا کرتے ہیں۔ شراب پیتے ہیں اور دیگر فواحش کا ارتکاب کرتے ہیں، جمعہ کی نماز کو نہیں آتے ہیں مگر جلسہ میلاد میں ضرور شرکت کرتے ہیں"، صاحبِ مضمون کے ملک میں ایسا ہوتا ہو تو ممکن ہے۔ بہر حال ہزاروں برائیوں کے باوجود ہندوستان میں کبھی ایسا نہیں ہوتا بلکہ جلسہ ہائے میلاد نہ ہوں تو بد بخت شرابی شاید شراب پینے کی ترغیب پائیں جبکہ جلسہ میلاد ہو تو کم از کم اس روز اس سے باز رہیں۔

ہندوستانی جلسہ ہائے میلاد مبارک میں لوگ ادب سے آتے ہیں، ادب سے بیٹھتے ہیں، ادب سے سنتے بلکہ کچھ نہ کچھ متاثر بھی ہوتے اور فیض اٹھاتے ہیں۔ ان مبارک جلسوں میں سیرت پر تقریریں ہوتی ہیں، اسوۂ حسنہ کی تفصیل ہوتی ہے۔ سیرت پاک پر انعامی مضمون لکھائے جاتے ہیں۔

Marfat.com

قرأتِ قرآن ہوتی ہے نعتِ نبوی ﷺ کے اشعار سنائے جاتے ہیں۔ اگر کہیں واقعی جلسہ میلاد میں شراب نوشی وغیرہ ہوتی ہے تو اس شراب نوشی کو رکوایئے۔ جلسہ کو کیوں بند کراتے ہو؟ یہ تو ایسا ہی ہوگا جیسے بار بار ناک پر بیٹھنے والی مکھی کا علاج یہ کریں کہ ناک ہی کاٹ دیں کہ نہ ناک رہے نہ مکھی کیلئے اڈا۔

قرآن مجید میں عیدوں کا ذکر ہے۔ مصر میں یوم الزینہ کی عید تھی (اس کے ذکر میں خدا نے اس کو برا نہیں کہا ہے) مدین میں حج کی قسم کی ایک سالانہ عید تھی جس کا حضرت شعیبؑ نے حضرت موسیٰؑ سے ذکر کیا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ کے ملک میں بھی ایک عید تھی جس میں وہ ایک بار نہ گئے اور بتوں کی بے بسی ثابت کی وغیرہ۔ اچھا کام بھی ہو تو چوبیس گھنٹے کیا نہیں جا سکتا۔ آدمی تھک جاتا اور بار محسوس کرنے لگتا ہے۔ قرآن کی تشریح ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ (میں نے جنات اور انسان پیدا نہیں کئے ہیں مگر صرف اس لئے کہ میری عبادت کریں) لیکن پھر وہی مولائے پاک بجائے چوبیس گھنٹے عبادت میں لگے رہنے کے فرماتا ہے کہ چوبیس گھنٹوں میں صرف چوبیس منٹ عبادت کرلو اور پانچ بار نماز پڑھ لو تو کافی ہے۔ صحیح بخاری کی کتاب العلم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ ہمیں وعظ و نصیحت ہفتے میں صرف چند دن کرتے تا کہ بار اور ملال نہ ہو۔ اس لئے جب لوگوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اصرار کیا کہ وہ ہر روز وعظ کریں تو اس سے انکار کیا اور ہر ہفتے صرف ایک بار جمعرات کے دن کو کافی سمجھا۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت پاک اور اسوۂ حسنہ کی تفصیل بے شک ہر روز بیان کی جا سکتی ہے لیکن وہ لوگوں کیلئے بار ہوگا۔ پھر کس دن کا انتخاب کیا جائے؟ کیا یومِ میلاد سے موزوں تر اس کیلئے کوئی دن ہو سکتا ہے؟

جب جشن ولادت کی قرآن و حدیث میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔ جب وہ ''واما بنعمة ربک فحدث'' کے قرآنی حکم کی تعمیل ہو، جب وہ اسوۂ حسنہ سے بچوں بڑوں عالموں جاہلوں کو واقف کرانے کا ایک بہترین طریقہ ہو، جب وہ ادب سے منایا جاتا ہو اور اس میں کوئی خلافِ شرع رسم و رواج نہ پائے جاتے ہوں تو پھر مجھ ناچیز کی رائے میں تو اس سے منع کرنا درست نہیں بلکہ اس کی تشویق ہی ہونی چاہئے۔ خدایا ہمیں اپنی اور اپنے حبیب ﷺ کی محبت عطا فرما اور ہمیں اس کا صحیح راستہ بھی بتا۔ تو ہی ''نعم المولیٰ ونعم النصیر ہے''۔

Marfat.com

نور و نکہت میں لپٹی ہوئی صبحِ سعادت کے نام

(علی اکبر قادری الازہری)

کونسی صبح سعادت؟......وہ صبح......جسکی سہانی ساعتوں میں عرب کا چاند وادیٔ مکہ میں چمکا اور پورے جہان کو تا ابد روشن کر گیا۔ وہ صبح...... جب فضائے عالم مسرتوں کے دلآویز نغموں سے گونج اٹھی۔ وہ صبح...... جس نے تہذیب کو وقار، ثقافت کو تقدس، علم کو وسعت، فکر کو ندرت، عمل کو طہارت اور نفرتوں اور عداوتوں میں سسکتی بلکتی انسانیت کو اخوت و محبت کے تحفے عطا کئے۔ جب زندگی کو بندگی اور بندگی کو سرور ملا، جب عشق کو حضور ملا۔ انسان کو خالق تک رسائی کی معرفت نصیب ہوئی۔ وہ صبحِ درخشاں...... جس میں اترنے والے نور نے ستاروں کو روشنی، شمس و قمر کو ضوفشانی، گلستانوں کو بہار اور بہاروں کو بانکپن دیا۔ بقول حافظ لدھیانوی

مل گیا نقشِ کفِ پا سے بہاروں کو فروغ
صحن گلشن آپؐ کے جلوؤں کی ہے رنگیں ادا
ان کے نورِ پاک سے روشن ہوئی صبحِ ازل
شانِ رحمت نے جہانِ رنگ و بو چمکا دیا

وہ مطلع صبحِ ازل۔۔۔ جس کے پرتو سے طویل ترین شبِ ظلمت انجام کو پہنچی۔ افق عالم پر طلوع ہونے والی ایسی نورانی صبح۔۔۔ جس کی تمازت نے ہزاروں سالوں سے بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلوں کو خاکستر کر کے رکھ دیا۔ وادیٔ مکہ میں مرحوم عبداللہؓ کا گھر یوں چمک اٹھا کہ فردوسِ بریں کو رشک آ گیا، آمنہؓ کی گود میں گویا کائنات کی ساری سعادتیں سمٹ آئیں اور محلہ بنو ہاشم کی فضائیں یوں مہک اٹھیں کہ کائناتِ ہست و بود کی بہاریں خیرات لینے حاضر ہو گئیں۔

Marfat.com

نہ افلاک نے آج تک ایسی صبح دیکھی تھی' نہ کائنات نے آج تک ایسی سعادت سمیٹی تھی اور نہ ہی زمین پر آج تک ایسا کرم برسا تھا۔ بلا شبہ یہی تو وہ لمحات تھے جن کے انتظار میں گردشِ شام و سحر نے ماہ و سال کی لاکھوں کروٹیں بدل بدل کر انسان کو تمام ارتقائی منازل طے کروائیں اور اس کے شعور کو بلوغت کے اس مقام تک پہنچا دیا جب وہ اپنی ہدایت اور راہنمائی کیلئے کسی جامع صفات ہستی کیلئے بے تاب ہو گیا۔

ظہورِ قدسی کے یہ لمحات بلاشبہ تاریخِ انسانیت کے قابلِ رشک لمحات تھے۔ آج ظلم و بربریت کے پنجوں میں جکڑی ہوئی مظلوم انسانیت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے ذریعے آزادی' مساوات اور باہمی مروت و محبت کا پیغام دیا تھا چنانچہ بعد میں آنے والے حالات و واقعات نے ثابت کر دیا کہ واقعی حضور ﷺ کی آمد' حق کی فتح اور باطل کی شکست تھی' منافقت کی موت اور صداقت کی علامت تھی۔ وہ دن دنیا میں اس نئی روشنی کے ظہور کا دن تھا جس نے بلال حبشیؓ جیسے غلام کو ابوجہل و ابولہب جیسے سرداروں پر دائمی سبقت دلا دی اور جس روشنی نے تمام نسلی' جغرافیائی' لسانی اور طبقاتی بتوں کو پاش پاش کر کے محمود و ایاز کو ایک صف میں کھڑا کر دیا۔

۔۔۔مگر آج کیا ہو رہا ہے؟ ایک لمحے کے لئے اپنے باطن میں جھانک کر دیکھیں۔ اپنے عظیم نبی کی عظیم امت اس قدر عاقبت نااندیش کیوں ہوگئی؟ دنیا کو امن و عافیت' محبت و مروت کا سبق دینے والے مسلمان باہم دست و گریباں ہیں۔ حضور ﷺ کی امت ہر جگہ بری طرح پٹ رہی ہے' اس بکھرے ہوئے ریوڑ کو ہر لحہ اور ہر ہر قدم پر خونخوار بھیڑیوں سے واسطہ ہے۔ آج عرب کا مسلمان ہو یا عجم کا' اغیار کی سازشوں کا شکار ہو کر مجبور و بے بس ہو چکا ہے۔ اسے اپنی شاندار تاریخ محض افسانہ لگتی ہے۔ احیائے اسلام' غلبۂ دینِ حق اور اسلامی انقلاب کے نام سے نہ صرف آشنا نہیں بلکہ ایسے خیالات کو پاگل پن اور محض خواب گردانتا ہے۔ ناامیدی' شکست خوردگی اور احساسِ کمتری جیسے مہلک امراض نے اس کو پست ہمت' کاہل' عیش کوش اور علم و عمل کی دنیا میں ناکارہ بنا دیا ہے۔ باطل ہے کہ روز بروز بلکہ لحہ بہ لحہ نت نئے منصوبوں کے ساتھ اسے پستی کے

Marfat.com

عمیق گڑھوں میں دھکیلنے کی تدبیریں بنا رہا ہے اور ہم ہیں کہ ان کافرانہ حربوں سے نبرد آزمائی تو کجا' تاحال سنبھلنے کا شعور بھی نہیں حاصل کر پائے۔ ہمارے حکمران محض لیلیٰ اقتدار کے مجنوں ہیں ۔ پچاس سے زائد نام نہاد اسلامی ممالک ابھی تک کسی پلیٹ فارم پر متحد ہونے کی ضرورت محسوس نہیں کررہے۔ایک سے ایک بدطینت' منافق' عاقبت نااندیش اور باطل پرست ہے۔

حکمرانوں کے بعد مسلمانوں کی جزوی قیادت مذہبی و دینی راہنماؤں کے پاس تھی۔یہ لوگ انبیاء کے وارث کہلاتے ہیں مگر بصد افسوس کہ یہی طبقہ باہمی منافرت اور تفرقہ بازی کا باعث ہے ۔خدا' رسول' قرآن اور قبلہ ایک ہونے کے باوجود یہ مذہبی اجارہ دار ایک دوسرے کے ساتھ مل بیٹھنے کو تیار نہیں ۔اب طاقتور طاغوتی حملوں کا مقابلہ کون کرے اور کیونکر کرے؟ ایسے میں احساس زیاں رکھنے والوں کی نگاہیں ایک بار پھر گنبدِ خضراء کی طرف ہی اٹھتی ہیں اور زبانِ حال سے گویا ہیں کہ

تاریک افق کے ماتھے سے کب رات کی ظلمت چھوٹے گی
صبح کا اجالا کب ہوگا سورج کی کرن کب پھوٹے گی
اے پشت پناہِ کون ومکاں اس سمت بھی اک رحمت کی نظر
سن میری فغاں لے میرا سلام اے ارض وسما کے پیغمبرؐ

یارسول اللہ ﷺ یہ پستی ملت دیکھی نہیں جاتی' اپنی عاصی امت پر نظرِ کرم کیجئے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ہم آپ کے نقشِ قدم پر نہیں چل سکے' ہمارے ایمان کی روشنی ماند پڑ گئی ہے' ہم حرص و ہوس کے بندے بن گئے' ہم نے دنیا کے بدلے دین قربان کردیا' چند ٹکوں کی خاطر ضمیر فروخت کردیئے اور آج ہم اپنی نگاہوں میں بھی گر گئے مگر تیری رحمت کی چادر بھی تو بڑی وسیع ہے۔

شاہِ لولاکؐ ہیں تو تیرے امتی تجھ سے نسبت تو ہے نام ہی کی سہی
ہمیں جذبِ فاروقؓ وصدیقؓ دے ظلم کو ختم کرنے کی توفیق دے
تری رحمت کے آقاؐ طلب گار ہیں ہادئ محترم! ہم خطا وار ہیں

(ستمبر ۱۹۹۱ء)

Marfat.com

"خدا خود میرِ مجلس بود اندر لامکاں خسروؔ"

لامکان کی محافل میلاد النبی ﷺ

(اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خان بریلویؒ)

اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں اپنے محبوب کی ولادت و بعثت کا اعلان کرتے ہوئے محافل انبیاء و ملائکہ کا اہتمام فرمایا۔ قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ. (آل عمران، ۳: ۸۱، ۸۲)

"اور یاد کرا ے محبوب! جب خدا نے عہد لیا پیغمبروں سے کہ جو میں تم کو کتاب و حکمت دوں پھر تمہارے پاس آئے میرا رسول تصدیق فرماتا اس کی جو تمہارے ساتھ ہے۔ تو تم ضرور ہی اس پر ایمان لانا اور بہت ضرور اس کی مدد کرنا۔ پھر فرمایا کہ تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟ سب انبیاء نے عرض کی کہ ہم ایمان لائے فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ۔ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔ اب جو اس کے بعد پھرے گا تو وہی لوگ بے حکم ہیں۔"

امام اجل ابو جعفر طبری وغیرہ محدثین اس آیت کی تفسیر میں امیر المومنین حضرت علی سے راوی ہیں۔

"یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے لے کر آخر تک جتنے انبیاء بھیجے سب سے محمد رسول ﷺ کے بارے میں عہد لیا کہ اگر یہ اس نبی کی زندگی میں معبوث ہوں تو وہ ان پر ایمان لائے اور ان کی مدد کرے اور اپنی امت سے اس مضمون کا عہد لے۔"

اسی طرح حبر الامہ عالم القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہوا۔ (رواہ ابن جریر و ابن عساکر وغیرہما۔ بلکہ امام بدر زرکشی و حافظ عماد بن کثیر و امام الحفاظ علامہ

Marfat.com

ابن حجر عسقلانی نے اسے بخاری کی طرف نسبت کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس عہد ربانی کے مطابق ہمیشہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء نشر مناقب وذکر مناصب سید المرسلین صلوٰت اللہ وسلام علیہ وعلیہم اجمعین سے رطب اللسان رہتے۔ اور اپنی پاک مجالس و محافل ملائک منزل کو حضور کی یاد و مدح سے زینت دیتے اور اپنی امتوں سے حضور پرنور پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا عہد لیتے۔ یہاں تک کہ وہ پچھلا مژدہ رساں کنواری بتول کا ستھرا بیٹا مسیح کلمۃ اللہ علیہ صلوٰت اللہ مبشرا برسول یاتی من بعد اسمہ احمد کہتے ہوئے لایا۔ اور جب ستارے روشن مہ پارے مکن غیب میں گئے آفتاب عالم تاب خمیت نے باہزاراں ہزار جاہ و جلال طلوع اجلال فرمایا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین وبارک وسلم دھر الداھرین۔

ابن عساکر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں۔

''ہمیشہ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کے بارے میں آدم اور ان کے بعد کے سب انبیاء علیہم والصلوٰۃ والسلام سے پیشین گوئی فرماتا رہا۔ اور قدیم سے سب امتیں تشریف آوری حضور کی خوشیاں مناتیں اور حضور کے توسل سے اپنے اعداء پر فتح مانگتی آئیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو بہترین امم و بہترین قرون و بہترین اصحاب و بہترین بلاد میں ظاہر فرمایا۔ ﷺ اور اس کی تصدیق قرآن عظیم میں ہے۔

''یعنی اس نبی کے ظہور سے پہلے کافروں پر اس کے وسیلہ سے فتح چاہتے۔ پھر جب وہ جانا پہچانا ان کے پاس تشریف لایا، منکر ہو بیٹھے تو خدا کی پھٹکار منکروں پر۔''

اس دعا کی برکت سے انہیں فتح دی جاتی۔ اسی پیمان الٰہی کا سبب ہے کہ حدیث میں آیا حضور سید المرسلین ﷺ نے فرمایا ''قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ آج اگر موسیٰ دنیا میں ہوتے میری پیروی کے سوا ان کو کچھ گنجائش نہ ہوتی۔'' اور یہی باعث ہے کہ جب آخرالزمان میں حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے باآنکہ بدستور منصب رفیع نبوت و رسالت پر ہوں گے حضور پرنور سید المرسلین ﷺ کے امتی بن کر رہیں گے۔ حضور ہی کی شریعت پر عمل کریں گے۔ حضور کے ایک امتی و نائب امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

حضور سید المرسلین ﷺ فرماتے ہیں کہ کیف امتہ اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم کیسا حال ہوگا تمہارا جب ابن مریم تم میں اتریں گے۔ اور تمہارا امام تم میں سے

Marfat.com

ہوگا۔"آخرجه الشیخان عن ابی ہریرہ" اور اس عہدہ واثق کی پوری تائید وتوکید حق عز جلالہ نے توریت مقدس میں فرمائی۔

امام علامہ تقی الملۃ والدین ابوالحسن علیبن عبدالکافی سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں ایک نفیس رسالہ" التعظیم والا منته فی منومین به والتفصرنه " لکھا اور اس میں آیت مذکورہ سے ثابت فرمایا کہ ہمارے حضور صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ سب انبیاء کے نبی ہیں۔اور تمام انبیاء ومرسلین اور ان کی امتیں سب حضور کے امتی حضور کی نبوت ورسالت زمانہ سیدنا ابوالبشر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روز قیامت تک جمیع خلق اللہ کو عام شامل ہے اور حضور کا ارشاد"و کنت نبیاو ادم بین الروح والجسد" اپنے معنی حقیقی پر ہے۔

اگر ہمارے حضور حضرت آدم و نوح وابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ حضور ﷺ کے زمانہ میں ظہور فرماتے۔ان پر فرض ہوتا کہ حضور پر ایمان لاتے اور حضور کے مددگار ہوتے۔اسی کا اللہ تعالیٰ نے عہد لیا تھا اور حضرت کے نبی الانبیاء ہونے کا ہی باعث ہے کہ شب اسریٰ تمام انبیاء و مرسلین نے حضور کی اقتدا کی اور اس کا پورا ظہور روزِ نشور ہوگا۔جب حضور کے زیرِ لواء آدم ومن سوا کافہ رسل وانبیاء ہوں گے۔صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین۔

یہ رسالہ نہایت نفیس کلام پر مشتمل ہے جسے امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ اور امام شہاب الدین قسطلانی نے مواہب لدنیہ اور ائمہ مابعد نے اپنی تصانیف میں نقل کیا اور اسے نعمت عظمٰی ومواہب کبریٰ سمجھا۔

بالجملہ مسلمان بہ نگاہ ایمان اس آیہ کریمہ کے مفادات عظیمہ پر غور کرے۔صاف صریح ارشاد فرما رہی ہے کہ محمد ﷺ اصل الاصول ہیں۔محمد ﷺ رسولوں کے رسول ہیں۔امتیوں کو جو نسبت انبیاء ورسل سے ہے وہ نسبت انبیاء ورسل کو اس سید الکل سے ہے۔ امتیوں پر فرض کرتے ہیں رسولوں پر ایمان لاؤ۔رسولوں سے عہد وپیمان لیتے ہیں محمد ﷺ سے گرویدگی فرماؤ۔غرض صاف صاف جتا رہے ہیں کہ مقصود اصلی ایک وہی ہیں باقی تم سب تابع۔

مقصود ذات اوست وگر جملگی طفیل

اقول وباللہ التوفیق : پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ (ولادت وبعثت نبویؐ کے) اس مضمون کو قرآن عظیم نے کس قدر مہتم بالشان ٹھہرایا۔اور طرح طرح سے موکد فرمایا:

Marfat.com

اولاً: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء معصومین ہیں۔ زنہار حکم الٰہی کا خلاف ان سے متحمل نہیں۔ کافی تھا کہ رب تبارک وتعالیٰ بطریق امر انہیں ارشاد فرماتا۔ اگر وہ نبی تمہارے پاس آئے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا مگر اس قدر پر اکتفا نہ فرمایا بلکہ ان سے عہد و پیمان لیا۔ یہ عہد ''الست بربکم'' کے بعد دوسرا پیمان تھا۔ جیسے کلمہ طیبہ میں لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ ہے۔ تاکہ ظاہر ہو کہ تمام ماسوی اللہ پر پہلا فرض ربوبیت الٰہی کا اذعان ہے۔ پھر اس کے برابر رسالت محمدیہ پر ایمان۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبارک۔

ثانیاً: اس عہد کو لام قسم سے موکد فرمایا ''لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ'' جس طرح نوابوں سے بیعت سلاطین پر قسمیں لی جاتی ہیں امام سبکی فرماتے ہیں شاید سوگند بیعت اسی آیت سے ماخوذ ہوئی ہے۔

ثالثاً: نون تاکید۔

رابعاً: وہ بھی ثقلیلہ لا کر ثقیل تاکید کو اور دوبالا فرمایا

خامساً: یہ کمال اہتمام ملاحظہ کیجئے کہ حضرات انبیاء بھی جواب نہ دینے پائے کہ خود ہی تقدیم فرما کر پوچھتے ہیں اقررتم اس امر پر اقرار لاتے ہو۔ یعنی کمال تعجیل وتسجیل مقصود ہے۔

سادساً: اس قدر پر بھی بس نہ فرمائی بلکہ ارشاد ہوا: وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ خالی اصرار نہیں بلکہ اس پر میرا بھاری ذمہ لو۔

سابعاً: علیہ یا علیٰ هذا جگہ علی ذلکم فرمایا کہ بعد ارشاد دلیل عظمت ہو

ثامناً: اور ترقی ہوئی کہ فاشهدو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ۔ حالانکہ معاذ اللہ اقرار کر کے مکر جانا پاک مقدس جنابوں سے معقول نہ تھا۔

تاسعاً: کمال یہ ہے کہ فقط ان کی گواہیوں پر بھی اکتفا نہ ہوئی بلکہ ارشاد فرمایا وانا معكم من الشهدين میں خود بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

عاشراً: سب سے زیادہ نہایت کار یہ ہے کہ اس قدر عظیم جلیل تاکیدوں کے بعد با آنکہ انبیاء کو عصمت عطا فرمائی۔ یہ سخت شدید تہدید بھی فرمادی گئی کہ فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ اب جو اس قرار سے پھرے گا فاسق ٹھہرے گا۔

اللہ اللہ! یہ وہی اعتنائے نام واہتمام تمام ہے جو باری تعالیٰ کو اپنی توحید کے بارے میں

Marfat.com

منظور ہوا کہ ملائکہ معصومین کے حق میں ارشاد کرتا ہے ''جو ان میں سے کہے گا میں اللہ کے سوا معبود ہو اسے ہم جہنم سزا دیں گے۔ ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں ستم گاروں کو'' گویا ارشاد فرماتے ہیں جس طرح ہمیں ایمان کے جز اول الا الہ الا اللہ کا اہتمام یونہی جز دوم محمد رسول اللہ سے اعتنائے تام ہے۔ میں تمام جہان کا خدا کہ ملائکہ مقربین بھی میری بندگی سے سر نہیں پھیر سکتے۔ اور میرا محبوب سارے عالم کا رسول و مقتدا کہ انبیاء و مرسلین بھی اس کی بیعت خدمت کے محیط دائرہ میں داخل ہوئے۔(۱)

''جب زمانہ ولادت شریف کا قریب آیا، تمام ملک و ملکوت میں محفل میلاد تھی۔ عرش پر محفل میلاد، فرش پر محفل میلاد، ملائکہ میں میلاد ہو رہی تھی۔ خوشیاں مناتے حاضر ہوئے ہیں، دولہا کا انتظار ہو رہا ہے، جس کے صدقے میں یہ ساری برات بنائی گئی ہے۔ سبع سماوات میں عرش و فرش پر دھوم ہے۔ ذرا انصاف کرو، تھوڑی سی مجازی قدرت والا اپنی مراد کے حاصل ہونے پر، جس کا مدت سے اسے انتظار ہو، کیا کچھ خوشی کا سامان نہ کرے گا؟

وہ عظیم مقتدر، جو چھ ہزار برس بیشتر بلکہ لاکھوں برس سے ولادت محبوب کے پیش خیمے تیار فرما رہا ہے، اب وقت آیا ہے کہ وہ مراد المراد ظہور فرمانے والے ہیں۔ یہ قادر علیٰ کل شی، کیا کچھ خوشی کے سامان مہیا نہ فرمائے گا۔ شیاطین اب بھی جلتے ہیں اور ہمیشہ جلیں گے۔ غلام تو خوش ہو رہے ہیں، ان کے ہاتھ تو ایسا دامن آیا کہ یہ گر رہے تھے، اس نے بچا لیا، ایسا سنبھالنے والا ملا کہ اس کی نظیر نہیں۔ ایک آدمی ایک کو بچا سکتا ہے، دو کو بچا سکتا ہے، کوئی قوی ہو گا، زیادہ سے زیادہ بیس کو بچا لے گا، یہاں کروڑوں، اربوں، پھسلنے والے اور بچانے والے وہی ایک انا اخذ بحجذ کم عن النار ھلم إلیّ (میں تمہارا کمر بند پکڑے کھینچ رہا ہوں ارے میری طرف آؤ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین وبارک وسلم۔ درود وسلام اے خدا بھیج بے حد بروح محمد و آل محمد۔(۲)

نثار تیری چہل پہل پہ ہزار عیدیں ربیع الاول
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

---

(۱)(بشکریہ ضیائے حرم عید میلاد النبی نمبر)　　(۲) ماخوذ ''جب حضور آئے''

Marfat.com

خلقتِ نورِ محمدی ﷺ

(مولانا اشرف علی تھانویؒ)

امام عبدالرزاق نے اپنی ایک سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں مجھ کو خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کونسی چیز پیدا کی۔ آپ نے فرمایا اے جابر اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے (نہ بایں معنی کہ نور الٰہی اس کا مادہ تھا بلکہ اپنے نور کے فیض سے) پیدا کیا۔ پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا۔ اور نہ بہشت تھی اور نہ دوزخ تھی اور نہ فرشتہ تھا اور نہ آسمان تھا اور نہ زمین تھی اور نہ سورج تھا اور نہ چاند تھا۔ اور نہ جن تھا اور نہ انسان تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے ایک حصے سے قلم پیدا کیا اور دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش، آگے طویل حدیث ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے نور محمدی ﷺ کا اول الخلق ہونا باولیت حقیقیہ ثابت ہوا کیونکہ جن جن اشیاء کی نسبت روایت ہے اولیت کا حکم آیا ان اشیاء کا نور محمد ﷺ سے متاخر ہونا اس حدیث میں منصوص ہے۔

حضرت عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بیشک میں حق تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام ہنوز اپنے خمیر ہی میں پڑے تھے۔ یعنی ان کا پتلا بھی تیار نہ ہوا تھا۔ (روایت کیا اس کو احمد اور بیہقی نے اور حاکم نے اس کو صحیح الاسناد بھی کہا ہے اور مشکوٰۃ میں شرح السنہ سے بھی یہ حدیث مذکورہ ہے۔)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے لئے

Marfat.com

نبوت کس وقت ثابت ہو چکی تھی۔ آپ نے فرمایا ہے کہ جس وقت کہ آدم علیہ السلام ہنوز روح اور جسد کے درمیان میں تھے (یعنی ان کے تن میں جان بھی نہ آئی تھی) روایت کیا اس کو ترمذی نے اور حدیث کو حسن کہا ہے۔

فائدہ: اور ایسے ہی الفاظ میسرہ ضبی کی روایت میں بھی آئے ہیں امام احمد نے اور بخاری نے اپنی تاریخ اور ابونعیم نے حلیہ میں اس کو روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔

شعبی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کب نبی بنائے گئے۔ آپ نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام اس وقت روح اور جسد کے درمیان میں تھے جب کہ مجھ سے میثاق (نبوت کا) لیا گیا روایت کیا ہے اس کو ابن سعد نے جابر جعفی کی روایت سے ابن رجب کے ذکر کے موافق۔

احکام بن القطان میں منجملہ ان روایات کے جو ابن مرزوق نے ذکر کی ہیں حضرت علی بن الحسین (یعنی امام زین العابدین) سے روایت ہے کہ وہ اپنے باپ حضرت امام حسینؓ اور وہ ان کے جد امجد یعنی حضرت علیؓ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ۔۔۔ ''میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا'' اس عدد میں کم کی نفی سے زیادتی کی نہیں پس اگر زیادتی کی روایت نظر پڑے شبہ نہ کیا جاوے۔ رہ گئی تخصیص اس کے ذکر میں سو ممکن ہے کہ کوئی تخصیص اس کے ذکر میں ہو سو ممکن ہے کہ کوئی خصوصیت مقامیہ اس کو مقتضی ہو۔

ابی سہل قطان کی امالی کے ایک جزو میں سہل بن صالح بن ہمدانی سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے ابا جعفر محمد بن علی (یعنی امام محمد باقر) سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کو سب انبیاء سے تقدم کیسے ہو گیا حالانکہ آپ سب کے آخر میں معبوث ہوئے۔ انہوں نے جواب دیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے بنی آدم سے یعنی ان کی پشتوں میں سے ان کی اولاد کو (عالم میثاق میں) نکالا اور ان سب سے ان کی ذات پر یہ اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب سے اول (جواب میں)

Marfat.com

بلیٰ (یعنی کیوں نہیں) محمد ﷺ نے کہا اور اسی لئے آپ کو سب انبیاء سے تقدم ہے گو آپ سب سے آخر میں مبعوث ہوئے۔

فائدہ: اگر میثاق لینے کے وقت ارواح کو بدن سے تلبیس بھی ہو گیا تاہم احکام روح ہی کے غالب ہیں اسی لئے اس روایت کی کیفیات کو نور میں لانا مناسب سمجھا اور اوپر شعبی کی روایت مین آپ سے قبل آدم کا میثاق لیا جانا مذکورہ ہے اور میثاق الست بر بکم ظاہر روایات سے بعد خلق آدم معلوم ہوتا ہے سو ممکن ہے کہ وہ میثاق نبوت کا بلا اشتراک غیرے ہو جب اس حدیث کے ذیل میں اس طرف اشارہ بھی کیا گیا ہے۔

جب آپ غزوہ تبوک سے مدینہ طیبہ میں واپس تشریف لائے تو حضرت عباسؓ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھ کو اجازت دیجئے کہ کچھ آپ کی مدح کروں (چونکہ حضور کی مدح خود طاعت ہے اس لئے) آپ نے ارشاد فرمایا کہ کہو اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو سالم رکھے انہوں نے یہ اشعار آپ کے سامنے پڑھے۔

''زمین پر آنے سے پہلے آپ جنت کے سایہ میں خوشحالی میں تھے اور نیز ودیعت گاہ میں جہاں (جنت کے درختوں کے) پتے اوپر تلے جوڑے جاتے تھے (یعنی آپ صلب آدم علیہ السلام میں تھے سو قبل نزول الارض کے جب وہ جنت کے سایوں میں تھے اور ودیعت گاہ سے مراد صلب ہے جیسا اس آیت میں مفسرین نے کہا ہے لمستقر و مستودع اور پتے کا جوڑنا اشارہ ہے اس قصہ کی طرف آدم علیہ السلام نے اس منع کئے ہوئے درخت سے کھالیا اور جنت کا لباس اتر گیا تو درختوں کے پتے ملا ملا کر بدن ڈھانکتے تھے یعنی اس وقت بھی آپ مستودع میں تھے اسکے بعد آپ نے بلاد یعنی زمین کی طرف نزول فرمایا اور آپ اس وقت نہ بشر تھے اور نہ مضغہ اور نہ علق (کیونکہ یہ حالتیں جنین ہونے سے بہتر قرب کی ہوتی ہیں اور ہبوط کے وقت جنین ہونے کا انتفاء ظاہر ہے اور یہ نزول الی الارضی بھی بواسطہ آدم علیہ السلام کے وہ مادہ راکب کشتی تھا مولانا جامی نے اس مضمون کی طرف ارشاہ کیا ہے۔

Marfat.com

زجودش گرنگش را مفتوح

بجو دی کے رسیدی کشتی نوح

اوروہ مادہ (اسی طرح واسطہ در واسطہ) ایک صلب سے دوسرے رحم تک نقل ہوتا رہا جب ایک طرح کا عالم گزر جاتا تھا دوسرا طبقہ ظاہر اور شروع ہو جاتا تھا یعنی وہ مادہ سلسلہ آبا کے مختلف طبقات میں یکے بعد دیگر منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ اسی سلسلہ میں) آپ نے نار خلیل میں بھی ورود فرمایا چونکہ آپ ان کی صلب میں پوشیدہ تھے تو وہ کیسے جلتے (پھر آگے اسی طرح آپ منتقل ہوتے رہے) یہاں تک کہ آپ کا خاندانی شرف جو کہ (آپ کی فضیلت پر) شاہد ظاہر ہے اولاد خندف میں سے ایک ذروہ عالیہ پر جاگزیں ہوا جس کے تحت میں اور حلقے (یعنی دوسرے خاندان) مثل درمیانی حلقوں کے تھے خندف لقب ہے آپ کے جد بعید مدرکہ بن الیاس کی والدہ کا یعنی ان کی اولاد میں سے آپ کے خاندان اور دوسرے خاندانوں میں باہمی وہ نسبت تھی جیسے پہاڑ میں اوپر کی چوٹی اور نیچے کے درمیانی درجوں میں ہوتی ہے اور نطق یعنی اوساط کی قید سے اشارہ اس طرف ہے کہ غیر اولاد خندف کو ان سب کے سامنے بالکل نشیب کی نسبت درجات جبل کے ساتھ ہے) اور آپ جب پیدا ہوئے تو زمین روشن ہوگئی اور اپ کے نور سے آفاق منور ہو گئے۔ سوہم اس ضیاء اور اسی نور میں ہدایت کے رستوں کو قطع کر رہے ہیں۔

(ماخوذ از نشر والطیب، مجموعہ خطبات بنام میلاد النبیؐ از مولانا اشرف علی تھانوی مطبوعہ جمیلی کتب خانہ لاہور)

Marfat.com

اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

(علی اکبر قادری)

اللہ جل مجدہٗ نے انسان کو دیگر ضروریات کے علاوہ دو ایسی بنیادی اور بدیہی ضرورتوں کا محتاج بنایا ہے جن سے دست کش ہو کر وہ شاہراہ حیات پر ایک قدم بھی نہیں چل سکتا۔ ایک طرف اسے بقائے حیات کی خاطر ان اشیاء کے حصول کی ضرورت ہے جو اس کی مادی اور جسمانی حوائج کی تکمیل کریں تو دوسری طرف وہ مقصد تخلیق کی تکمیل کے لئے ایسی ہدایت و رہنمائی کا محتاج ہے جس سے وہ اخلاقی، تمدنی اور روحانی زندگی کی لذتوں سے بہرہ ور ہو سکے۔ خالق کائنات نے بتقاضائے ربوبیت انسان کی ان دونوں ضرورتوں کو بطور احسن پورا فرمایا۔ بقائے حیات اور دیگر مادی و جسمانی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے اس نے کرہ ارضی میں مختلف وسائل معیشت کا ایک لامتناہی خزانہ ودیعت فرمادیا۔

انسان نے اپنے عقل و تدبر کو کام میں لاتے ہوئے ہر دور میں اپنی ضروریات کے مطابق ہر چیز کائنات کے سینے سے اگلوائی ہے۔ اگر انسانی حیات کا مقصد پہلی ضرورت کی تکمیل تک محدود رہتا تو انسان ہرگز اشرف المخلوقات کہلانے کا حقدار نہیں تھا۔ اس لئے کہ دوسری جاندار مخلوق بھی اپنی زندگی کی بقاء کے لئے کم و بیش انہی مادی ضرورتوں کی محتاج ہے۔ صاف ظاہر ہے انسان کو دیگر مخلوقات عالم سے منفرد و ممتاز کرنے کے لئے باقاعدہ ہدایت اور مستقل رہنمائی کا نظام قائم کرنا اس کی فطری ضرورت تھی چنانچہ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی پیدائش سے ہی اپنے انبیاء و رسل کا ایک طویل سلسلہ قائم رکھا تاکہ انسان عرفان ذات و کائنات کے ساتھ ساتھ معرفت الٰہی بھی حاصل کر سکے اور یوں وہ زندگی کی حقیقت، اس کے مفہوم اور اس کے اعلیٰ مقاصد سے آشنا ہو۔

آفرینش آدمؑ کے بعد اللہ تعالیٰ کے اس قافلہ ہدایت کا نورانی سفر جاری رہا۔ ہر قوم، علاقے اور نسل کے مقتضائے حال کوئی نہ کوئی نبی آتا رہا اور پیغام حق سنا کر بھٹکی ہوئی انسانیت کو راہ

Marfat.com

ہدایت پر گامزن کرتا رہا لیکن تاریخ انسانی میں ایک ایسا دور بھی آیا جب انسان انسانیت کے مفہوم سے نا آشنا ہو گیا۔ اس دور کی تاریخ پر اگر آپ ایک اچٹتی نظر دوڑائیں تو آپ کو ایران، یونان، روم جیسی بظاہر مہذب و متمدن قومیں بھی فحاشی، بدکاری اور شہوت پرستی کو مذہب کا حصہ گردانتی نظر آتی ہیں۔ حاملین کتاب اہل عرب سمیت توحید باری کے تصور سے ہی شناسا نہیں۔ طرح طرح کے فاسد عقائد اور بیہودہ توہمات کا شکار انسان کبھی آگ کا پروانہ نظر آتا ہے اور کبھی اپنے تراشیدہ پتھروں کا دیوانہ۔ کہیں اجرام فلکی کی پرستش ہو رہی ہے تو کہیں جھیلوں، دریاؤں اور ندی نالوں کو خدا کا درجہ دیا جا رہا ہے۔ حقوق شناسی کا تصور اس قدر مفقود ہو گیا ہے کہ دست نگر غلاموں اور عورتوں کو کھلونوں کی طرح استعمال کے بعد جب چاہا، جہاں چاہا پھینک دیا۔

لوگ سفاک ہیں تو درندوں سے بھی بڑھ کر، خواہشات کے پجاری ہیں تو بہائم سے بھی کہیں زیادہ۔ تہذیب و تمدن کا نام نہیں رہا۔ شرافت و نجابت سر پیٹ رہی ہے۔ انسانیت ظلم و بربریت کے آہنی پنجوں میں چیخیں بلند کر رہی ہے اور شہنشاہیت ان بے بسی کے مناظر کو دیکھ کر مسکرا رہی ہے۔ عفت و عصمت کی چادر انسانیت کے چہرے سے اتر گئی ہے اور عزت و شرافت کی کھیتیاں پامال ہو رہی ہیں۔

سرزمین حرم کا حال دیکھیں تو بے دینی کی کوئی رسم نہیں جو ادا نہیں کی جاتی۔ فواحش کی کوئی صورت نہیں جو اپنائی نہیں جاتی۔ جنگ و جدال اور قتل و غارت کے خون آشام مناظر قدم قدم در پیش ہیں، شراب نوشی اور بدکاری قابل ستائش کارنامے اور معصوم بچیوں کو زندہ درگور کرنا عزت نفس اور عظمت و شرافت کا ثبوت ہیں۔ فتنہ و فساد کی ان گھٹاؤں میں امید کا کوئی ستارہ نظر نہیں آتا ظلم و جہالت کی ہولناک آندھیوں سے کشتی مراد ہچکولے کھا رہی ہے۔

لیکن یہ قانون قدرت ہے کہ جب خزاں رسیدہ چمن کی ویرانیاں حد سے بڑھنے لگیں تو بہار کی پر کیف و جانفزا ہوائیں گلشن ارضی میں شادابیاں لاتی ہیں۔ جب موسم گل کی آمد ہوتی ہے تو مردہ درختوں کی خشک ٹہنیوں پر لہلہاتی کونپلیں پھوٹتی ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے چمن در چمن پھولوں کی مہک کے قافلے کائنات کو دلفریب بناتے چلے جاتے ہیں۔

Marfat.com

بالکل اسی طرح جب تاریخ انسانی کی یہ طویل ترین شب ظلمت اپنی انتہا کو پہنچی تو مشیت ایزدی نے ایسی صبح کا اہتمام فرمایا جو قیامت تک پھیلنے والی روشنی کی نقیب تھی۔ افق عالم پر وہ نورانی کرن چمکی جس کی ایک جھلک نے ہزاروں سالوں سے بھڑکتی آگ کے شعلوں کو خاکستر کر کے رکھ دیا۔

سرزمین مکہ کی مقدس فضاؤں میں یکا یک ''اللہ اکبر'' کی ایک معصوم آواز بلند ہوئی جس نے بت کدہ عالم میں ہلچل مچا دی۔ آج سیدہ آمنہؓ کی مقدس گود میں کائنات کی ساری سعادتیں اور نعمتیں اتر آئیں۔ حضرت عبداللہ کے گھر کے در و دیوار یوں چمک اٹھے کہ فردوس بریں کو رشک آ گیا۔ محلہ بنو ہاشم کی فضائیں اتنی مہکیں کہ کائنات ہست و بود کی بہاریں خیرات لینے آ گئیں۔

کبھی ایسی سحر دیکھی نہ تھی افلاک نے اب تک
نہ پایا تھا سکوں اس دیدہ نمناک نے اب تک
کبھی ایسے نسیم صبح کے جھونکے نہ آئے تھے
کبھی اس طرح کھل کر یوں نہ غنچے مسکرائے تھے

یہی وہ صبح تھی جس کے انتظار میں گردش شام و سحر نے ماہ و سال کی لاکھوں کروٹیں بدلی تھیں۔ ۱۲ ربیع الاول کی سہانی صبح کے وہ لمحات جن میں ہمارے پیارے آقا نبی اکرم ﷺ زینت آراء بزم جہاں ہوئے بلاشبہ قابل رشک لمحات تھے۔ از ازل تا ابد وقت کا کوئی لمحہ اور گردش لیل و نہار کی کوئی ساعت اس دل افروز ساعت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس دن گویا مکہ کے گلی کوچوں سے یہ آوازیں بلند ہو رہی تھیں اور خود فطرت گنگنا رہی تھی کہ

اسی دن کے لئے تو بزم ہستی کو سنوارا تھا
یہی مقصود عالم تھا یہی خالق کا پیارا تھا
یہ سب رعنائیاں تھیں اک وجود پاکؐ کی خاطر
یہ نقش آرائیاں تھیں سید لولاکؐ کی خاطر

چنانچہ اس کے بعد آنے والے وقت نے یہ ثابت کر دیا کہ واقعی حضور ﷺ کی آمد نوید بہار تھی۔

Marfat.com

حق کی فتح اور باطل کی شکست تھی۔ وہ دن دنیا کے لئے نئی روشنی کے ظہور کا دن تھا۔ اس روشنی نے انسانیت کو افراط وتفریط کے گرداب سے نکال کر اعتدال پر فائز کر دیا۔ زیردست غلاموں کو انتہائی پستی سے اٹھا کر عزت وتکریم کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز کر دیا گیا۔ تمام طبقاتی، جغرافیائی نسلی اور لسانی علامتوں کے بت ٹوٹ گئے۔

سرور کائنات ﷺ کی آمد اس دین اسلام کی آمد تھی جس نے تمام تر ادیان باطلہ کے فرسودہ نظام بدل کر رکھ دیئے۔ صفحہ ہستی پر نئے خدائی تہذیب وتمدن نے جنم لیا۔ انسانوں کے اندر ایک ایسی روح پھونک دی گئی جس نے آپس میں محبت ومروت کے جذبوں کی نشوونما کی، ضم کدہ جہاں شرک وبت پرستی کی آلودگیوں سے صاف ہوا اور ہر سو توحید ربانی کے نغموں کی صدائیں بلند ہوگئیں۔

میلاد النبی ﷺ کی اس صبح سے آج ساڑھے چودہ سو سال سے زائد عرصہ بیت چکا ہے۔ کاروان اسلام جہاں دیگر معاملات میں محو سفر ہے وہاں یہ مبارک دن بھی اپنے دامن میں مرور زمانہ کے باوجود ہر سال مسلمانوں کے لئے نوید مسرت اور پیغام محبت لے کر آتا ہے۔ سال کے بعد جب بھی ماہ ربیع الاول کا یہ مقدس دن آتا ہے اہل محبت وشوق حسب استطاعت اپنے پیارے نبی ﷺ کے حضور عقیدت ومحبت کے نذرانے پیش کرتے ہیں۔ حکم الٰہیہ کی تعمیل میں تحدیث نعمت کے طور پر محافل میلاد کے علاوہ یوم میلاد پر جشن بھی مناتے ہیں۔ تاریخ اسلام کے ہر دور میں علماء ومشائخ اس مبارک موقع پر اس سعادت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے ہیں لیکن شومئی قسمت کہ فی زمانہ امت مسلمہ کے بعض طبقات بہت سے مسائل میں افراط وتفریط کا شکار ہو کر اپنے آقا ومولا علیہ الصلوۃ والسلام کے فضائل وکمالات پر جھگڑتے پھر رہے ہیں۔ کبھی نور و بشر کے جھگڑے، کہیں علم غیب کے اثبات اور عدم اثبات پر مناظرے، کبھی حیات النبی پر مناقشات اور کہیں میلاد النبیؐ کے موضوع پر بحثیں۔ آج یہی چیزیں بالعموم مسجد ومنبر کے موضوعات بن کر رہ گئی ہیں۔ انہی کے جواز اور عدم جواز پر فریقین (الا ماشاءاللہ) اپنی تمام تر علمی ثقاہت اور جوہر خطابت دکھاتے نظر آتے ہیں۔ رب العزت اس امت کے حال پر رحم فرمائے۔ آمین (مقدمہ ''جشن میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت'' از پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری، نومبر ۱۹۸۸ء)

Marfat.com

دنیا۔۔۔میلادالنبی ﷺ سے پہلے

(پروفیسر سید عبدالرحمان بخاری)

ظہورِ قدسی کے وقت دنیا کی کیا حالت تھی ...... قرآنِ حکیم نے اس کیلئے ایک جگہ ''ضلال مبین''، یعنی کھلی گمراہی کے الفاظ استعمال کئے ہیں...... اور دوسری جگہ ''وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ (آل عمران ۳: آیت ۱۰۳)'' یعنی آگ سے بھرے ایک گڑھے کے کنارے کی تعبیر اختیار کی ہے...... ایک اور مقام پر اس پورے منظر کو یوں اجاگر کیا کہ: ''ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ ۔ (الروم ۳۰: آیت ۴۱)''، یعنی خشکی اور تری میں ہر طرف فساد چھا گیا ہے جو لوگوں کے برے اعمال کا نتیجہ ہے...... پھر یہی نہیں قرآن نے جگہ جگہ اس گمراہی اور فساد کی تفصیلات بھی کھول کر رکھ دی ہیں...... یہاں تک کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل دنیا کی ہر قوم وملت کے تمام حالات اور انسانی تمدن کا سارا نقشہ کھل کر سامنے آ گیا ہے...... لیکن اگر آپ سیرتِ مطہرہ پر لکھی گئی کتابوں کا مطالعہ کریں تو شاید حیرت و اضطراب کے اتھاہ سمندر میں ڈوب جائیں...... یہ سب دیکھ کر کہ اگرچہ اکثر کتبِ سیرت میں اسلام سے پہلے دنیا کی تمدنی حالت پر گفتگو کی گئی ہے...... لیکن یہ گفتگو عام طور پر جغرافیائی، سیاسی اور فنی معلومات کے گرد گھومتی ہے...... اور مذہبی یا معاشرتی برائیوں کا تذکرہ اس انداز سے کیا جاتا ہے کہ شرک کے علاوہ چند بری عادات اور غلط رسوم کی نشاندہی کر کے بات سمیٹ لی جاتی ہے...... اس اندازِ بیان سے جو تاثر ملتا ہے وہ یہ ہے کہ اسلام سے پہلے دنیا میں بہت سی برائیاں موجود تھیں...... بالکل اسی طرح جیسے آج بھی دنیا میں بلکہ خود مسلمانوں میں بہت سی برائیاں موجود ہیں...... ان برائیوں کی تعداد، کثرت اور تفصیلات بیان کرنے سے وہ بنیادی فرق سامنے نہیں آتا

Marfat.com

جو اسلام سے پہلے کی دنیا اور آج کی دنیا میں پایا جاتا ہے..... اور جب تک یہ فرق واضح ہو کر سامنے نہ آئے حضور اکرم ﷺ کا آخری نبی ہونا اور اسلام کا مکمل و ہمہ گیر ضابطۂ حیات ہونا باور نہیں ہوتا..... ختم نبوت کے منکر یہ گمانِ فاسد پھیلانے لگتے ہیں کہ جس طرح حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل دنیا میں بہت سی برائیاں موجود تھیں جن کی اصلاح حضور اکرم ﷺ نے فرمائی' اسی طرح اب بھی دنیا میں بہت سی خرابیاں پھیل گئی ہیں جن کی اصلاح کیلئے ایک نئے پیغمبر کی ضرورت ہے..... نظریۂ الفی (یعنی ایک ہزار سال کے بعد نئے دین کی ضرورت کا نظریہ)..... اکبر کے دینِ الٰہی' بہائیت اور مرزائیت ایسے غلیظ فتنوں کے جڑ پکڑنے کا ایک سبب غلط فہمی بھی رہی ہے کہ دنیا میں پھر برائیاں پھیل گئی ہیں جنہیں کوئی پیغمبر ہی مٹا سکتا ہے..... سیرتِ طیبہ پر لکھنے والوں نے اگر اسلام سے قبل دنیا کی حالت اور موجودہ برائیوں کا فرق اچھی طرح واضح کر دیا ہوتا تو اس غلط فہمی کی جڑ کٹ جاتی ہے جس نے دنیا میں کئی جعلی پیغمبروں کو ابھرنے اور پنپنے کا موقع دیا..... بناء بریں ضرورت ہے کہ اسلام سے قبل دنیا کی تمدنی حالت کا جائزہ قرآنِ حکیم کی روشنی میں لیا جائے..... اور ذرا گہرائی میں اتر کر دیکھا جائے کہ وہ کیا خاص حالات تھے جنہیں قرآن نے کھلی گمراہی (ضلال مبین)' بڑی گمراہی (ضلال کبیر) آگ سے بھرے گڑھے کا کنارہ (شفا حفرۃ من النار) اور خشکی وتری میں فساد پھیلنے سے تعبیر کیا ہے..... میں اس موضوع پر اپنی ایک دوسری کتاب میں ان شاءاللہ تفصیل سے بات کروں گا جس سے امید ہے کافی حد تک اسلام سے پہلے دنیا کی حالت اور موجودہ حالت کا فرق واضح ہو کر سامنے آ جائیگا۔

بحر و بر میں فساد چھا گیا

کرۂ ارض پر زندگی دو دنیاؤں میں بٹی ہوئی ہے۔ ایک خشکی اور دوسری تری..... قرآن کہتا ہے کہ ظہورِ اسلام سے پہلے خشک وتر دونوں دنیاؤں میں فساد چھا گیا تھا..... اور یہ فساد لوگوں نے اپنے ہاتھوں سے برپا کیا تھا..... قابلِ غور نکتہ یہ ہے کہ انسان صرف خشکی پر آباد ہیں مگر قرآن سے ظاہر ہے کہ ان کے برے کرتوت زندگی کے ہر دائرے کو بگاڑ چکے تھے..... ذرا تصور کیجئے

Marfat.com

انسان کی بدی اور گمراہی اپنی شدت اور پھیلاؤ میں کن حدوں تک جا پہنچی تھی......اور اس کی گہرائی و گیرائی کا عالم کیا تھا...... کہ زندگی کی تمام شکلیں اور کائنات کے سب گوشے اس کی لپیٹ میں آ چکے تھے...... یہ کیسا فساد تھا جو کرۂ ارض کے پورے ماحول پر چھا گیا تھا......اگر بات صرف چند ایک اعتقادی گمراہیوں اور عملی برائیوں تک محدود ہوتی ......تو قرآن اسے بحر و بر کے فساد سے تعبیر نہ کرتا......کفر و شرک ہمیشہ دنیا میں موجود رہا اور آج بھی ہے......اخلاقی عیب اور عمل کی خرابیاں جو عہدِ جاہلیت میں تھیں آج بھی دنیا کے بہت سے معاشروں میں موجود ہیں......معاشی، سماجی اور سیاسی انتشار بھی اکثر و بیشتر پھیلتا رہا ہے......غرض اولادِ آدم اور فساد کے عوامل اکثر ساتھ ساتھ رہے ہیں......پھر بھلا وہ کونسی خاص شکل تھی فساد اور برائی کی......جو زمانۂ جاہلیت کو دوسرے تمام ادوار سے الگ کرتی ہے......اور جس کی بناء پر قرآن نے اس زمانے کو عہدِ جاہلیت، ضلال مبین، فسادِ بحر و بر اور ایک آتشیں گڑھے کے کنارے (شفا حضرة من النار) سے تعبیر کیا ہے......

میں نے اس سوال کو ذہن میں رکھتے ہوئے قرآنِ حکیم کا مطالعہ کیا تو کم و بیش پندرہ سو آیاتِ مقدسہ کی روشنی میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ عہدِ جاہلیت کے فساد اور ضلال مبین کا تعین حسبِ ذیل بنیادی عناصر سے ہوتا ہے۔

عہد جاہلیت کے بنیادی عناصر

1۔ تمام ممکنہ انسانی برائیاں ایک عہد میں جمع ہوگئی تھیں۔

2۔ فسادِ عمل سے بڑھ کر انسان کے مزاج میں اتر گیا تھا۔

3۔ برائی محض شخصی نہ تھی بلکہ اجتماعی شعور کا حصہ بن گئی تھی۔

4۔ گمراہی کو ایک معاشرتی جوہر کی حیثیت سے تحفظ حاصل تھا۔

5۔ جبر و استحصال کو غالب نظام اور روحِ عصر کا درجہ مل گیا تھا۔

6۔ آسمانی ہدایت دنیا سے گم اور انسانی تمدن فنا ہو چکے تھے۔

7۔ نوعِ انسانی ایک عالمگیر تہذیبی خلا میں سانس لے رہی تھی۔

Marfat.com

8۔کاروانِ زندگی اپنے سفر میں ایک نئے موڑ پر آ کر ٹھہر گیا تھا۔

9۔انسانیت کرب واضطراب کے تپتے صحرا میں بھٹک رہی تھی۔

10۔دنیائے قدیم سے گریز اور عالمِ نو کی پیاس بڑھ رہی تھی۔

اب ہم قرآنِ حکیم کی روشنی میں انتہائی اختصار کے ساتھ ان نکات کی وضاحت کریں گے۔

1۔تمام ممکنہ انسانی برائیاں ایک عہد میں جمع تھیں

انسان جب سے زمین پر اترا ہے' بدی کی قوتیں اسے ورغلانے کیلئے ہمیشہ ساتھ رہی ہیں ...... اور قیامت تک رہیں گی ......شیطان اوراس کی ذریت ...... نفس اور اس کی خواہشات...... بدی کو پھیلانے میں شیطان کے آلہ کار جن وانس...... غرض طاغوت اوراس کی لاتعداد شکلیں ہیں جوانسان کو ہر آن گھیرے رہتی ہیں...... مگرایک بات واضح ہے کہ برائی ہمیشہ اپنا روپ بدلتی رہتی ہے...... نفسِ امارہ پے در پے نئی خواہشات کو جنم دیتا ہے......اور ہر خواہش برائی کی ایک نئی شکل میں ڈھل کر سامنے آتی ہے...... شیطان اپنے تمام ہتھکنڈے ایک ہی بار نہیں آزماتا...... چالیں بدل بدل کر چلتا ہے......اور ہر نئی چال گمراہی کا نیا راستہ دکھاتی ہے...... تلبیس کے ان گنت طریقے ہیں......اور ہر طریقہ برائی کی لاتعداد شکلوں کو جنم دیتا ہے۔

تاریخ انسانی پر نظر ڈالیں تو صاف دکھائی دیتا ہے کہ شیطان نے ہر عہد' ہر زمانے اور ہر قوم میں چند خاص قسم کی برائیاں پھیلائیں...... ایک قوم کو اگر کسی گمراہی میں مبتلا کیا تو دوسری کو اس سے محفوظ رکھا لیکن ایک بالکل نئی گمراہی میں ڈال دیا...... اس طرح ابلیس ہر عہد اور ہر قوم کیلئے جرم وانحراف کی نئی راہیں تراشتا رہا...... اور انسانیت کو ہمیشہ اپنے چنگل میں رکھنے کیلئے نت نئے حربے آزماتا رہا...... حد تو یہ کہ شرک اور کفر کی بھی ہزاروں شکلیں گھڑ لیں...... اور ہر قوم کو ایک نئے انداز سے توحید ورسالت کے انکار پر لگا دیا...... اور شرک وبت پرستی کی ایک نئی راہ پر گامزن کر دیا...... قرآنِ حکیم میں اقوامِ سابقہ کے حالات پڑھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ نوح علیہ السلام کی قوم کا شرک وکفر الگ نوعیت کا تھا اور عاد وثمود کے شرک وبت پرستی اور انکارِ خدا کا ڈھنگ الگ تھا......

Marfat.com

قومِ شعیب کا جرم معاشی تھا اور قومِ لوط کی برائی سب سے جدا..... فرعون کا کفر نرالا تھا..... اور بنی اسرائیل نے تو ہر عہد میں نت نئی گمراہیوں کو جنم دیا..... ادھر عیسائیت نے مذہب' قانون اور سیکولرازم کے ہر میدان میں جرم و انحراف کے ان گنت روپ تراشے ہیں..... خود عہدِ جدید کی دنیا سینکڑوں قومی' نسلی' جغرافیائی اور مذہبی دائروں میں بٹی ہوئی ہے..... اور ہر دائرے میں بدی کی ان گنت شکلیں نئے رنگ ڈھنگ سے پرورش پا رہی ہیں..... ہر طلوع ہوتا سورج گمراہی کا ایک نیا راستہ دکھاتا ہے..... اور ہر ڈوبتی شام برائی کے اندھیروں کی ایک انوکھی پرت ابھارتی ہے..... بدی کی قوتیں مسلسل اپنا کام کر رہی ہیں..... اور جب تک کرۂ ارض پر آدم کی اولاد موجود ہے..... برائی کا سفر جاری رہے گا..... اور اس کے نت نئے روپ سامنے آتے رہیں گے۔

لیکن ایک عجیب بات یہ ہے کہ تاریخِ انسانی میں ایک ایسا دور بھی آیا ہے جب زمان اور مکان کے ایک محدود دائرے میں وہ تمام ممکنہ انسانی برائیاں جمع ہوگئی تھیں جو پہلے کبھی پیدا ہوئیں یا آئندہ کبھی ظاہر ہوں گی..... اور تاریخِ انسانی کا یہی وہ دور ہے جس میں دنیا ظہورِ اسلام کے وقت گزر رہی تھی..... اور جسے قرآن نے عہدِ جاہلیت' ضلالِ مبین' فساد بحر و بر اور آتشیں گڑھے کے کنارے سے تعبیر کیا ہے..... یہ وہ دور تھا جب بدی اپنے ہر روپ میں اولادِ آدم پر مسلط تھی..... اور گمراہی کی ہر شکل انسانیت کے چہرے پر بدنما داغ بن کر جمی ہوئی تھی..... حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور تک شرک' کفر' نفاق اور الحاد کی جتنی بھی صورتیں الگ الگ ظاہر ہوتیں اور رفتہ رفتہ مٹتی رہیں' وہ سب کی سب دوبارہ پھر اپنے بدترین روپ میں ابھر کر دنیا پہ چھا گئیں..... آپ باقی دنیا کو چھوڑیئے' صرف خطۂ عرب ہی کے حالات پڑھ لیجئے..... الحاد یعنی خدا کے انکار سے لیکر مظاہر پرستی تک شرک کی تمام ممکنہ شکلیں رائج تھیں..... کفر اور نفاق کا ہر بہروپ یہاں موجود تھا..... بدی اور بدکرداری کا ہر ناسور اس خطے پر مسلط تھا..... شیطان اور اس کی پوری ذریت یہاں ناچ رہی تھی..... ظلم و بربریت اور جبر و استحصال کے سب ہتھکنڈے یہاں بروئے کار لائے جا رہے تھے..... بدامنی اور انتشار کا یہاں دور دورہ تھا..... فتنہ و فساد کا زہر یہاں

Marfat.com

زندگی کی رگوں میں سرائیت کیے ہوئے تھا......الغرض انسانی تاریخ میں جو بھی کوئی برائی یا گمراہی پہلے کہیں ہوئی یا آئندہ کبھی ظاہر ہوگی......وہ اپنے بدترین روپ میں عہدِ جاہلیت کے اندر موجود تھی......میں قرآنِ حکیم کی روشنی میں پورے اعتماد کے ساتھ یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ بدی کی کوکھ سے جرم وانحراف کی کوئی ایسی شکل کبھی جنم نہیں لے سکتی جو اپنی ٹائپ (Type) میں عہدِ جاہلیت کے اندر موجود نہ رہی ہو......گمراہی کی ہر قسم اور برائی کی ہر نوع ظہورِ اسلام کے وقت دنیا میں موجود تھی......اگر ایسا نہ ہوتا......تو دینِ حق کی آخری شکل آسمانی ہدایت کی آخری جھلک اور سلسلہ نبوت کی آخری کڑی بھی ظاہر نہ ہوتی......خدا کا آخری پیغام نوعِ انسانی کو بھی مل سکتا تھا جب برائی کی آخری شکل دنیا میں رائج ہو چکی ہوتی۔

دینِ حق کی تکمیل اس کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی کہ نسلِ آدم کو گمراہی کے ہر راستے کا سراغ اور اس کے مقابل صراطِ مستقیم کا ہر نقشہ دکھا نہ دیا جائے......ختمِ نبوت کا تصور اس کے سوا کیونکر قائم ہوگا کہ پیغمبرِ آخر الزماں ﷺ نے قیامت تک ظاہر ہونے والی ہر ممکنہ برائی کی عملی اصلاح کا بہترین نمونہ انسانیت کو دے دیا ہے......سوال یہ ہے کہ اگر حضور اکرم ﷺ کے بعد قیامت تک دنیا کے کسی خطے اور کسی زمانے میں کوئی ایسی برائی اور گمراہی پیدا ہو جائے......جس کی اصلاح کا عملی نمونہ حضور اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ میں موجود نہیں......تو پھر ختم نبوت کا کیا معنی......تکمیلِ دین کا کیا مطلب......اور قرآن کے صحیفۂ ہدایت ہونے کا کیا فائدہ......قرآن حکیم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین مکمل کر دیا اور نوعِ انسانی پر اپنی نعمت پوری کر دی......**الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی**......ذرا سوچئے کہ اگر دین مکمل ہونے کے بعد کوئی ایسی گمراہی سامنے آئے جس کا حل اس دین میں موجود نہ ہو تو دین مکمل کیونکر ہوا......پس یہ بات ایک اٹل حقیقت اور ناقابلِ تردید واقعہ ہے کہ عہدِ جاہلیت میں بدی اور گمراہی کی ہر ممکنہ صورت موجود تھی جس کا نظری حل قرآن نے دیا اور عملی اصلاح حضور خاتم النبیین ﷺ نے فرمائی......اور اب قیامت تک قرآن کی یہ عملی رہنمائی اور اسوۂ رسول ﷺ کا عملی نمونہ ہر آنے والے دور کی تمام ممکنہ

Marfat.com

برائیوں کا سدِ باب کرنے کیلئے نوعِ انسانی کے پاس موجود ہے......اور اسی عملی رہنمائی اور عملی نمونہ کا حاصل تکمیل دین ہے...... رہنمائی کے دونوں رخ مل کر دین کہلاتے ہیں......اور یہ رہنمائی جب برائی کی تمام ممکنہ شکلوں کا حل فراہم کردے تو دین مکمل ہو جاتا ہے۔

ہوسکتا ہے بعض قارئین کا ذوقِ تجسس یہ چاہے کہ عہدِ جاہلیت میں برائی کی تمام ممکنہ اقسام موجود ہونے کا ثبوت عملی مثالوں کے ذریعے پیش کیا جائے......تو اس سلسلہ میں گذارش ہے کہ میں نے قرآنِ حکیم کے سرسری مطالعہ سے کم از کم دو ہزار ایسی مثالیں منتخب کی ہیں جو عہدِ جاہلیت میں رائج گمراہی کی بڑی بڑی اقسام کی نشاندہی کرتی ہیں......اور جو میں ان شاء اللہ ایک الگ کتاب میں تفصیل سے بیان کروں گا۔

2۔فساد عمل سے بڑھ کر انسان کے مزاج میں اتر گیا تھا

بات صرف یہی نہیں کہ دنیا کی تمام ممکنہ انسانی برائیاں عہدِ جاہلیت میں اکٹھی ہوگئی تھیں...... بلکہ یہ بھی ہوا کہ ان برائیوں کا سرچشمہ عمل سے نہیں، انسان کے مزاج سے پھوٹ رہا تھا......فساد عمل میں تو تھا ہی......لیکن اس سے بڑھ کر مزاج میں بھی تھا......صرف کردار ہی نہیں بگڑا......فکر اور شعور بھی بگڑ گئے تھے......دل اور دماغ بھی بگڑ گئے تھے......صرف عادات نہیں بگڑیں......جذبات اور احساسات بھی بگڑ گئے تھے......خرابی صرف ظاہر میں نہیں تھی...... باطن بھی آلودہ ہوگئے تھے......اور یہ بات تو ہم سب جانتے ہیں کہ خرابی جب تک صرف عمل میں رہے اس کی اصلاح بہت آسان ہوتی ہے......لیکن جب انسان کی شخصیت اور مزاج میں اتر جائے تو اس کا علاج بہت مشکل ہو جاتا ہے...... برے عمل کو آدمی کسی وقت بھی چھوڑ سکتا ہے......لیکن برے مزاج سے چھٹکارا پانا تقریباً ناممکن ہوتا ہے......وجہ یہ ہے کہ عمل کا فساد ایک جزوی اور ثانوی چیز ہے جبکہ مزاج کی خرابی انسان کے پورے وجود کی خرابی ہے......انسان کی زندگی کو اگر درخت سے تشبیہہ دیں تو اعمال اس کی شاخیں ہیں اور مزاج اس کی جڑ......کوئی ایک یا چند شاخیں ٹیڑھی

Marfat.com

ہوں تو انہیں تراش خراش کر سنوارا جا سکتا ہے...... لیکن جڑوں کا فساد دور کرنا کسی ماورائی تصرف ہی سے ممکن ہے...... عمل انسان کی شخصیت کا ایک حصہ ہے اور مزاج اس کی پوری شخصیت پر حاوی...... یوں عمل انسان کے مزاج کے تابع ہے...... اگر مزاج میں خرابی نہ ہو تو عمل کا بگاڑ کسی وقت بھی دور ہو سکتا ہے...... لیکن اگر مزاج بگڑ جائے تو پھر اصلاح کیلئے کسی معجز نمائی کی ضرورت ہوتی ہے...... اور ظہورِ اسلام کے وقت دنیا کی یہی حالت تھی۔

عہدِ جاہلیت میں لوگوں کے مزاج بگڑ چکے تھے...... اور مزاج جس طرح آسانی سے سدھرتے نہیں اسی طرح انہیں بگڑنے میں بھی وقت لگتا ہے...... عرب تو خیر تقریباً چار ہزار سال سے کسی آسمانی ہدایت کے بغیر جی رہے تھے...... اور اتنے طویل عرصے میں ان کا مزاج بگڑنا ہی تھا...... اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ بھی سینکڑوں سال سے گمراہی کے صحرا میں بھٹک رہے تھے...... اور یوں رفتہ رفتہ ان کی عادتیں ہی نہیں، طبیعتیں بھی بگڑ چکی تھیں...... رہی باقی دنیا تو اس وقت کی سپر طاقتیں دو تھیں...... ایک روم جو نصرانیت کے بگاڑ میں کھوئی ہوئی تھی...... اور دوسرے فارس جو ملوکیت کے حصار میں قید تھی...... اور ملوکیت کا جبر ہمیشہ مزاجوں کو بگاڑ دیتا ہے...... اِدھر چین اور ہندوستان ماضی کی بھول بھلیوں میں کھوئے ہوئے تھے...... اور اُدھر مصر و یونان کی دانش خرافات میں ڈوب چکی تھی...... سینکڑوں برس سے ان قوموں کا تمدن فساد و انتشار کے عمل سے گزر رہا تھا...... اور یہ فساد ان قوموں کے مزاج میں بہت گہرا اتر چکا تھا...... اسی لئے تو قرآن میں کہا گیا ہے کہ ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس ...... یعنی آدم کی اولاد نے اس زمانے میں جو کچھ کمایا ہے وہ بس خشکی اور تری کا فساد ہے...... عمل اور مزاج دونوں کا فساد...... ظاہر بھی فساد اور باطن بھی فساد۔

اگر آپ جاننا چاہیں کہ عہدِ جاہلیت کا یہ فساد لوگوں کے مزاج اور باطن میں کس حد تک سرایت کر چکا تھا تو اس کے لئے تاریخ کے صفحات کھنگالنے کی ضرورت نہیں...... صرف قرآنِ حکیم کا مطالعہ ہی کافی ہے...... میں یہاں اختصار کے پیشِ نظر تمام تفصیلات کا احاطہ

Marfat.com

کرنے سے قاصر ہوں۔

3۔ برائی محض شخصی نہ تھی بلکہ اجتماعی شعور کا حصہ بن گئی تھی

عہدِ جاہلیت میں برائی افراد کی شخصی زندگی تک محدود نہ تھی...... بلکہ سوسائٹی کے اجتماعی شعور کا حصہ بن گئی ہے...... گمراہی شروع تو چند افراد ہی سے ہوتی ہے...... لیکن رفتہ رفتہ پھیلتی اور بڑھتی چلی جاتی ہے...... پھر اگر صدیوں تک گمراہی بغیر کسی روک ٹوک کے چلتی اور آگے بڑھتی رہے...... تو پورا معاشرہ اس کی لپیٹ میں آجاتا ہے...... اور جب سارا معاشرہ کسی برائی کو قبول کر لے...... اور اس کے خلاف اٹھنے والی کوئی آواز اتنی موثر اور طاقتور نہ ہو جو اس کا حصار توڑ سکے...... تو پھر وہ برائی سوسائٹی کے اجتماعی شعور کا حصہ بن جاتی ہے...... اور یہی وہ مرحلہ ہوتا ہے جب گمراہی سندِ اعتبار پالیتی ہے...... اور یوں وہ معاشرے کے نظامِ اقدار (System of values) میں شامل ہو جاتی ہے...... عہدِ جاہلیت میں بالکل یہی حال تھا...... ہر قوم نے بہت سی برائیوں کو اپنے اجتماعی شعور اور نظامِ اقدار میں شامل کر لیا تھا...... اور وقت کی ستم ظریفی یہ تھی کہ دنیا کی اکثر قوموں نے یہودیوں کو آئیڈیل سمجھ لیا تھا جبکہ یہودی اپنے مزاج اور کردار کے اعتبار سے دنیا کی بدترین قوم تھے...... ہزاروں سال پر محیط سلسلہ رشد و ہدایت کے تسلسل اور تقریباً سوا لاکھ انبیاء کرام کی رہنمائی سے بھی یہودی کچھ فائدہ نہ اٹھا سکے۔

قرآنِ حکیم سے کھلتا ہے کہ یہودیوں نے گمراہی کا وہ تانا بانا تیار کیا جس نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا...... یہودی ہمیشہ سچائی کو چھپاتے اور باطل کو حق کا لبادہ اوڑھا کر پیش کرتے جس سے لوگ دھوکہ میں آکر باطل کو قبول کر لیتے...... اور یوں دھیرے دھیرے گمراہی عین حق بن کر معاشرے کے اجتماعی ضمیر میں جاگزیں ہو جاتی...... عیسائی تو خیر تھے ہی یہود کے ہیرو...... قرآن بتاتا ہے کہ پورا عرب معاشرہ یہود کو دانا سمجھتا اور ان کی بات کو حرفِ آخر جانتا تھا...... یہاں تک کہ خود نبی آخر الزماں ﷺ ...... کے ظہورِ قدسی کے بارے میں یہودی کی

Marfat.com

بشارات نے لوگوں کو بے تاب کر رکھا تھا......اور بیعتِ عقبہ میں اہلِ یثرب کا قبولِ اسلام بھی اسی بناء پر تھا...... پھر کفارِ مکہ اسلام کی مخالفت میں بھی یہودی ہی سے رہنمائی لے رہے تھے ......اس سے ظاہر ہے کہ یہود نہ صرف اپنے اصل وطن فلسطین میں بلکہ دنیا بھر میں جہاں جہاں بھی پھیلے ہوئے تھے‘ ہر جگہ انہیں سماجی اعتماد حاصل تھا......اور یوں ہر جگہ وہ گمراہی کو حق بنا کر قوموں کے اجتماعی شعور میں انڈیل رہے تھے......قرآن حکیم میں کم از کم پانچ سو آیات ایسی ملتی ہیں جن سے اس امر کی نشاندہی ہوتی ہے کہ یہود نے کتنی بڑی بڑی اور بھیانک خرابیاں نوعِ انسانی کے مزاج میں اتاریں......اور انہیں حق کا روپ دے کر عہدِ جاہلیت کے نظامِ اقدار کا حصہ بنا دیا۔

4۔ گمراہی کو ایک معاشرتی جوہر کی حیثیت سے تحفظ حاصل تھا

صاف ظاہر ہے کہ جب برائی کو برائی نہ سمجھا جائے......اور وہ اجتماعی شعور کا حصہ بن جائے......تو پھر سوسائٹی خود اس برائی کی حفاظت کرنے لگتی ہے......اور یہی کچھ عہدِ جاہلیت میں ہو رہا تھا......انسانی تاریخ کا یہ ایک عجیب دور تھا......نہ اس سے پہلے کبھی ایسا دور آیا اور نہ آئندہ کبھی آئے گا...... جاہلیت کا ایسا دور جس کی اصلاح کیلئے خدا نے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا......اور اپنی آخری کتاب قرآن حکیم نازل کی......یہ ایسا بھیانک دور تھا جب ایک طرف تمام ممکنہ انسانی برائیاں اپنے عروج پر تھیں......اور دوسری طرف ان برائیوں کو پورا سماجی تحفظ حاصل تھا......بات صرف عرب کی نہیں......پوری دنیا کا یہی حال تھا......لوگ برائی کو برائی نہیں سمجھتے تھے کیونکہ صدیوں کے تعامل نے برائی کو معاشرتی جوہر (Social entity) کی حیثیت دے دی تھی۔

آباء واجداد کا عمل ہمیشہ لوگوں کیلئے ایک گونہ تقدیس (Sanctity) رکھتا ہے...... اور عہدِ جاہلیت میں تو لوگوں کے پاس تنہا یہی ایک سندِ اعتبار تھی......عرب معاشرہ تو خیر قائم ہی دینِ آباء پر تھا کہ ان کے پاس ہزاروں سال سے کوئی آسمانی ہدایت نہیں اتری تھی......لیکن یہود و

Marfat.com

نصاریٰ جن کے پاس پیغمبرانہ ہدایت اور آسمانی کتابیں موجود تھیں وہ بھی انہیں تحریف وتغیر اور نسیان کی بھینٹ چڑھا چکے تھے......اِدھر دوسری قوموں کا حال یہ تھا کہ ان کے ہاں علم ودانش کے جو سرچشمے کبھی پھوٹے تھے خود ان کی معنویت اور اعتباریت (Credibility) بھی نسل در نسل زبانی روایت ہی پر استوار تھی......اس طرح بالآخر اہلِ کتاب اور اہلِ دانش سبھی اقوام دینِ آباء کے سہارے چل رہی تھیں......اور دینِ آباء اگر اپنی اصل (Origin) کے اعتبار سے دینِ حق بھی ہو......تب بھی صدیوں کے سفر میں ہر نسل کے انحرافات اس کا حصہ بنتے چلے جاتے ہیں...... اور ہر انحراف (deviation) اپنے جلو میں کئی برائیاں لئے ہوتا ہے......یہ سب برائیاں رفتہ رفتہ دینِ حق کی سچائیوں کو منظر سے ہٹاتی اور خود ان کی جگہ لیتی چلی جاتی ہیں۔......اس طرح آخر کار دینِ حق مکمل طور پر دینِ آباء میں بدل جاتا ہے......اور دینِ آباء کی گمراہیاں معاشرتی جواہر کی حیثیت اختیار کر لیتی ہیں......اور یوں پورا معاشرہ ان گمراہوں کا محافظ بن جاتا ہے......پھر جو شخص بھی ان گمراہیوں کو چیلنج کرے‘ خواہ پیغمبر ہی کیوں نہ ہو‘ اسے پورے سماج کی دشمنی مول لینا پڑتی ہے......اور یہی کچھ تو عرب میں ہوا......حضور اکرم ﷺ نے جب عہدِ جاہلیت کی برائیوں کو مٹانا چاہا......تو سارا معاشرہ آپ ﷺ کا مخالف ہو گیا......کیا عرب کے بدو اور کیا یہود و نصاریٰ...... ہر طبقہ‘ ہر قوم اور نسل ایک نقطے پر متحد ہو گئی......اور وہ نقطہ یہ تھا کہ ہم اپنے آباء واجداء کا دین کسی صورت نہیں چھوڑ سکتے......خواہ علم وتجربہ‘ عقل ودانائی اور آسمانی ہدایت کے سب حوالے ہماری گمراہی ثابت کر دیں......پھر بھی ہم دینِ آباء کا تقدس مجروح نہیں ہونے دیں گی......یہ تھا وہ نقطہ جس پر عہدِ جاہلیت کے سبب لوگوں نے ایکا کر لیا تھا......چنانچہ قرآنِ حکیم نے جگہ جگہ اس بات کی نشاندہی کی ہے۔

5۔ جبر واستحصال کو غالب نظام اور روحِ عصر کا درجہ مل گیا تھا

ذرا تصور کیجئے اگر کوئی معاشرہ اپنی گمراہیوں کو دینِ حق کا درجہ دے دے......اور ان کی حفاظت کے بارے میں اس قدر حساس ہو کہ نہ تو ان گمراہیوں کے خلاف کسی کو آواز بلند کرنے دے......اور نہ ان سے گریز ورو گردانی کی روش پر کسی کو چلنے دے......تو ایسے معاشرے میں جبر و

Marfat.com

استحصال کی کتنی بھیانک شکلیں پروان چڑھیں گی...... عہدِ جاہلیت میں دنیا کی یہی حالت تھی ......اور میرا خیال ہے کہ یہ حالت صرف عہدِ جاہلیت ہی میں تھی...... کیونکہ ہمارے پاس تاریخِ عالم کا جو مسلمہ ریکارڈ موجود ہے اس کے مطابق یہ تو ہمیشہ ہوتا رہا کہ بدی کی قوت' حق سے ٹکراتی رہی...... لیکن ایسا شاید ہی کبھی ہوا ہو کہ پورا معاشرہ اس بات پر ایکا کر لے کہ معاشرے کا جو بھی کوئی فرد دینِ حق کو اپنائے گا اس پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جائیں گے۔

خود قرآنِ حکیم اس بات پر گواہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ہر پیغمبر کو اپنی قوم کی طرف سے مخالفت کا سامنا کرنا پڑا......اور کئی انبیاء کرام نے جامِ شہادت بھی نوش کیا...... لیکن عہدِ جاہلیت سے پہلے ایسا بہت کم ہوا کہ کسی نبی پر ایمان لانے والوں کو ان کی قوم نے ظلم وستم کا نشانہ بنایا ہو...... قومِ نوح' قومِ ہود' قومِ صالح اور قومِ شعیب کے بارے میں یہ تو ملتا ہے کہ وہ اپنے پیغمبروں پر ایمان لانے والوں کو ناسمجھ اور حقیر جانتے تھے...... لیکن ان کے خلاف جبر واستحصال کے ایسے ہتھکنڈے استعمال نہیں کرتے تھے جیسے عہدِ جاہلیت کے کفار اہلِ ایمان کے خلاف برتتے رہے...... اصحابِ کہف اور اصحابِ اخدود وغیرہ کے چند واقعات جو ملتے ہیں ان کا تعلق بھی یا تو عہدِ جاہلیت سے ہے یا اس کے بہت قریب تر زمانے سے......اور وہاں بھی ظلم ڈہانے والا شخص بادشاہِ وقت ہے......اور بادشاہ تو ہمیشہ ایسے ہی رہے ہیں...... کیونکہ عہدِ قدیم میں بادشاہ خود کو آسمانی قوت کا نمائندہ ظاہر کر کے اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کیلئے ماورائی بنیادیں ڈھونڈا کرتے تھے......اور ایسے میں اگر کوئی سچائی کا علمبردار سامنے آ جاتا تو بادشاہ کو اپنے اقتدار کیلئے خطرہ محسوس ہونے لگتا......اور یوں وہ فرعون یا نمرود کا روپ دھار لیتا...... بادشاہوں نے تو خیر یہی کچھ کرنا تھا...... لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ عرب کے کفار جن کا کوئی بادشاہ بھی نہ تھا' سب کے سب پیغمبرِ اسلام ﷺ اور ان کے ایک ایک پیروکار کے دشمن بن گئے تھے...... حضورِ اکرم ﷺ کے دشمن اس لئے کہ آپ ﷺ نے ان کے بتوں کو للکارا اور ان کی گمراہیوں کے خلاف آواز اٹھائی تھی...... لیکن سمیعہ' عمار اور یاسر' بلال' صہیب اور نہدیہ' زنیرہ' اور ام عبیس' حد تو یہ زبیر بن عوام' سعید بن زید اور عثمان بن عفان جیسی ہستیوں پر صرف اس لئے ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے کہ ان

Marfat.com

لوگوں نے عہدِ جاہلیت کی گمراہی سے کنارہ کشی اختیار کر کے دینِ حق کو اپنا لیا تھا...... پھر وہ ساری جنگیں جو کفار نے اہلِ حق پر مسلط کیں...... اور وہ تمام سازشیں جو یہودی' عیسائی اور منافقین اہلِ حق کے خلاف کرتے رہے۔

ان سب کا سرِ رشتہ اسی جبر و استحصال کے نظام سے جڑا ہوا تھا جس نے عہدِ جاہلیت میں چاروں طرف اپنے پنجے گاڑ رکھے تھے...... جبر کا یہ نظام اپنی پشت پر صدیوں کی روایات اور نسلوں کا تعامل لئے ہوئے تھا...... اور صدیوں کے اسی تسلسل نے جبر و استحصال کے اس نظام کو غیر معمولی قوت اور ہمہ گیر غلبہ فراہم کیا تھا...... یہاں تک کہ اس نظامِ جبر و استبداد کی کوکھ سے کئی معاشرتی ادارے اور اقتصادی شاخیں پھوٹ چکی تھیں...... غلامی کا انسانیت سوز رواج اور ساہوکارے کا بدترین نظام اس کے شاخسانے تھے...... قبائلی عصبیت کے بندھن' عورتوں کی پست معاشرتی حیثیت اور ثأر (نسل در نسل انتقام) کے وحشیانہ طریقے اسی نظامِ جبر کا حصہ تھے...... حریتِ فکر و اظہار پہ قدغن اور سیاسی و مذہبی جکڑ بندیوں کے ان گنت حصار تھے جنہوں نے معاشرے کو اپنی گرفت میں لے رکھا تھا...... اور جو سب کے سب اسی نظامِ جبر کے ہتھیار تھے...... حضور سیدِ عالم ﷺ کی شانِ اقدس بیان کرتے ہوئے قرآنِ حکیم نے ایک جگہ کہا ہے کہ:......

وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَلَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ

(الاعراف ۸: آیت ۱۵۷)...... یعنی آپ ﷺ انسانوں کے بوجھ اتارنے اور انہیں بندشوں سے چھڑاتے ہیں...... اس سے مراد ہر قسم کے بوجھ اور جکڑ بندیاں ہیں جو تاریخ کے مختلف ادوار میں یکے بعد دیگر نوعِ انسانی کی تکالیف میں اضافہ کرتی رہیں...... اور جن کا نقطۂ عروج عہدِ جاہلیت پر نظامِ جبر کا یہ پہلو تھا کہ لاتعداد جھوٹے خداؤں کے پجاری اپنے ماحول میں کسی ایک بھی ایسے شخص کو برداشت کرنے کیلئے تیار نہ تھے جو ان بتوں کو چھوڑ کر سچے خدا کی آغوشِ رحمت میں پناہ ڈھونڈے...... یوں لگتا ہے جیسے عہدِ جاہلیت کی روحِ عصر یہی نظامِ جبر تھا...... یا اس نے روحِ عصر کو اپنی قید میں اس طرح جکڑ لیا تھا کہ تہذیب اور شائستگی کی سب قدریں رفتہ رفتہ دم توڑ رہی تھیں...... ایسے میں اگر حضور ﷺ نہ آتے...... تو نوعِ انسانی کی حیاتِ نو اور آزادی کا عالمگیر پیغام کہاں سے ملتا......؟

Marfat.com

6۔آسمانی ہدایت دنیا سے گم اور انسانی تمدن فنا ہو چکے تھے

یہ تو ہر ایک مانتا ہے کہ اسلام کے دنیا میں آتے ہی جاہلیت کا زمانہ ختم ہو گیا...... لیکن جاہلیت کا یہ زمانہ کتنے عرصے پر محیط تھا...... اس کی جغرافیائی حدود کیا تھیں...... اور اسے عہدِ جاہلیت کیوں کہتے ہیں...... اس بارے میں سیرت نگار، محققین اور مفسرین طرح طرح کی آراء پیش کرتے ہیں...... ایک عالم تصور یہ ہے کہ جاہلیت کا تعلق صرف خطۂ عرب سے ہے...... چنانچہ اس تصور کو اجاگر کرنے کیلئے ''عرب جاہلیۃ'' کی اصطلاح بھی وضع کر لی گئی ہے...... گویا ان لوگوں کے خیال میں ظہورِ اسلام کے وقت صرف عرب کے باشندے جاہلیت کی زندگی گزار رہے تھے...... باقی دنیا سب کی سب انتہائی متمدن اور ہدایت یافتہ تھی...... اس تصور کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اسلام کی ضرورت صرف عرب کیلئے تھی...... باقی دنیا کیلئے نہیں...... لہٰذا اسلام عربوں ہی کیلئے آیا ہے...... اسلام، قرآن اور نبوتِ محمدی ﷺ کی آفاقیت پر اس سے بڑی ضرب اور کیا ہو گی...... پھر اس سے بھی بڑھ کر مضحکہ خیز بات یہ کی گئی ہے کہ:

''قبل از اسلام عربوں پر لفظ جاہلیہ کا اطلاق اس لئے نہیں کیا جاتا تھا کہ وہ علوم وفنون اور تہذیب وتمدن سے عاری تھے بلکہ یہ لفظ عربوں کے تہور اور اکھڑپن پر دلالت کرتا تھا۔ اس میں پائی جانے والی عادات وخصائل میں اعتدال اور توازن کا فقدان تھا۔'' (اسلامی معاشرہ کی تاسیس وتشکیل، ۳۶)

اس اقتباس کی رو سے تو گویا زمانۂ جاہلیت کے عرب بھی علوم وفنون اور تہذیب وتمدن سے عاری نہ تھے...... صرف ان کے تہور اور اکھڑپن کی بناء پر جاہلیت کا اطلاق کیا جاتا تھا...... اب ذرا سوچئے کہ جن محققین کے نزدیک دورِ جاہلیت کے عرب بھی علوم وفنون اور تہذیب وتمدن سے عاری نہ تھے...... باقی دنیا کو وہ علوم وفنون اور تہذیب وتمدن میں کس درجہ کمال پہ فائز سمجھتے ہوں گے؟...... حالانکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ نہ تو جاہلیت کا اطلاق تنہا عربوں پر ہوتا ہے...... اور نہ اس اطلاق کی وجہ محض ان کا تہور اور اکھڑپن ہے...... قرآنِ حکیم نے جاہلیت کا اطلاق عربوں کے علاوہ یہود کے رویہ پر بھی کیا ہے...... سورہ مائدہ میں بنونضیر اور بنوقریظہ کے ایک باہمی تنازعہ کے پس منظر میں کہا گیا ہے: ''اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ومن احسن من الله حكما لقوم يُوْقِنُوْن (المائدہ ۵: آیت ۵۰)...... یعنی کیا یہ

Marfat.com

لوگ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں اور اللہ سے بہتر کس کا حکم (قانون) ہے یقین والوں کیلئے۔

واقعہ یہ تھا کہ بنونضیر اور بنوقریظہ دونوں یہودی قبیلے تھے۔ اسلام سے قبل دونوں کے مابین قتل کی صورت میں خون بہا کا قانون غیر مساوی تھا...... بنوقریظہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں فیصلہ کے لئے حاضر ہوئے...... آپ ﷺ نے فیصلہ دیا کہ سب کا خون برابر ہے کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں...... یہ سن کر بنونضیر بہت برہم ہوئے...... اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور بنونضیر کے طرزِ عمل کو جاہلیت سے تعبیر فرمایا...... اس سے ایک بات اچھی طرح کھل کر سامنے آ گئی کہ جاہلیت کا اطلاق صرف مشرکینِ عرب پر نہیں ہوتا...... بلکہ اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ پر بھی ہوتا ہے...... اور جب قرآن کی رو سے اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ پر جاہلیت کا اطلاق ہوتا ہے...... تو پھر دنیا کی اور کون سی قوم ایسی تھی جس پر جاہلیت کا اطلاق نہ ہوگا...... دوسری اہم بات اس سے یہ واضح ہوتی ہے کہ جاہلیت کا اطلاق قرآنِ حکیم نے جس حالت پر کیا ہے اس کے دو پہلو ہیں: ایک آسمانی ہدایت کو ضائع کر دینا اور دوسرا تہذیب و تمدن سے محروم ہونا...... قرآن حکیم نے جہاں بھی یہ لفظ استعمال کیا ہے وہاں ان دو میں سے ایک معنی ضرور پایا جاتا ہے۔

عرب تو خیر آسمانی ہدایت اور تہذیب و تمدن سے محروم تھے ہی...... خود اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ بھی آسمانی ہدایت کو گم اور پیغمبروں کے دیئے ہوئے تہذیب و تمدن کو ضائع کر چکے تھے...... اور یہی باقی ساری دنیا کا حال تھا...... جب ظہورِ اسلام سے قریب ترین زمانہ میں خدا کی طرف سے آنے والی کتاب انجیل اپنی اصل حالت میں دنیا کے اندر موجود نہیں تھی...... تو زبور و تورات اور دیگر آسمانی صحیفے کہاں ہوں گے ...... یہود و نصاریٰ اپنی کتابوں میں جو بے محابا لفظی اور معنوی تحریف کرتے رہے وہ تو ایک طرف...... خود یروشلم کی بار بار تباہی اور بنی اسرائیل کی دربدری نے عہد نامہ قدیم کو بالکل گم ہی کر دیا تھا...... اور اب عہد نامہ قدیم کے عنوان سے جو مجموعہ صحائف یہودیوں کے ہاں رائج ہے وہ بعد میں ازسرِ نو لکھا گیا ہے...... رہی انجیل تو حیرت انگیز بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفعِ آسمانی کے ساتھ ہی دنیا سے اس کا نام و نشان بھی مٹ گیا...... اور بعد میں ان کے حواریوں نے جو واقعات اور تذکرے لکھے اور جو خود لکھنے والوں کی طرف منسوب ہیں...... انہی کو عہد نامہ جدید کے عنوان سے اپنا لیا گیا...... یہ بے چارے عیسائیوں کی بے

Marfat.com

بسی کی انتہا ہے.....اب رہی باقی دنیا.....تو حقیقت میں نہ کسی اور قوم نے کبھی سنجیدگی سے یہ دعویٰ ہی کیا کہ اس کی مقدس کتاب آسمان سے اتری ہے.....اور نہ کسی کے پاس فی الواقع آسمانی ہدایت موجود ہے..... ہندو دھرم کی ویدٗ اپنشد اور سکھ مت کی گرنتھ ہو یا زرتشت کی زنداوسا.....سبھی انسانی عقل و دانش کی تخلیقات ہیں.....اور سبھی مرورِ وقت کے ساتھ طرح طرح کی تبدیلیوں اور تحریفوں سے گزر کر موجودہ بگڑی ہوئی شکل میں سامنے آئی ہیں.....اس طرح یہ بات آخری حد تک ثابت ہو چکی ہے کہ ظہورِ اسلام کے وقت دنیا میں کہیں اور کسی قوم کے پاس خدا کی بھیجی ہوئی یا بانیانِ مذاہب کی لکھی ہوئی کوئی مقدس کتاب اپنی اصل شکل میں موجود نہیں تھی.....اور اسی لئے قرآن نے اس زمانے کو جاہلیت کا دور کہا ہے۔

آسمانی ہدایت تو خیر کسی قوم کے پاس نزولِ قرآن کے وقت اپنی اصل حالت میں موجود ہو بھی نہیں سکتی تھی.....ورنہ آخری صحیفۂ ہدایت کے طور پر نزولِ قرآن کی افادیت کم ہو جاتی .....لیکن قابلِ غور بات یہ ہے کہ اسلام سے بہت پہلے دنیا میں کئی تہذیبیں اور تمدن وجود میں آئے .....اور انہوں نے بہت ترقی کی.....مثلاً آشوری تہذیب' کلدانی تہذیب' بابلی تہذیب' مصری تہذیب' ہندوستانی تہذیب اور چینی تہذیب وغیرہ.....لیکن ظہورِ اسلام سے قبل یہ ساری تہذیبیں اور تمدن صفحۂ کائنات سے حرفِ غلط کی طرح مٹ گئے.....کچھ تہذیبیں اپنے معماروں سمیت زمین کے اندر دھنس گئیں.....اور صرف ان کے نام فضا میں گونجتے رہے.....لیکن جو تہذیبیں سطحِ زمین کے اوپر تھیں.....وہ بھی انسانوں کے کسی گروہ یا معاشرہ میں عملاً برپا نہ تھیں.....بلکہ ان کے نقوش و آثار بھی صرف نام کی حد تک باقی تھے.....اور وہ بھی لوگوں کے حافظے میں.....کرۂ ارض کے کسی خطے میں اور اولادِ آدم کے کسی طبقے میں کوئی تہذیب اور کوئی تمدن اپنی پوری ہیئت' مکمل نظام اور باقاعدہ تشخص کے ساتھ موجود نہیں تھا.....یہ بات میں پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ کہتا ہوں .....چین اور ہندوستان کے بارے میں بھی.....روم اور ایران کے بارے میں بھی.....اور سب سے بڑھکر یونان کے بارے میں بھی.....ہوسکتا ہے کسی کو خیال گزرے کہ یونان تو اس وقت علم و دانش کا گہوارہ تھا.....پھر اس سے تہذیب و تمدن کی نفی کیوں؟ دیکھئے علم و فن جب تک مجرد فلسفہ اور خیال کی سطح پر رہے اسے تہذیب و تمدن نہیں کہا جا سکتا.....تہذیب و تمدن کا وجود ہی اس وقت

Marfat.com

ابھرتا ہے جب علم و حکمت کو ایک معاشرے اور ریاست کا عملی پیکر نصیب ہوتا ہے...... انسان کے محدود ذہن کا تراشا ہوا فلسفہ تو خیر کوئی چیز ہی نہیں...... خود آسمان سے اتری ہوئی حکمت و ہدایت بھی جب تک کسی ریاست اور معاشرہ کے قالب میں نہ ڈھلے...... وہ تہذیب و تمدن نہیں کہلاتی ......اور اس کا وجود بھی ہر آن خطرے میں رہتا ہے...... قدیم آسمانی کتابوں کے گم ہونے کا ایک سبب یہ بھی تھا...... یونان میں فلسفی بے شک اسلام بلکہ عیسائیت سے بھی قبل پیدا ہو چکے تھے...... اور لوگوں میں انہیں مقبولیت بھی حاصل تھی...... مگر ان کا فلسفہ صرف کتابوں اور ذہنوں تک محدود تھا...... عملاً اس کی بنیاد پر کوئی تہذیب و تمدن پروان نہیں چڑھ سکی تھی...... بلکہ سچ تو یہ ہے کہ یونان کا فلسفہ صرف باتوں کی حد تک تو اہلِ یونان کے ہاں مقبول تھا...... لیکن عملاً خود یونان کا معاشرہ بھی اس فلسفے کے مطابق زندگی بسر کرنے کو تیار نہ تھا...... یہی وجہ ہے کہ تاریخ میں بابل اور مصر کی تہذیبوں کا تو ذکر ملتا ہے...... لیکن یونانی تہذیب کا نام بھی کہیں نہیں آتا...... ہر جگہ فلسفۂ یونان کی اصطلاح بولی جاتی ہے...... اور فلسفہ یونان بھی درحقیقت مٹتا جا رہا تھا...... اسے خود اہلِ اسلام نے دوبارہ زندگی بخشی ہے...... جبھی تو اہلِ یورپ مسلمانوں کا سب سے بڑا احسان یہ مانتے ہیں کہ انہوں نے فلسفہ یونان کو مٹنے سے بچا لیا...... اور اسے اہلِ مغرب تک پہنچایا...... الغرض مجھے کہنے دیجئے کہ ظہورِ اسلام سے قبل دنیا میں آسمانی ہدایت بھی اپنی اصلی شکل میں کہیں موجود نہیں تھی...... اور انسانی تہذیب و تمدن کے سب نقشے بھی دنیا سے معدوم ہو چکے تھے...... ایک یونان کا فلسفہ باقی تھا...... جس کا نوے فی صد حصہ آج خود اہلِ مغرب کے ہاتھوں بے وقعت اور بے بنیاد ثابت ہو چکا ہے...... اور ظہورِ اسلام کے وقت تو وہ بھی رفتہ رفتہ سکڑتا، سمٹتا اور مٹتا جا رہا تھا...... اور یہ تو وہ حالت تھی جسے قرآن نے عہدِ جاہلیت، ضلال مبین اور فسادِ بحر و بر سے تعبیر کیا ہے۔

قارئین یہ تھی دنیا میرے آقا ﷺ کی ولادت سے پہلے۔۔۔ برائی، فساد، جہالت اور جبر و استحصال کی تمام شکلیں جب انتہاؤں کو چھو رہی تھیں۔۔۔ تو مکہ کی سرزمین سے صبح انقلاب نمودار ہوئی۔۔۔ اس نے کون کون سا انقلاب کیسے اور کس طرح بپا کیا۔۔۔ آیئے دیکھتے ہیں۔

آئندہ مضمون۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

Marfat.com

ظہورِ قدسی

کائناتی انقلاب اور خدا کی رحمتوں کا سرمدی لمحہ

(پروفیسر سید عبدالرحمٰن بخاری)

وہ ایک ''لمحہ'' جو خدا کو بہت پیارا ہے--- ازل سے ابد تک کا سب سے پیارا لمحہ--- جی ہاں! قرآن یہی بتاتا ہے اور پیارا کیوں نہ ہو کہ وہ عرصۂ حیات کا سب سے قیمتی اور معتبر لمحہ ہے--- مخلوق پر خدا کے سب سے بڑے انعام کا لمحہ--- کون سا انعام؟--- پڑھیے قرآن:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾--- [آل عمران:۱۶۴]

''بے شک اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا، جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے''---

اس آیت میں اور اس طرح کی دیگر آیات میں کلمہ ''اذ'' استعمال ہوا ہے--- ''اذ'' سے مراد ہے خاص لمحہ--- اور ازل سے ابد تک کا سب سے خاص لمحہ وہ ہے، جب خدا کے محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر اترے--- یہی اس آیت سے ظاہر ہے--- ایک بار پھر اس کو پڑھیے اور دل کے لیے یہ گنگنایئے--- لفظوں کی مٹھاس آپ کی روح میں اتر جائے گی اور حقیقت کی رعنائی پوری طرح آشکار ہو جائے گی--- کہ جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند--- وہی مخلوق پہ رب

Marfat.com

کا "لمحۂ احسان" ہے--- اور اسی لمحۂ احسان کی تفصیل دکھانے کے لیے پورا قرآن اترا ہے--- میں نے قرآن جتنی بار بھی پڑھا، اول سے آخر تک ہمیشہ اسی آیت کی تفسیر نظر آیا--- اور اگر آپ کی چشم تصور بھی اس لمحے کی گہرائی میں ڈوب سکے تو یقیناً ایسا ہی نظر آئے گا--- تو آیئے! کچھ دیر کے لیے ہم ظہور قدسی کی دل افروز ساعت کے جلوے سمیٹیں---

حکمت الٰہی کے سرمدی لمحے

خدائے قدوس تو زمان و مکان سے ماورا ہے، لیکن تخلیق کا سارا عمل وقت کے لامتناہی بہاؤ کا حصہ ہے--- ہر چیز کا وجود تین ابعاد (Dimension) رکھتا ہے اور یہ تینوں ابعاد وقت (Time) کے تابع ہیں--- آئن سٹائن کے نظریۂ اضافت (Theory of Relativity) نے امرِ حقیقت کی آخری حد تک ثابت کر دیا ہے کہ جب سے خدا نے تخلیق کا سلسلہ شروع کیا، وقت کا دھارا بہنے لگا اور یہ بہاؤ لامتناہی ہے--- وقت کا جو حصہ کسی فعل یا واقعہ (Event) سے جڑا ہو، وہ ایک اکائی (Unit) ہے اور قرآن حکیم میں کلمہ "اذ" کا استعمال انہی اکائیوں کی نشان دہی کرتا ہے--- وقت کی ہر اکائی ایک آن یا ساعت ہے، اسی کو ہم ایک لمحہ، پل یا گھڑی کہتے ہیں---

وقت کا ہر لمحہ اپنے اندر رونما ہونے والے خاص واقع یا عمل کی بناء پر اہمیت اختیار کرتا ہے، ایسے بے شمار لمحات کی داستان ہمیں قرآن سناتا ہے--- مثلاً

وہ لمحہ، جب خدا نے زمین پر اپنا خلیفہ بنانے کا فیصلہ کیا--- [بقرۃ:۳۰]

وہ لمحہ، جب اس نے فرشتوں کو آدم کے روبرو سجدہ کرنے کا حکم دیا--- [بقرہ:۳۴]

وہ لمحہ، جب خدا کے حضور پہلی قربانی پیش کی گئی--- [المائدۃ:۲۷]

وہ لمحہ، جب خدا نے کافروں کے استیصال کے لیے زمین پر پہلا عذاب اتارا--- [ھود:۴۰]

وہ لمحہ، جب خلیل اللہ علیہ السلام پر سب سے بڑی آزمائش اتری، وہ اس میں پورے سرخ رو ہوئے اور نوع انسانی کے لیے تابناک و درخشندہ مثال بن کر اسے سرخ رو کر گئے--- [بقرۃ:۱۲۴]

وہ لمحہ، جب خدا نے اپنا گھر، کعبۃ اللہ بنایا اور اسے مخلوق کے لیے پناہ گاہ ٹھہرایا--- [بقرۃ:۱۲۵]

Marfat.com

وہ لمحہ، جب طور پر موسیٰ علیہ السلام کے لیے نورِ خدا چمکا اور کلامِ الٰہی اترا --- [طٰہٰ:۱۰/ بقرۃ:۵۳]

وہ لمحہ، جب خدا نے داؤد علیہ السلام پر زبور اتاری --- [نساء:۱۶۳]

وہ لمحہ، جب سلیمان علیہ السلام کو خشکی و تری کی ہر چیز پہ حکمران بنایا --- [سورہ ص:۳۶]

وہ لمحہ، جو حضرت ایوب علیہ السلام کے لیے تکلیف کا مداوا لایا --- [سورہ ص:۴۱]

وہ لمحہ، جب یونس علیہ السلام کو بطنِ ماہی سے نجات ملی --- [الانبیاء:۸۷]

وہ لمحہ، جب زکریا علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور بڑھاپے میں فرزند ملا --- [انبیاء:۸۹/ مریم:۳]

وہ لمحہ، جب حضرت مریم علیہا السلام کو روح القدس (علیہ السلام) نے بیٹے کی بشارت دی --- [مریم:۱۶]

وہ لمحہ، جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے آسمان سے نعمتوں کا دسترخوان اترا --- [المائدۃ:۱۱۴]

اور وہ لمحہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھالیا --- [آل عمران]

غرض ہر وہ لمحہ، جب خدا جل جلالہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے، تو ''کُــــــن'' کہتا ہے اور وہ کام ہو جاتا ہے --- [یٰس:۸۲]

یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا، کہ تخلیق تو ایک مسلسل عمل ہے ---

وہ لمحہ جب بہار اتری زمین پر

ہاں! یہ نعمتوں بھرے لمحے تو بہت سے ہیں، مگر قرآن بتاتا ہے اور صاف صاف لفظوں میں کھول کر بتاتا ہے کہ یہ سارے لمحے اپنی جگہ اہم سہی، پر ان میں سے کوئی بھی لمحہ ایسا نہیں، جسے خدا جل جلالہ اپنا ''خاص لمحہ'' ٹھہرائے اور مخلوق پر اس کا احسان جتلائے --- دیکھو! ازل سے ابد تک سارا وقت خدا کا ہے، مگر یہ سارا وقت ایک سا ہے --- سب لمحے برابر ہیں --- سوائے ''ایک'' کے اور وہی ایک تو لمحہ ہے، جسے رب تعالیٰ جل جلالہ نے کہا ہے ''اپنا'' --- جو سب سے جدا ہے، سب سے بڑا --- وہ اکیلا لمحہ، جسے قرآن نے ڈنکے کی چوٹ پر ''خدا کا لمحۂ احسان'' بتایا ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ ....﴾ ---

وہ لمحہ، جب خدا نے مؤمنوں پر احسان کیا --- ہاں صرف ایک ہی لمحہ ایسا ہے، وقت کے بہتے

Marfat.com

دھارے کا سب سے حسین لمحہ --- رحمت کی برستی برکھا کا سب سے انوکھا قطرہ --- عرصۂ تخلیق کی لازوال ساعت --- تکمیل کائنات کی بے مثل آن --- ظہور قدرت کی انمول گھڑی --- ہاں! وہ سمے جب بہار اتری زمین پر --- ایسی بہار جس پہ نازاں ہے خود بہشت --- اس سے پہلے جہان، ویران تھا --- فضاؤں میں پھریرے اڑ رہے تھے ظلمتوں کے --- یہ لمحہ آیا زندگی لے کر --- وداع ظلمت شب اور طلوع صبح نو بن کر --- چراغ علم وہدایت کی تابشیں ہمراہ --- چمک اٹھا جہاں کا ذرہ ذرہ اس کی ضو سے --- اجالا ہے اسی کا روز و شب میں --- اسی سے بانک پن نکھار زمیں کا --- گلوں میں رنگ، ستاروں میں روشنی اس سے --- ہر ایک حسن کے مظہر میں دل کشی اس سے --- یہ لمحہ جوہرِ آئینۂ تہذیب ہے --- سراسر نور ہے، تقدیس ہے --- اک علم کا منار ہے، جس سے رخِ حیات کا ہر زاویہ چمک اٹھا --- اک خیر کا معیار، جو دنیا میں حسنِ فکر و نظر لے کے آیا ہے --- ایک امن کا پیغام، جس سے جاں بلب انسانیت نے آشتی کا فیض پایا --- اک نور کی برسات، جس نے دل کو روشن کر دیا، آنکھوں کو بینا کر دیا --- اک لمحۂ انقلاب، جو --- خلق و تقدیر و ہدایت سب کا حاصل --- جس نے ریگ زاروں میں زندگی بکھیری ہے --- یہ لمحہ، جو شعورِ آگہی ہے --- زمانہ اس کے حوالے سے رخ بدلتا ہے --- یہ لمحہ، جو محیط کن فکاں ہے --- اس کی کرنیں دو جہاں پہ چھائی ہیں --- وہ لمحہ، مطلعِ صبحِ ازل روشن ہے جس سے --- وہ لمحہ، چہرۂ شامِ ابد تاباں ہے جس سے --- زمانہ سارا عطا ہے اس ایک لمحے کی --- یہ لمحہ گر نہ ہوتا --- محفل ہستی نہ ہوتی --- حقیقت ظلمتوں میں کھوئی رہتی --- جبینوں پہ کبھی سجدے نہ کھلتے --- دلوں کی انجمن افسردہ رہتی --- نہ ہوتا رنگ گلشن میں، نہ سیاروں میں تابانی --- یہ لمحہ، جو عطا کے سب نرالے رنگ لایا ہے --- اسی کے فیض سے آراستہ بزم جہاں ہے --- افق سے تا افق ہے اس کی برکت کا ظہور --- یہ لمحہ، جو ازل سے تا ابد پھیلا ہوا ہے --- کاروانِ زندگی کی آخری منزل ہے یہ --- تصور میں یہ لمحہ جگمگائے تو بہاریں نکہتوں کے سب در کھول دیتی ہیں --- دلوں میں رنگ و بو کا سیل بے پایاں امنڈتا ہے --- وہ لمحہ، جس کی عظمت کا

Marfat.com

احاطہ ہو نہیں سکتا--- خدا ﷻ نے اس میں ہی سب دل نوازیاں بھر دیں--- جو سچ کہوں تو ہیں اپنی نشانیاں بھر دیں---

پوچھتے کیا ہو، یہ لمحہ کون سا ہے؟--- جادۂ ہستی ہے جس کی تابشوں سے نور نور--- ہاں! یہی لمحہ ہے، جب حسن ازل کا نور چمکا--- وہ لمحہ، سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود میں جب آفتاب اترا--- جو بہر مؤمناں بن کر رؤف آیا، رحیم آیا--- خطاپوش و عطاپاش و خلیق آیا، کریم آیا--- خدا نے پیار سے اس کو پکارا جس طرح چاہا--- وہ مزمل، وہ مدثر، وہ یٰسٓ اور وہ طٰہٰ--- ہاں وہ لمحہ، جو میرے آقا ﷺ کی پیدائش کا لمحہ ہے--- وہ لمحہ، جو خدا ﷻ کی تکمیل خواہش کا لمحہ ہے--- وہ لمحہ، دین جب اترا نبی ﷺ کی زندگی بن کر--- وہ لمحہ، جو کمال حسن کی ہے آخری منزل--- وہی ہے انقلاب زندگی کا جاوداں لمحہ---

ظہور قدسی کی برکات حد شمار سے باہر ہیں

حضور اکرم ﷺ نعمت اللہ ہیں--- آیت کریمہ:

﴿اَلَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا﴾--- [ابراہیم:۲۸]

کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

نِعْمَةُ اللّٰهِ مُحَمَّدٌ ﷺ---

''اللہ کی نعمت سے مراد حضور سید عالم ﷺ کی ذات گرامی ہے''---

پس دنیا میں حضور اقدس ﷺ کی تشریف آوری سب نعمتوں سے اعلیٰ نعمت ہے--- یہی تشریف آوری ہے، جس کے طفیل دنیا، قبر، حشر، برزخ، آخرت، غرض ہر وقت، ہر جگہ، ہر آن ظاہری و باطنی نعمتوں سے ہمارے وجود کا ایک ایک ریشہ بہرہ مند ہے اور ہوگا---

ذرا سوچو تو سہی! اللہ ﷻ کا فضل و رحمت، کون سی نعمت اس حبیب کریم ﷺ کی ولادت سے بڑھ کر ہے، جس کے صدقے میں تمام نعمتیں، تمام رحمتیں، تمام برکتیں عطا ہوئیں---

حضور سید عالم ﷺ کا وجود اقدس سراسر برکت ہے، رحمت ہے، ہدایت ہے---

Marfat.com

آپ ﷺ کے ظہور قدسی کی برکات حد شمار سے باہر ہیں--- دنیا کو آپ ﷺ کی بدولت علم، حکمت اور دانائی کا خزانہ ملا--- معرفت الٰہی کا راستہ کھلا--- خدا جل جلالہ کا آخری پیغام قرآن حکیم اترا--- نور ازل کا جلوہ چمکا--- توحید کا نکھرا تصور ملا--- خدا جل جلالہ کی رضا کا در کھلا--- عدل اور سچائی کا بول بالا ہوا--- اخلاق کریمانہ کی تکمیل ہوئی--- کائنات میں حسن اور فضیلت کا شاہکار چمکا--- دنیا والوں کو زندگی گزارنے کا بہترین نمونہ ''اسوۂ حسنہ'' ملا--- سلسلۂ نبوت اپنی انتہا کو پہنچا--- اور دین حق دنیا میں ہمیشہ کے لیے غالب ہو گیا--- حضور ﷺ کی ولادت محض ایک فرد کی ولادت نہیں، یہ تو دنیا اور آخرت کی سب نعمتوں کا ظہور ہے--- نسل آدم کے لیے ہر فضیلت، ہر انعام، ہر خوبی، ہر سعادت، ہر مرتبہ، ہر کمال اسی ظہور قدسی کا فیضان ہے--- مصطفیٰ ﷺ کی ولادت پر خدا نے اپنی مخلوق کے لیے سب خزانوں کے منہ کھول دیے--- آخری وحی قرآن حکیم اور اس کی شرح وحی نبوت یعنی حدیث نبوی اتری--- قرآن و حدیث کو سمجھنے اور ان کی روشنی میں قیامت تک پیدا ہونے والے سب مسائل کو حل کرنے کے لیے اجتہاد کی دولت نصیب ہوئی--- بندوں کی روحانی ترقی اور تزکیۂ نفوس کے لیے حضور ﷺ معلم بن آئے--- قیامت تک اولاد آدم کے نفوس و ارواح کا تزکیہ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ اور سنت مطہرہ کے ذریعہ ہوتا رہے گا--- محبت الٰہی اور قرب خداوندی کے رستے آپ ﷺ کے ظہور قدسی کی بدولت چمکے--- اور اب رہتی دنیا تک سب کے لیے چمکتے رہیں گے--- اولیاء اور اصفیاء راہوں پر حضور ﷺ کے نشان قدس کی پیروی اور آپ ﷺ کے دامان کرم کے سائے میں چلتے رہیں گے--- گناہ گاروں کے لیے بخشش کا وسیلہ اور شفاعت کبریٰ کا دروازہ حضور ﷺ کی ولادت طیبہ ہی سے کھلا--- آپ ﷺ آئے تو دنیا والوں نے بشارتیں پائیں، عافیت کی، امن کی، سلامتی کی، توبہ کی، کرم کی، دعاؤں کی قبولیت کی، رحمتوں کی، برکتوں کی، ان گنت نعمتوں اور بخششوں کی--- حضور ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں--- آپ ﷺ آئے تو دنیا کے ہر شخص کو رحمت ملی--- نصوص متواترہ سے یہ بات آشکارا ہے کہ ہر نعمت قلیل یا کثیر، دینی یا دنیوی اور ظاہری

Marfat.com

یا باطنی، روزِ اول سے ابد تک، کسی بھی مخلوق کو ملی یا ملے گی، وہ صدقہ ہے اسی ذاتِ گرامی کا --- وہ بٹتی ہے اور بٹتی رہے گی انہیں کے ہاتھوں سے --- ﷺ

ظہورِ قدسی سے دنیا نے کیا پایا؟

سوچنے کی بات یہ ہے کہ حضور ﷺ سے پہلے نوعِ انسانی کے پاس کیا تھا؟ --- مصر و بابل کی فرسودہ تہذیبیں، جو اگر اولادِ آدم کے کسی کام آسکتیں تو وقت کے گرد و غبار میں گم ہو کر فنا کے گھاٹ نہ اتر چکی ہوتیں --- ہندوستان کا آریائی نظام، جو اگر انسانی سماج کے لیے قابلِ قبول ہوتا تو آج آدھی سے زیادہ دنیا ہندو ہوتی --- اور خود ہندوستان اسے ٹھکرا کر سیکولرازم کی آغوش میں پناہ نہ لیتا --- چین کی دانشِ قدیم، جو اگر دانائی فراہم کرسکتی تو چین ہزاروں سال تک بھٹکتے رہنے کے بعد بالآخر کمیونزم اور الحاد کی وادیوں میں سرگرداں نہ ہوتا --- یونان کا فلسفہ، جو نوعِ انسانی کو مقصدِ حیات کا شعور دے سکا نہ کائنات اور زندگی کی حقیقت سے پردہ اٹھا سکا، نہ خالقِ کائنات کے وجود اور عظمتوں کا سراغ لگا سکا --- جس کا حاصل بس ایک دیومالائی فسانہ تھا یا جمہوریت اور شہری ریاست کا وہ نظریہ جو آج بھی اولادِ آدم کے ہر آزار اور دنیا کے ہر تازہ فتنہ کی جڑ ہے --- رہا یورپ تو وہ اس وقت کوئی قابلِ ذکر شے ہی نہ تھا --- خود اہلِ یورپ کو اس بات کا اعتراف ہے اور یہ اعتراف یورپ کے ہر پڑھے لکھے شخص کو برملا اور بارہا کرنا پڑا کہ ان کے پاس جو کچھ اس وقت موجود ہے، سب محمد عربی ﷺ کا عطیہ اور فیضان ہے --- یہ اعتراف انہیں کیوں کرنا پڑا؟ --- اس لیے کہ انسانی تاریخ اور تہذیب کا ہر چشمہ حضور محسنِ کائنات ﷺ کی سیرتِ طیبہ سے پھوٹا ہے --- یہ ایک ایسی اٹل حقیقت ہے جس کی تردید آج کی معلوم دنیا میں موجود کسی بھی فرد اور قوت سے ممکن نہیں --- ہر وہ شخص جو بدن پر سر اور سر میں دماغ رکھتا ہے، جب تاریخ کا بے لاگ تجزیہ کرے تو سوائے اس کے اور کسی نتیجہ پر پہنچ ہی نہیں سکتا کہ نوعِ انسانی کو علم و دانش، تہذیب و تمدن اور نظامِ زندگی جو کچھ ملا، سب بارگہ سید الکونین ﷺ سے ملا ---

اہلِ مغرب حضور ﷺ کی نبوت پر ایمان سے تو محروم ہیں لیکن آپ ﷺ کے فیضان

Marfat.com

نبوت ہی سے زندہ ہیں اور اس لیے اعتراف عظمت پر مجبور---ان کی بے بسی کا عالم یہ ہے کہ جن پیغمبروں پر وہ ایمان رکھتے ہیں، ان کے وجود اور تاریخی حیثیت کو ثابت کرنے سے بھی قاصر ہیں---ان کے پاس اپنے انبیاء کی شخصیت اور سیرت کے بارے میں بھی صرف وہی معلومات قابل اعتماد اور مستند ہیں جو پیغمبر اسلام ﷺ کے ذریعہ انہیں حاصل ہوئیں---ورنہ خود مغرب کے بعض محققین یہ چیلنج کر چکے ہیں کہ حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ (علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام) کوئی تاریخی شخصیات نہیں، بلکہ فرضی وجود ہیں---اور یہیں سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضور نبی رحمت ﷺ سے پہلے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام نے اولاد آدم کو جو کچھ دیا وہ کہاں ہے؟---جو لوگ اپنے انبیاء کے وجود اور شخصیت کے بارے میں کچھ نہ جانتے ہوں وہ ان کی تعلیمات کے بارے میں کیا جانتے ہوں گے؟---یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار اپنی تعداد، ترقی اور طاقت کے لحاظ سے آج دنیا کی سب سے غالب اکثریت ہیں، مگر بایں ہمہ سب کے سب سیکولرازم یعنی لادینی نظام کا پرچار کرتے ہیں---وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دیا ہوا کچھ بھی موجود نہیں---حتیٰ کہ ان کی لائی ہوئی اصل کتاب بھی محفوظ نہیں رکھ سکے---آج دنیا میں جو بائبل موجود ہے، وہ بعد میں ان کے حواریوں نے خود لکھی ہے اور اس کا ہر ایڈیشن لکھنے والے کے نام منسوب ہے---یہی حال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لائی ہوئی کتاب تورات کا ہے---اصل تورات بھی آج دنیا میں کہیں موجود نہیں---تو ذرا سوچئے کہ بھلا جو قومیں اپنے انبیاء کی لائی ہوئی آسمانی کتابیں محفوظ نہیں رکھ سکیں، ان کے پاس انبیاء کا دیا ہوا اور کیا موجود ہوگا؟---کچھ بھی نہیں---تو پھر کیوں نہ ہم کچھ اور بھی زیادہ پر اعتماد لہجے میں اور زیادہ بلند آہنگ سے یہ اعلان کریں کہ آج دنیا کے پاس صرف وہی کچھ موجود ہے جو حضور سید عالم ﷺ نے اسے دیا ہے---

اور سچ تو یہ ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے دنیا کو سب کچھ دے دیا ہے---حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سارے انبیاء جو کچھ فرداً فرداً لے کر آئے تھے وہ سب

Marfat.com

حضور سید عالم ﷺ کی سیرت اور آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین میں یک جا ہے--- اس طرح نوع انسانی کو آسمانی ہدایت کا سارا خزانہ اور انبیاء کرام علیہم السلام کی پوری سیرت ہمیشہ کے لیے محفوظ اور مکمل شکل میں آں حضرت ﷺ کے ذریعہ عطا ہوئی--- آپ ﷺ سے پہلے انسانیت گمراہی کے اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھی--- آپ ﷺ آئے تو ہدایت کا اجالا پھوٹا اور کائنات روشنیوں میں نہا گئی--- آپ ﷺ سے پہلے دنیا میں ہر جہالت نے ڈیرے ڈالے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے دنیا کو علم دیا اور ایسا علم دیا جس نے دنیا کی کایا پلٹ دی--- آپ ﷺ آئے تو انسانیت تہی دست تھی، آپ ﷺ نے اس کا دامن خزانوں سے بھر دیا--- حکمت اور دانائی کے خزانوں سے--- اخلاق اور اقدار کے خزانوں سے--- امن و عافیت کے خزانوں سے--- نیکی اور مسرت کے خزانوں سے--- نوع انسانی طرح طرح کی بندشوں میں جکڑی ہوئی تھی، آپ ﷺ نے اس کی زنجیریں توڑیں اور بوجھ اتارے--- آدم کی اولاد گروہوں میں بٹی ہوئی تھی، آپ ﷺ نے اسے محبت کی لڑی میں پرو دیا--- انسانیت شعور و آگہی سے محروم تھی، آپ ﷺ نے فہم و ادراک کے در کھولے، جذبہ و احساس کی توانائی بخشی اور انسان کو اس کی منزل دے دی--- غرض دنیا حضور ﷺ سے پہلے کیا تھی؟--- بس ایک ویرانہ--- خدا جل جلالہ نے اپنے محبوب ﷺ کی جائے پیدائش عرب کو صحرا بنایا ہے تا کہ وہ حضور ﷺ سے پہلے پوری دنیا کی ویرانی کا ایک نمونہ اور علامت نظر آئے--- پھر جب حضور ﷺ آئے تو کائنات میں ہر سو گل زار مہکنے لگے:

زہر آلود فضائیں تھیں ، نمو سے عاری
آپ ﷺ آئے تو بہار آ گئی ویرانوں میں

آیئے! اس بہار کی کچھ جھلکیاں دیکھیں:

1 تکمیل دین

نبی رحمت ﷺ کا ظہور تاریخ عالم کا سب سے عظیم واقعہ ہے، جس نے دنیا والوں کو ہدایت

Marfat.com

ربانی کا آخری تحفہ دیا اور ہمیشہ کے لیے صراط مستقیم پر ڈال دیا--- پہلے انبیاء کرام علیہم السلام اپنے ساتھ جو ہدایت ربانی لے کر آئے، وہ آنے والی نسلوں نے یکے بعد دیگرے ضائع کر دی--- آدم سے عیسیٰ تک کسی ایک پیغمبر کی تعلیم بھی محفوظ نہ رہ سکی--- لیکن پھر خدا جل جلالہ نے اپنے آخری پیغمبر کو بھیجا اور اس شان کے ساتھ بھیجا کہ ختم نبوت کو تکمیل دین سے ہم کنار کر دیا اور آپ ﷺ آئے تو نوع انسانی کو خدا کا آخری پیغام نصیب ہوا اور اس آخری پیغام نے ہدایت کی سب راہیں کھول دیں--- اب انسانیت کے لیے ترقی کا ہر امکان، کامیابی کی ہر تدبیر اور نجات کا ہر راستہ نبوت محمدی ﷺ سے وابستہ ہو گیا اور کیوں نہ ہو کہ آدم سے عیسیٰ تک جو دین آتا رہا، اب وہ حضور ﷺ کی ذات پر آ کر مکمل ہو گیا ہے اور نہ صرف مکمل بلکہ عملاً دنیا میں قائم اور ہمیشہ کے لیے مستحکم ہو چکا ہے--- حجۃ الوداع کے موقع پر حضور اکرم ﷺ نے اولاد آدم کے نام اپنا آفاقی منشور جاری فرمایا اور اس کے ساتھ ہی خدا جل جلالہ نے تکمیل دین کی آیت قرآن میں اتار دی:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا--- [المائدہ:۳]

"آج میں نے تمہارے لیے دین کو مکمل کر دیا، تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور دین اسلام کو تمہارے لیے پسند کیا"---

یہاں اکمال دین سے مراد حقیقت دین کی تکمیل بھی ہے اور غلبہ واستحکام دین کی تدبیر بھی--- اسی آیت کریمہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اب اہل کفر کی طرف سے تمہارے لیے کوئی خطرہ نہیں--- اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی پیغمبرانہ جدوجہد کے نتیجہ میں اسلام نہ صرف عرب معاشرہ میں غالب آ گیا ہے، بلکہ عالمی سطح پر ہمیشہ کے لیے ایک برتر فکری نظام کی حیثیت سے محفوظ ہو گیا ہے--- اب دنیا کی کوئی طاقت اسلام کو مٹا سکتی ہے نہ اس میں کوئی تبدیلی پیدا کر سکتی ہے---

پیغمبر اسلام ﷺ کی غیر معمولی بصیرت اور طویل جدوجہد نے دین کو نظری اور عملی، ہر دو اعتبار سے محفوظ اور مکمل کر دیا ہے--- اب یہ دین تاریخ انسانی کی ایک زندہ حقیقت ہے، جسے کوئی

Marfat.com

جھٹلا نہیں سکتا اور چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود اس کا ایک ایک جزو آج بھی اپنی اصل حالت میں محفوظ ہے، جسے اب رہتی دنیا تک کوئی مٹا نہیں سکتا---

2 آفاقی انقلاب

حضور سید عالم ﷺ نے تیئیس برس کے مختصر عرصہ میں جو انقلاب برپا کیا اس کی اور کوئی مثال انسانی تاریخ میں نہیں ملتی--- یہ ایک ہمہ گیر آفاقی اور دائمی انقلاب تھا، جس نے دیکھتے ہی دیکھتے پوری دنیا کو اپنی آغوش میں لے لیا اور تاریخ کے بند دروازے کھول دیے--- اس انقلاب نے سو سال سے بھی کم مدت میں نہ صرف دنیا کی دو بڑی طاقتوں، ایران و روم کو زیر کر لیا بلکہ ایشیا اور افریقہ سے لے کر یورپ کے قلب تک اپنی فتح کے پرچم لہرا دیے--- یوں تیئیس برس کی پیغمبرانہ جدوجہد سے برپا ہونے والا انقلاب نہ صرف تاریخ انسانی میں دائمی طور پر ثبت ہو گیا بلکہ اس نے خود اپنی ایک مستقل تاریخ پیدا کی--- اس انقلاب نے دین حق کو ایک ایسی تاریخی حقیقت بنا دیا، جسے کوئی جھٹلا سکے، نہ مٹا سکے--- آں حضرت ﷺ سے پہلے دین صرف ایک نظری حقیقت تھا، اس لیے ہر پیغمبر کے چلے جانے پر کچھ ہی عرصہ میں دین کی حقیقت لوگوں سے اوجھل ہو جاتی تھی مگر آں حضرت ﷺ نے دین کو ایک نظری حقیقت کے مرحلہ سے آگے بڑھا کر عملی انقلاب کی صورت ایک زندہ تاریخی واقعہ بنا دیا---

ہر زمانے اور ہر قوم کا ایک خاص مزاج اور اپنا ایک فکری سانچہ ہوتا ہے، جسے عام طور پر روح عصر کہا جاتا ہے--- قرآن نے اس کے لیے ''شاکلہ'' کا لفظ برتا ہے--- [سورۂ اسراء: ۸۴]

ہر دور کے لوگ اپنے زمانے کی خاص تمدنی روح اور فکری سانچے میں رہ کر جیتے ہیں--- ان کی سوچ، رویے اور کردار، ہر شے پر روح عصر کی چھاپ ہوتی ہے--- حضور سید عالم ﷺ کی بعثت کے وقت دنیا جس تمدنی سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی، اسے ایک لفظ میں شرک سے تعبیر کیا جاتا ہے--- عربوں کی زندگی کا نقشہ فرد سے لے کر معاشرہ تک ہر جگہ شرک ہی پہ استوار تھا--- وہ اسی منظر میں سوچتے اور اسی حوالے سے جیتے تھے--- حضور سید عالم ﷺ نے تیئیس برس کی

Marfat.com

طویل اور صبر آزما جدوجہد کے ذریعہ اس فکری سانچے کو توڑ دیا--- کائنات کی اس سب سے عظیم شخصیت نے اپنی توجہ، سوچ اور عمل کی سب قوتیں اس نقطے پر مرکوز کردیں--- محنت، اخلاص اور قربانی کے ایسے لازوال نقوش صفحۂ حیات پر رقم کیے جنہوں نے بالآخر نوع انسانی کو اپنی گرفت میں لے لیا اور ذہن و دل بدل کر رکھ دیے---

فتح مکہ کے وقت کعبۃ اللہ میں رکھے ہوئے سارے بت توڑ کر آپ ﷺ نے ہمیشہ کے لیے شرک و بت پرستی کا خاتمہ کردیا اور یوں انسانی تاریخ میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا--- پوری دنیا کا طرز فکر بدل گیا--- تہذیب و تمدن کا نیا سانچہ وجود میں آیا--- اخلاق و کردار کے نئے معیار اترے--- جذبہ و احساس کی نئی مہکار پھوٹی--- اخوت و محبت کے اجلے موسم آئے--- ایثار و ہمدردی کی پاکیزہ ہوائیں چلیں--- دنیا میں ہر سو انقلاب آیا اور زمانے کا چلن بدلا--- سوچ بدلی، رویے بدلے، رشتے بدلے اور رابطے بدلے--- قانون بدلے اور ضابطے بدلے، غرض:

بدلی عمل کی شکل ، ارادے بدل دیے
اس نے تو کائنات کے جادے بدل دیے

3 امنِ عالم کا سویرا

حضور رحمت عالم ﷺ دنیا کے لیے امن و آشتی کی نوید بن کر تشریف لائے--- انسانیت ہزاروں سال سے کرب و اضطراب کے تپتے ریگ زاروں میں بھٹک رہی تھی، آپ ﷺ آئے تو رحمت کی گھٹا برسی اور دنیا امن و امان کا گہوارہ بن گئی--- میرے آقا ﷺ کے حسن تربیت کا اعجاز تھا کہ صحرائے عرب کے ظالم، جنگ جو اور فتنہ گر لوگ ساری دنیا میں امن و انصاف کے علم بردار بن کر پھیل گئے اور فضائے ہستی پر سکون و عافیت کی ردائے نورانی چھا گئی:

تیرے کرم نے ڈال دی طرحِ خلوص و بندگی
تیرے غضب نے بند کی رسم و رہِ ستم گری

حضور اکرم ﷺ نے اپنی تعلیمات اور عملی تجربات میں انسان کی فطری ضرورتوں کو پوری

Marfat.com

شدت اور اہتمام کے ساتھ پیش نظر رکھا--- اور قیام امن و انصاف کے لیے ایسے طریقے اختیار کیے جو انسان کی شخصی ضرورتوں کی تکمیل کے ساتھ ساتھ اس کے شعور اجتماعیت کو پروان چڑھائیں--- اور فرد کی اکائی کو قائم رکھتے ہوئے اسے معاشرہ کا جزو لاینفک بنادیں تاکہ سماجی اقدار کو فروغ ملے اور دنیا میں امن و عافیت اور سکون و اطمینان کی دولت عام ہو---

قرآن حکیم میں اس امر کا واشگاف اعلان کردیا گیا ہے کہ حضرت سید عالم ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری، کتاب اللہ کے نزول اور اسلام کو آفاقی دین بنانے کا اصل منشاء یہی ہے کہ انسانیت کے لیے امن و سلامتی کی راہیں کھول دی جائیں اور دنیا کو راحت و سکون کا گہوارہ بنادیا جائے--- چنانچہ ارشاد فرمایا:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ○ يَهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ---[المائدہ:۱۵،۱۶]

''بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور (ذات رسول ﷺ) اور روشن کتاب آئی ہے تاکہ ان کے ذریعے سے خدا تعالیٰ کی رضا چاہنے والوں پر امن و سلامتی کی راہیں واضح ہو جائیں اور وہ تاریکیوں سے نکل کر اجالوں میں آجائیں''---

پس رحمت عالم ﷺ نے دنیائے انسانیت کو جو دین مرحمت فرمایا اور جس کے مطابق نظام معاشرہ کو استوار کرنے کا عملی نمونہ پیش فرمایا، وہ سراسر امن و آشتی کا دین ہے--- اس کی تمام تعلیمات اسی محور پہ گھومتی ہیں--- حتیٰ کہ اس دین کا نام ''اسلام'' ہی امن و سلامتی کا مظہر ہے--- اور یہی اس دین فطرت کا مرکزی پیغام ہے---

پھر لفظ ''ایمان'' خود امن سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان قبول کرنے کا ثمرہ امن و آشتی ہے--- جو شخص دین فطرت کا حلقہ بگوش ہوگیا، وہ امن و آشتی کے الوہی سائے میں آگیا--- یوں کہیے کہ حضور نبی امن و آشتی ﷺ کی بعثت دنیا کے لیے امن و آشتی کا اجالا لے کر آئی---

Marfat.com

4 مزاج زندگی بدلا

رسول کریم ﷺ نے دنیا کو حسن اخلاق کی نعمت دی---آپ ﷺ عظمت کردار کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہیں اور ہر لحاظ سے آپ ﷺ کی ذات ستودہ صفات پوری کائنات کے لیے معیار اخلاق ہے---آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے دنیا اخلاق کا نام تو جانتی تھی اور چند اخلاقی فضائل سے بھی واقف تھی، مگر کسی کو یہ معلوم نہ تھا کہ اخلاق کا حقیقی معیار کیا ہے؟---حسن اخلاق کی اعلیٰ منزل کون سی ہے؟---اس کا آئیڈیل نمونہ کہاں ہے؟---یوں اخلاق کا تصور مبہم بھی تھا اور مضمحل بھی---آپ ﷺ دنیا میں تشریف لائے اور اپنے عمل سے دکھایا کہ حسن اخلاق کسے کہتے ہیں اور اس کا آئیڈیل معیار کیا ہے---چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ---

''مجھے دنیا میں بھیجا ہی اس لیے گیا ہے کہ اخلاق کریمانہ کی تکمیل کر دوں''---

حضور اکرم ﷺ نے دنیا کو جو کچھ دیا وہ صرف قوانین اور ضوابط کا مجموعہ نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر ایک خاص ذہن اور مزاج ہے---آپ ﷺ نے اپنے پیروکاروں کی شخصیت اور کردار کو الوہی سانچے میں ڈھال دیا---انہیں ایک خاص فکری مزاج اور ذہنی رجحان (Attitude of Mind) عطا کیا جو ان کے تمام رویوں اور معاملات میں رچ بس گیا---

حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے عربوں کا مزاج تند و تیز، جھگڑالو اور فتنہ انگیز تھا---وہ بات بات پر لڑتے اور اپنی غارت گری پر فخر کرتے---حضور ﷺ رحمۃ للعالمین بن کر تشریف لائے، آپ ﷺ نے عربوں کے جذبات کا رخ موڑا اور انہیں امن و آشتی کا علم بردار بنایا---ان کے اندر تخلیقی اوصاف پیدا کیے اور بھلائی کی راہ پر لگا دیا---ایک شخص کا نام ''زید الخیل'' یعنی زید شہ سوار تھا، آپ ﷺ نے اس کا نام بدل کر ''زید الخیر'' رکھ دیا اور اسے سراپا خیر بنا دیا---یہی حال ہر مؤمن کا تھا، سب کو حضور ﷺ نے خیر کا جویا بنا دیا---

Marfat.com

5 جو نہ تھے خود راہ پر، اوروں کے ہادی بن گئے

حضور اکرم ﷺ نے عرب کے لوگوں کو زندگی کی پستیوں سے اٹھا کر آسمان کی بلندیوں پر پہنچا دیا--- وہ اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے بت پوجتے تھے، انہیں خالق کائنات کا نمائندہ اور زمین پر اس کا خلیفہ بنا دیا--- وہ قبائلی عصبیت کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے، انہیں عالم گیر انسانی اخوت کا داعی بنا دیا--- وہ رسوم ورواج کی تنگنائیوں میں جیتے تھے، انہیں آفاقی تمدن کی لامحدود وسعتوں سے ہم کنار کیا--- وہ کسی قاعدہ وقانون سے آگاہ نہ تھے، انہیں الہامی شریعت سے فیض یاب کیا--- ان کی نظر بے آب وگیاہ خطے کی بنجر وادیوں میں مقید تھی، انہیں فارس وروم کی سونا اگلتی زمینوں پر تسلط بخشا--- وہ اجتماعی زندگی کے سلیقے سے محروم تھے، انہیں پاکیزہ معاشرت کی اعلیٰ اقدار کا امین بنا دیا--- وہ جو اونٹوں کو پانی پلانے کی باری پر جھگڑتے تھے اور سالوں تک جھگڑتے رہتے، انہیں خدائے واحد کے نام پر جہاد کی عظمت سے روشناس کیا--- وہ جو انسان کو کیڑے مکوڑے کی طرح بے وقعت اور حقیر جانتے تھے، انہیں عظمت بنی آدم اور تکریم انسانیت کا پیامی بنا دیا--- وہ جو عورتوں کو جنس بازار سمجھتے تھے، انہیں صنف نازک کی حرمت کا رکھوالا بنا دیا--- وہ جو شتر بے مہار کی طرح ہر سو لپکتے اور بے قید جیتے تھے، انہیں اطاعت، فرماں برداری اور ضبط نفس کا خوگر بنا دیا--- وہ جو خود غرضی، مفاد پرستی اور نفسانیت کی دَل دَل میں ڈوبے ہوئے تھے، انہیں خدمت، محبت اور ایثار کا پیکر بنا دیا--- وہ جو ظلم، بربریت اور فتنہ وفساد کی علامت تھے، انہیں امن، انصاف اور شائستگی کی تصویر بنا دیا--- وہ جو خود راہ ہدایت سے بھٹکے ہوئے تھے، انہیں پوری کائنات کے لیے ہادی ورہنما بنا دیا--- اکبر الٰہ آبادی نے کیا خوب کہا ہے:

در فشانی نے تری قطروں کو دریا کر دیا
دل کو روشن کر دیا ، آنکھوں کو بینا کر دیا
جو نہ تھے خود راہ پر ، اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

Marfat.com

جشن میلاد النبی ﷺ

اقوال و معمولات ائمہ کی روشنی میں

امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی صاحب سب الھدیٰ

(اخذ و ترجمہ۔ پروفیسر ڈاکٹر خالقداد ملک)

حافظ ابوالخیر سخاوی رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں۔

''پہلی تین صدیوں میں میلاد شریف کا (باقاعدہ) منانا کسی سلف صالح سے منقول نہیں بلکہ میلاد شریف کا عمل بعد میں شروع ہوا بعدازاں تمام اہل اسلام جملہ اکناف عالم میں اور بڑے چھوٹے شہروں میں ماہ ربیع الاول میں میلاد شریف کا اہتمام کرتے چلے آئے ہیں۔اس روز اہل اسلام عمدہ اور طرح طرح کے کھانے تیار کرتے ہیں اور ماہ ربیع الاول کی راتوں میں متنوع صدقات کرتے ہیں، شادمانی و مسرت کا اظہار کرتے ہیں، خیرات و صدقات میں کثرت کرتے ہیں اور مولود شریف پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں۔اس طرح میلاد شریف کی برکات فضل عمیم کے ساتھ اہل اسلام پر ظاہر ہوتی ہیں۔''

حافظ ابوالخیر ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔میلاد شریف منانے کے خواص میں سے ہے کہ یہ سال بھر کے لئے امان ہے اور مقصد و مرام کے حصول کے لئے بشارت ہے۔

شہنشاہان دنیا میں سب سے پہلے اربل کے بادشاہ ابوسعید کوبری بن زین الدین علی بن بکتگین نے میلاد شریف منانے کا اہتمام کیا،ابوسعید بزرگ اور سخی حکمرانوں میں سے تھا۔حافظ ابن کثیر اپنی تاریخ میں رقمطراز ہیں۔

''ابوسعید ربیع الاول شریف میں میلاد منا تا تھا اور اس سلسلے میں ایک بہت بڑی محفل

Marfat.com

سجاتا تھا وہ بذات خود ایک باوقار، بہادر دانش منداور عادل و منصف حکمران تھا اللہ اس پر رحمت کرے اور اس کا ٹھکانہ اچھا کرے۔ شیخ ابن وحیہ نے میلادالنبی ﷺ کے موضوع پر ایک رسالہ ''التنویر فی مولد البشیر النذیر'' لکھ کر بادشاہ کو پیش کیا تو اس نے اسے ایک ہزار دینار انعام دیا۔''

سبط ابن الجوزی مراۃ الزمان میں لکھتے ہیں۔

''ایک شخص نے جسے ایک مرتبہ ابو سعید المظفر کی محفل میلاد کے دسترخوان پر حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا بیان کیا کہ اس دسترخوان پر پانچ ہزار بھنے ہوئے بکرے، دس ہزار روسٹ مرغیاں، ایک لاکھ نان، ایک لاکھ کھانے سے بھرے ہوئے مٹی کے پیالے اور تیس ہزار مٹھائی کی طشتریاں تھیں اس محفل میلاد میں بڑے بڑے علماء اور صوفیاء حاضر ہوتے تھے اور بادشاہ انہیں خلعتیں اور انعام و اکرام پیش کرتا وہ ہر سال محفل میلاد پر تین لاکھ دینار خرچ کرتا تھا اور اس نے محفل میلاد میں آنے والے مہمانوں کی ضیافت کے لئے ایک بہت بڑا گھر تعمیر کر رکھا تھا اور وہ اس گھر پر لوگوں کے آرام و آسائش کے لئے ہر سال ایک لاکھ دینار خرچ کرتا تھا اور ہر سال دو لاکھ دینار کے بدلے فرنگیوں کے ہاں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنے والے مسلمانوں کو آزاد کرواتا تھا اور ہر سال حرمین شریفین اور وہاں پانی کے انتظام پر تیس ہزار دینار خرچ کرتا تھا اس کی یہ سخاوت مخفی صدقات کے علاوہ تھی۔''

ابو سعید مظفر کی زوجہ ربیعہ خاتون بنت ایوب جو صلاح الدین ایوبیؒ کی بہن تھی بیان کرتی ہیں کہ ابو سعید کی قمیص موٹے کھردرے کپڑے کی ہوتی تھی جس کی قیمت پانچ درہم سے بھی کم تھی، ایک بار میں نے اس قمیص کے بارے میں ناراضگی کا اظہار کیا تو فرمانے لگے اگر میں پانچ درہم کا لباس پہنوں اور بقیہ دولت صدقہ کردوں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ میں خود تو قیمتی لباس پہنوں اور ضرورت مند فقیر و مسکین کو چھوڑ دوں۔

ابن جوزی فرماتے ہیں کہ ابو سعید مظفر کا اس طرح محفل میلاد سجانا شیطان کی ناک خاک آلود کرنے اور اہل اسلام کے ایمان مضبوط کرنے کا ذریعہ تھا۔

Marfat.com

علامہ ابن ظفر فرماتے ہیں عاشقان رسول ﷺ میلاد کی خوشی میں طعام و ولائم کا اہتمام کرتے رہے ہیں چنانچہ ابوالحسن المعروف بہ ابن لقفل قاہرہ میں میلاد شریف کے موقع پر عالیشان دعوت کا اہتمام کرتے تھے اور ان سے قبل جمال الدین عجمی ہمدانی بھی میلاد شریف کے دن شرب و طعام کا بندوبست کرتے تھے۔ مصر میں یوسف الحجار بھی اپنی استعداد کے مطابق میلاد شریف مناتے تھے۔ انہوں نے نبی کریمؐ کو خواب میں دیکھا اور آپؐ نے انہیں میلاد شریف جاری رکھنے کی تلقین فرمائی۔

علامہ ابن ظفر کہتے ہیں کہ میں نے یوسف الحجار کو اپنے گھر میں جہاں وہ میلاد کا اہتمام کرتے تھے کہتے سنا کہ میں بیس سال قبل نبی کریم ﷺ کی خواب میں زیارت سے مشرف ہوا میں نے دیکھا کہ میرا ایک دوست ابوبکر الحجار اور میں نبی کریمؐ کے سامنے حاضر ہیں ابوبکر نے اپنی داڑھی پکڑی اور اسے دو برابر حصوں میں تقسیم کیا اور نبی کریمؐ سے کوئی بات کی جو میں نہ سمجھ سکا آنحضورؐ نے اسے جواب دیتے ہوئے فرمایا اگر میلاد نہ ہوتا تو یہ داڑھی آگ میں ہوتی پھر آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں تجھے ضرور ماروں گا اور آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی بھی تھی میں نے عرض کیا کس بات پر یا رسول اللہ ﷺ؟ فرمایا میلاد شریف کے انعقاد کو باطل ٹھہرانے پر۔ یوسف حجاز فرماتے ہیں چنانچہ بیس سال سے میں آج تک میلاد شریف منا رہا ہوں۔ یوسف حجار اپنے دوست ابوبکر حجار کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ مجھے خواب میں نبی کریمؐ کی زیارت نصیب ہوئی تو آپؐ نے فرمایا کہ اپنے دوست سے کہو کہ میلاد شریف کو باطل نہ ٹھہرائے جو میلاد شریف کا کھانا کھائے اور جو نہ کھائے تجھے کوئی گناہ نہ ہوگا اور ہم نے اپنے شیخ ابوعبداللہ بن محمد نعمان کو فرماتے سنا کہ ان کے شیخ ابوموسیٰ زرہونی نے فرمایا کہ میں نے نبی کریمؐ کو خواب میں دیکھا اور میلاد شریف منانے کے بارے میں فقہاء کے اختلافات کے بارے میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا جو ہماری خوشیوں میں شریک ہوگا ہم اس کی خوشیوں میں شریک ہوں گے۔

ابن طباق اپنے فتاوی میں رقمطراز ہیں اگر کوئی شخص میلاد کی رات خیرات کرے،

Marfat.com

لوگوں کو جمع کر کے جائز اور حلال کھانا کھلائے، جائز سماع کا بندوبست کرے نعت خواں اور قوال کو خلعت ولباس پہنائے جبکہ یہ سب کچھ نبی کریمؐ کے اس دنیا میں تشریف لانے کی خوشی کی وجہ سے ہو تو یہ سب کچھ جائز ہے اور ایسا کرنے والے کو اس کی اچھی نیت کا ثواب ملے گا اور اس روز دعوت طعام میں اغنیاء کو چھوڑ کر صرف فقراء کو مخصوص نہ کیا جائے ہاں اگر حاجت مندوں اور فقراء ومساکین کی دل جوئی مقصود ہے تو پھر زیادہ ثواب ہوگا البتہ ایسی محافل میں اگر منشیات وخمریات کا استعمال ہو اور بے ریش قوال دنیوی شہوات کو برانگیختہ کرنے والے قصائد سنائیں تو یہ گناہوں کی محفل ہے (نعوذ باللہ من ذالک)

شیخ جمال الدین مخلص کتانی فرماتے ہیں۔ میلاد رسول ﷺ کا دن بڑی عظمتوں اور خصائل کا دن ہے اس دن کو مقدس، عظیم اور مکرم بنایا گیا۔ آپؐ کا وجود مسعود ہر اس شخص کے لئے نجات کا سبب ہے جو آپ کی اتباع کرے اور جو آپؐ کی ولادت باسعادت پر خوشی کا اظہار کرے اس کے لئے جہنم کے عذاب سے تخفیف کا باعث ہے اور جو بھی آپ کی لائی ہوئی ہدایت پر عمل کرے اس پر اس دن کی برکات جلوہ گر ہوتی ہیں۔ لہذا میلاد شریف کا دن جمعہ کے دن کے مشابہ ہے۔ کیونکہ جمعہ کے دن جہنم کی آگ کو بھڑکایا نہیں جاتا، اس دن خوشی کا اظہار کرنا حسب استطاعت خرچ کرنا اور محفل میلاد کی دعوت قبول کرنا مناسب اور لائق ثواب ہے۔

علامہ ظہیر الدین جعفر تزمنتی فرماتے ہیں محافل میلاد کے انعقاد کا سلسلہ پہلی صدی ہجری میں شروع نہیں ہوا اگر چہ ہمارے اسلاف صالحین عشق رسول سے اس قدر سرشار تھے کہ ہم سب کا عشق ومحبت ان بزرگان دین میں سے کسی ایک شخص کے عشق نبی کو نہیں پہنچ سکتا۔ میلاد کا انعقاد بدعت حسنہ ہے اگر اس کا اہتمام کرنے والا صالحین کو جمع کرے، محفل درود وسلام اور فقراء مساکین کے طعام کا بندوبست کرے تو اسے ثواب ملے گا البتہ بازاری لوگوں کا جمع ہونا، رقص و سماع برپا کرنا اور قوالوں کو حسن آواز اور بے ریشگی کی وجہ سے خلعتیں پہنانا قابل مذمت ہے اور اس عمل میں کوئی بھلائی نہیں جو سلف صالحین نے نہیں کیا آنحضورؐ کا ارشاد ہے۔

Marfat.com

لا یصلح اخر هذه الامة الاما اصلح اولها.

''اس امت کے آخر کو صرف وہی عمل بہتر بنا سکتا ہے جس نے اول کو بہتر بنایا''۔

شیخ نصیر الدین لکھتے ہیں محفل میلاد کا انعقاد مسنون نہیں ہے لیکن اگر اس روز نبی کریمؐ کے وجود میں تشریف لانے کی خوشی پر خیرات کی جائے، مسرت و شادمانی کا اظہار کیا جائے اور سماع کا اہتمام کیا جائے جس میں بے ریش نعت گو جمع نہ ہوں اور نہ ہی ایسے قصائد پڑھے جائیں جو نار شہوت کو بھڑکائیں اور دنیوی خواہشات پر آمادہ کریں اور قد و خد، چشم و ابرو اور لب و رخسار کے قصے نہ ہوں بلکہ ایسے قصائد پڑھے جائیں جو آخرت کی تشویق اور دنیا میں زہد کا باعث ہوں پھر یہ اجتماع و محفل قابل تحسین ہے اور محفل کا انعقاد کرنے والے کے لئے باعث ثواب ہے۔ البتہ اس قسم کی محافل کے انعقاد کے لئے بلا ضرورت و حاجت چندے اکٹھے کرنا مکروہ ہے۔ اگر صرف صالحین کا اجتماع ہو جو اللہ کا ذکر کریں، صلوۃ و سلام پڑھیں اور طعام تناول کریں تو بارگاہ ایزدی میں قرب و ثواب کا باعث ہے۔

امام ابو شامہ اپنی کتاب ''الباعث علی انکار البدع الحوادث'' میں بحوالہ ربیع امام شافعیؒ سے نقل فرماتے ہیں۔ محدثات امور کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ محدث فعل ہے جو کتاب و سنت آثار صحابہ یا اجماع کے خلاف ہو اور یہ گمراہ کن بدعت ہے۔ دوسرا محدث فعل وہ ہے جس کی بنیاد خیر اور نیکی پر ہو اور اس میں کتاب و سنت آثار صحابہ اور اجماع کی مخالفت نہ ہو اور یہ فعل مذموم نہیں نیکی پر ہو اور اس میں کتاب و سنت آثار صحابہ اور اجماع کی مخالفت نہ ہو اور یہ فعل مذموم نہیں ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیام رمضان کے بارے میں فرمایا تھا نعمة البدعة هذه یہ ایک اچھی بدعت ہے یعنی اگر چہ یہ ایک نیا کام (محدث امر) ہے جس کی پہلے مثال نہیں مگر اس میں کوئی ایسی چیز نہیں جس سے شریعت کی مخالفت ہو۔

لہذا بدعت حسنہ پر عمل کرنے، اسے مستحب سمجھنے اور اس پر ثواب کی امید کرنے کے جواز پر اگر اس شخص کے لئے اتفاق ہے جس کی نیت اچھی ہو اور بدعت حسنہ سے مراد ہر وہ نیا کام ہے جو قواعد شریعت کے مطابق ہو اور شریعت کے کسی حکم کے مخالف نہ ہو اور نہ ہی اس پر عمل کرنے

Marfat.com

سے شرعی قباحت لازم آتی ہو۔ مثلاً مساجد میں لاؤڈ سپیکر لگانا، مدارس قائم کرنا، مسافروں کیلئے سرائیں تعمیر کرنا اور اسی طرح کے دیگر رفاہی کام انجام دینا جن سے پہلی صدی ہجری کے سلف صالحین آشنا نہ تھے کیونکہ اس قسم کے رفاہی کام، نیکی اور تقویٰ کے کاموں پر معاونت و مساعدت کے قبیل سے ہیں اور یہ شریعت کے بالکل مطابق ہیں۔ ہمارے آج کے دور میں انہی امور حسنہ میں سب سے احسن امر وہ ہے جسے ہر سال میلاد شریف کے دن اربل شہر میں انجام دیا جاتا ہے۔

اس دن صدقہ و خیرات اور نبی کریم ﷺ کے اس دنیا میں جلوہ افروز ہونے پر اظہار مسرت کیا جاتا ہے اور اس میں فقراء و مساکین کے ساتھ نیکی کرنے کے علاوہ نبی کریم ﷺ کی محبت و تعظیم کا اظہار ہے اور اللہ تعالیٰ کی شکرگزاری بھی ہے کہ اس نے رسول اللہ کو مبعوث فرما کر اپنے بندوں پر عظیم احسان فرمایا۔

''موصل میں سب سے پہلے میلاد شریف منانے کا اہتمام مشہور بزرگ ملا عمر بن محمدؒ نے کیا اور پھر دور دراز کے لوگوں نے اس کارِ خیر میں ان کی پیروی کی''۔

امام جزریؒ فرماتے ہیں۔ میلاد شریف کا منانا بدعت حسنہ ہے اور بدعات صرف اس وقت مکروہ ہوتی ہیں جب وہ سنت کے مخالف ہوں اور جب کسی کام میں سنت کی خلاف ورزی نہ ہو وہ مکروہ نہیں اور میلاد شریف کے دن اظہار شادمانی و مسرت پر حسب نیت انسان کو ثواب حاصل ہوتا ہے۔

ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں میلاد شریف کا انعقاد بدعت ہے لیکن یہ بدعت حسنہ ہے۔ البتہ میلاد کے اہتمام کے لئے لوگوں سے سوال کرنا اور چندے مانگنا جائز نہیں ہے۔ تاہم اگر مانگنے والے کو یقین ہو کہ مسئول کا دل چندہ دے کر خوش ہوگا تو پھر کوئی حرج نہیں اور مخیّر حضرات سے اعانت لینا جائز ہے اور میرے خیال میں اس میں کچھ کراہت نہیں ہے۔

حافظ عسقلانی تحریر فرماتے ہیں میلاد شریف کا انعقاد بدعت ہے جو پہلی تین صدیوں میں اسلاف صالحین میں سے کسی سے منقول نہیں۔ تاہم میلاد شریف کا انعقاد محاسن اعمال میں سے ہے اور ان کی ضد سے پرہیز پر مشتمل ہے اور جو شخص میلاد شریف کے اہتمام میں محاسن پر عمل

Marfat.com

کرے اور ان کی ضد سے پرہیز کرے تو یہ بدعت حسنہ ہے۔ میلاد شریف کے انعقاد کے جواز کے سلسلے میں مجھے صحیحین میں ایک ثبوت اور دلیل کا انکشاف ہوا ہے کہ رسول ﷺ جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو آپؐ نے یہود کو عاشور کے دن روزہ دار پایا اور اس بارے میں ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا اور حضرت موسیٰ کو نجات دی اور ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے روزہ رکھتے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا میں تم سے زیادہ حضرت موسیٰؑ کے قریب ہوں چنانچہ آپؐ نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔

اس حدیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام یا مصائب کو دور کرنے پر کسی مقررہ دن میں اظہار تشکر کرے تو یہ جائز ہے اور ہر سال کے اس خاص دن میں شکر گزاری کا تکرار بھی جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اظہار تشکر، عبادات و سجود، صیام و صدقات اور تلاوت قرآن مجید سے کرے اور رحمۃ للعالمینؐ کے اس دنیا میں تشریف لانے کی نعمت سے بڑھ کر اور کون سی نعمت ہے؟ لہذا جس دن نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ بعینہ اسی دن میلاد شریف کے اہتمام کی کوشش کی جائے تاکہ عاشورہ کے دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے کے ساتھ موافقت ہو جائے۔

جہاں تک میلاد شریف کے دن اعمال صالحہ کا تعلق ہے تو اس روز ہر وہ فعل و عمل، انجام دیا جائے۔ جس سے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں شکر و سپاس کا اظہار ہو۔ مثلاً تلاوت قرآن مجید، فقراء مساکین کو کھانا کھلانا، صدقات و خیرات کرنا، محافل نعت منعقد کرنا اور زہد و تقویٰ پر مشتمل قصائد سنانا، جو دلوں کو آخرت اور اعمال حسنہ کی طرف مائل کریں۔ لہو و لعب سے پرہیز کیا جائے اور ایسا سماع جو حرام، مکروہ، یا خلاف اولیٰ ہو۔ اس سے منع کیا جائے اور ہر وہ مباح کام جس سے اظہار مسرت و شادمانی ہو اس کے کرنے میں کوئی حرج نہیں شیخ القرا ابوالخیر ابن الجزریؒ لکھتے ہیں۔

ابولہب کو موت کے بعد خواب میں دیکھا گیا۔ خواب میں دیکھنے والے نے اس سے حال پوچھا تو کہنے لگا، کہ جہنم کی آگ میں ہوں، البتہ ہر سوموار کی رات عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے اور میری ان دو انگلیوں کے سروں سے کچھ پانی نکلتا ہے جسے میں چوستا ہوں اور اس تخفیف کی

Marfat.com

وجہ یہ ہے کہ جب ثویبہ'' نے مجھے محمدؐ (ﷺ) کی ولادت کی خوشخبری سنائی تو میں نے اپنی انہی دو انگلیوں کے اشارے سے اسے آزاد کر دیا''۔

جب یہ کافر ابولہب جس کی قرآن میں مذمت نازل ہوئی۔ ولادت و باسعادت پر خوشی منانے کے باعث سوموار کی رات عذاب جہنم سے تخفیف پاتا ہے تو اس توحید پرست مسلمان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے کہ جسے آپ ﷺ کا امتی ہونے کا شرف حاصل ہو۔

(ماخوذ من سبل الھدیٰ والرشاد)

Marfat.com

نور محمدیؐ کا وجود بشری میں ظہور

(برصغیر میں اردو کی پہلی کتاب "سیرت حبیب اللہ" سے اکتساب)

(مفتی محمد عنایت احمد کاکورویؒ)

بارہویں تاریخ ربیع الاول کی اسی سال میں جس میں قصہ اصحاب فیل واقع ہوا تھا بروز دوشنبہ بوقت صبح صادق جناب محمد مصطفیٰ ﷺ پیدا ہوئے اور سارا عالم اپ کے نور سے روشن ہوا اور بہت سے عجائب وخوارق اس رات ظہور میں آئے۔ از انجملہ (معجزہ) یہ کہ فاطمہ بنت عبداللہ والدہ عثمان بن ابی العاص نے بیان کیا کہ شب ولادت باسعادت میں پاس آمنہ والدہ ماجدہ آنحضرت ﷺ کے تھی میں نے دیکھا ستارے آسمان سے لٹک آئے تھے اور زمین حرم سے ایسا قریب ہوگئے تھے کہ گمان ہوتا تھا زمین پر گر پڑیں گے اور از انجملہ یہ کہ سارے بت روئے زمین کے اس وقت سرنگوں ہوگئے اور یہ بات سوائے اہل اسلام کے زردشتیوں کی تاریخ میں بھی لکھی ہے۔ زردشتی مجوسی ہیں کہ زروشت کو پیغمبر جانتے ہیں اور از انجملہ یہ کہ آگ فارس کی گبران (آتش پرست بادشاہ) نے باہتمام تمام ہزار برس سے روشن کر رکھی تھی بجھ گئی اور از انجملہ یہ کہ نوشیرواں بادشاہ فارس کا ایوان زلزلے میں آیا اور چودہ کنگرے اس کے گر پڑے۔

نکتہ: ستاروں کے متصل ہونے میں زمین سے اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ سب انوار زمین کی طرف بسبب آپ کی ولادت کے متوجہ ہوئے اور زمین روشنی سے مالا مال ہو جائے گی اور بتوں کا سرنگوں ہونا اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ بسبب اس مولود مسعود کے بت پرستی موقوف ہو جائے گی اور آگ کا بجھ جانا اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ آتش پرستی بسبب آپ کے باطل ہو جائے گی اور نوشیرواں کے محل میں زلزلہ آنا اور چودہ کنگروں کا گرنا اشارہ اس بات کی

Marfat.com

طرف ہے کہ سلطنت خاندان نوشیرواں کی کہ اس زمین میں اتنی بڑی سلطنت زمین پر کوئی نہ تھی جاتی رہے گی اور چودہ بادشاہ اس کے خاندان میں ہوں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سب ملک نوشیروانیوں کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں اہل اسلام کے تصرف میں آیا اور یزدگر اس خاندان کا بادشاہ حضرت عثمان کے وقت میں ہلاک ہوا۔ پھر ان میں کوئی بادشاہ نہ ہوا۔

نکتہ لطیفہ: پیدا نہ ہونا آپ کا بروز جمعہ یا بماہ رمضان یا اور کسی دن میں جو متبرک مشہور ہیں اس میں یہ نکتہ ہے کہ بات نہ کہی جاوے کہ آپ کو برکت دن اور مہینے سے حاصل ہوئی بلکہ ایسے دن اور مہینے میں پیدا ہوئے کہ اس کو برکت آپ کے سبب ہوئی۔

ذکر میلاد شریف: ماہ ربیع الاول روز دوشنبہ کو آپ کے سبب سے شرف عظیم حاصل ہوا۔ حرمین شریفین اور اکثر بلاد اسلام میں عادت ہے کہ ماہ ربیع الاول میں محفل میلاد شریف کرتے ہیں اور مسلمانوں کو مجتمع کر کے ذکر مولود شریف کرتے ہیں اور کثرت درود کی کرتے ہیں اور بطور دعوت کے کھانا یا شیرینی تقسیم کرتے ہیں سو یہ امر موجب برکات عظیمہ ہے اور سبب ہے ازدیاد محبت کا ساتھ جناب رسول اللہ ﷺ کے۔ بارہویں ربیع الاول کو مدینہ منورہ میں یہ محفل متبرک مسجد شریف میں ہوتی ہے اور مکہ معظمہ میں مکان ولادت آنحضرت ﷺ پر بھی۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا مشاہدہ انوار

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے فیوض الحرمین میں لکھا ہے کہ میں حاضر ہوا اس مجلس میں جو مکہ معظمہ میں مکان مولد شریف میں تھی بارہویں ربیع الاول اور ذکر ولادت شریف اور خوارق عادات وقت ولادت کا پڑھا جاتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اک بارگی کچھ انوار اس مجلس سے بلند ہوئے میں نے ان انوار میں تامل کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ انوار تھے ملائکہ کے جو ایسی محافل متبرکہ میں حاضر ہوا کرتے ہیں اور بھی انوار تھے رحمت الٰہی کے انتہیٰ۔ (فیوض الحرمین: ۸۰۔۸۱)

لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ بمقتضائے محبت آنحضرت ﷺ محفل شریف کیا کریں اور اس میں شریک ہوا کریں مگر شرط یہ ہے کہ بہ نیت خالص کیا کریں ریا اور نمائش کو دخل نہ دیں اور

Marfat.com

بھی احوال صحیح اور معجزات کا حسب روایات معتبرہ بیان ہوا کہ اکثر لوگ جو محفل میں فقط شعر خوانی پر اکتفا کرتے ہیں یا روایات واہیہ نامعتبر سناتے ہیں خوب نہیں۔ اور بھی علماء نے لکھا ہے کہ اس محفل میں ذکر وفات شریف کا نہ چاہئے اس لئے کہ یہ محفل واسطے خوشی میلاد شریف کے منعقد ہوتی ہے۔ ذکر غم جانکاہ اس محفل میں نازیبا ہے حرمین شریفین میں ہرگز عادت ذکر قصہ وفات کی نہیں ہے۔(۱)

(۱) دوسرے مقام پر حضرت شاہ ولی اللہ اپنے والد گرامی حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

میں ہمیشہ ہر سال حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے میلاد کے موقعہ پر کھانے کا اہتمام کرتا تھا لیکن ایک سال میں کھانے کا انتظام نہ کرسکا۔ ہاں کچھ بھنے ہوئے چنے لے کر میلاد کی خوشی میں لوگوں میں تقسیم کر دیئے رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام بڑی خوشی کی حالت میں تشریف فرما ہیں اور آپ ﷺ کے سامنے وہی چنے رکھے ہوئے ہیں۔ (الدر الثمین، ۴۰)

(ماخوذ از تواریخ حبیب اللہ از مفتی محمد عنایت احمد کاکوروی)

Marfat.com

میلادالنبی ﷺ ۔۔۔ مطلع صبح نور

(ضیاءالامت جسٹس پیر محمد کرم شاہؒ)

''خیابانِ ہستی اجڑا پڑا تھا، خزاں کی چیرہ دستیوں سے گلوں کی نکہت افشانیوں اور عنادل کی نغمہ ریزیوں کی یاد تک بھی گلدستہ طاق نسیاں بن چکی تھیں۔ روشیں ویران تھیں اور آبجوئیں خشک۔۔۔ جہاں کبھی سبزہ نودمیدہ جنت نگاہ ہوا کرتا تھا، وہاں خاک اڑ رہی تھی۔ یاس وقنوط کی ایک ہمہ گیر کیفیت طاری تھی کہ اچانک فاران کی چوٹیوں سے ایک گھنگھور گھٹا اٹھی، جس کا ہر قطرہ بہار آفریں اور جس کا ہر چھینٹا فردوس بداماں تھا۔ یہ گھٹا برسی اور خوب دل کھول کر برسی، یہاں تک کہ گلزار عالم میں پھر آثار حیات نمودار ہونے لگے۔ انسانیت کے پژمردہ چہرے پر پھر شباب و قوت کی سرمستیاں ظہور پذیر ہونے لگیں۔ خودداری وعزت نفس، شجاعت و ایثار کے افسردہ درختوں کی عریاں شاخوں کو از سر نو خلعت برگ و بار عطا ہوئی۔ قمریوں نے پھر عفت قلب ونظر کا نغمہ چھیڑا۔ توہمات وعقائد باطلہ کے قفس کی تیلیاں ایک ایک کر کے ٹوٹیں اور ہمائے بشریت کو توحید کی مقدس ومعطر رفعتوں سے پھر دعوت پرواز آنے لگی۔

دنیا والوں نے اس شوخ وشنگ اور خیرات وبرکات سے بھرپور گھٹا کو محمد (ﷺ) کے دلنواز نام سے پکارا۔ عالم بالا کے مکینوں نے اسے احمد کہا لیکن حقیقت کی دلفریبیوں سے نقاب اس وقت اٹھا جب اس کے خالق وپروردگار نے اسے اپنی کائنات سے یوں روشناس کیا'' وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ''۔

☆ ربیع الاول کا مہینہ اور دوشنبہ کا دن تھا اور صبح صادق کی ضیاء بار سہانی گھڑی تھی۔ رات کی بھیانک سیاسی چھٹ رہی تھی اور دن کا اجالا پھیلنے لگا تھا۔ جب مکہ کے سردار عبدالمطلب کی

Marfat.com

جواں سال بیوہ بہو کے سادہ سے مکان میں ازلی سعادتوں اور ابدی مسرتوں کا نور چمکا۔ ایسا وجود مسعود تولد ہوا جس کے من موہنے مکھڑے نے صرف اپنی غمزدہ ماں کو ہی سچی خوشیوں سے مسرور نہیں کیا بلکہ ہر درد کے مارے کے لبوں پر مسکراہٹیں کھیلنے لگیں۔ اس نورانی پیکر کے جلوہ فرمانے سے صرف حضرت عبداللہ کا کلبہ احزاں جگمگانے نہیں لگا بلکہ جہاں کہیں بھی مایوسیوں اور حرماں نصیبیوں نے اپنے پنجے گاڑ رکھے تھے، وہاں امید کی کرنیں روشنی پھیلانے لگیں اور ٹوٹے دلوں کو بہلانے لگیں۔ صرف جزیرہ عرب کا بخت خفتہ ہی بیدار نہیں ہوا بلکہ انسانیت جو صدیوں سے ہوا و ہوس کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی اور ظلم وستم کے آہنی شکنجوں میں کسی ہوئی، کراہ رہی تھی، اس کو ہر قسم کی ذہنی، معاشی اور سیاسی غلامی سے رہائی کا مژدہ جاں فزا ملا۔ فقط مکہ وحجاز کے ہر مکین کے لئے میخانہ معرفت کے دروازے کھول دیئے گئے اور سارے نوع انسانی کو دعوت دی گئی کہ جس کا جی چاہے آگے آئے اور اس مئے طہور سے جتنے جام نوش جاں کرنے کی ہمت رکھتا ہے، اٹھائے اور اپنے لبوں سے لگالے۔ طیور خوش نواز مزمہ سنج ہوئے کہ خزاں کی چیرہ دستیوں سے تباہ حال گلشن انسانیت کو سرمدی بہاروں سے آشنا کرنے والا آ گیا۔ سر بگریباں غنچے خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے کہ انہیں جگانے والا آیا اور جگا کر انہیں شگفتہ پھول بنانے والا آیا۔ افسردہ کلیاں مسکرانے لگی تھیں کہ ان کے دامن کو رنگ ونکہت سے فردوس بداماں کرنے والا آیا۔ علم وآگاہی کے سمندروں میں حکمت کے جو آبدار موتی آغوش صدف میں صدیوں سے بے مصرف پڑے تھے، ان میں شوق نمود انگڑائیاں لینے لگا۔

☆ ''ماہ ربیع الاول کس بہار سرمدی کا پیغام لے کر آیا ہے۔ یہ ہلال نو کس بدر منیر کے طلوع ہونے کا مژدہ سنا رہا ہے۔ رات بھر ستارے کیا سرگوشیاں کرتے رہے ہیں، شاخ گل پر بیٹھے عنادل کس کے میلاد کی خوشی میں نغمہ سرا ہیں۔ یہ سحر کوئی عام سحر تو نہیں۔ اس سحر کی جبین پر تو یمن وبرکت کا نور برس رہا ہے، آسمانوں کی بلندیوں میں، قدسیوں کی محفل میں ''اللہ ہو'' کی گونج کا انداز بالکل نرالا ہے۔ عرش الٰہی کا بانکپن اس کے انوار کی شوخیاں اور تجلیات کی تابانیاں، کس راز کو افشاں کرنے

Marfat.com

پر مجبور ہیں۔ انفس وآفاق کی دنیا میں کیف وسرور اور ذوق وشوق کا یہ روح پرور سماں کیوں ہے؟

کائنات کا ذرہ ذرہ زبان حال سے اعلان کر رہا ہے کہ کوئی آنے والا ہے اور وہ اپنے ساتھ کچھ لانے والا ہے۔ ماہ ربیع الاول کی ایک صبح سعید تھی۔ اللہ تعالیٰ کا بندہ، محبوبیت کی خلعت زیبا پہنے، ختم نبوت کا تاج سر پر سجائے، رحمت للعالمین کا منشور ہاتھ میں لئے، زینت بخش بزم ہستی ہوا۔ وہ اپنے دامن میں ہدایت وسعادت، رحمت وبرکت کے بے پایاں خزانے سمیٹ کر لے آیا تاکہ خلق خدا میں انہیں بڑی فیاضی سے تقسیم کرے بلکہ بڑی دریا دلی سے انہیں لٹائے تاکہ جو قطرے اس کی نظر کرم سے مشرف ہوں وہ مہر وماہ بنیں اور جو ذرے اس کیف پا کو چوم لیں، لعل وگہر بن جائیں۔

آج وہ آیا جس کے نور سے آدم کی جبیں مطلع انوار بنی۔

آج وہ آیا جس کی بعثت کے لئے حضرت خلیلؑ نے اپنے رب کریم سے بڑی دلسوزی سے التجائیں کیں۔

آج وہ آیا جس کا امتی بننے کی دعا کلیم اللہؑ نے کی

آج وہ آیا جس کی آمد کا مژدہ حضرت مسیحؑ نے سنایا

Marfat.com

جشن عید میلاد النبی ﷺ

کیسے منایا جائے؟

(مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی)

اللہ تعالیٰ کی کائنات پر بے شمار نعمتیں اور رحمتیں ہیں جن کو شمار کرنا ہمارے لئے ناممکن ہے۔قرآن کریم میں ارشاد فرمایا "ان تعد و انعمة الله لا تحصوها." اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو انہیں شمار نہ کرسکو گے" (النحل ۱۸/۱۶)

زندگی، جسم و روح، اعضاء کی ساخت، سراپا، حسن، تناسب، توازن، نظام جسم و روح، عقل و شعور، علم و آگہی، ارادہ و اختیار، زمین، اس کی ساخت، اس کی کشش ثقل، اس میں ہمارے اور دوسری مخلوق کے لئے وسائل، نشوونما، ہوا، پانی، روشنی، گرمی، سردی، موسمی تغیرات، میوے، پھل، طرح طرح کے رزق، دودھ، گھی، مکھن، گوشت، سبزیاں، دالیں، سونا، چاندی، پیتل تانبا، لوہا، سٹیل، سکہ، موتی، قیمتی پتھر، معدنیات، پٹرول، گیس، درخت، گھاس، ندی، نالے دریا، سمندر، آبشار، چشمے، پہاڑ، میدان، صحراء، وادیاں، ہوائیں، فضائیں، بادل، بارش، جانور، لباس، خوراک، دوائیں، غذائیں، چرند، پرند، درند، چاند، سورج، ستارے، سیارے، کہکشائیں، آسمان، بروج، زندگی مستعار گزر جائے گی اللہ کی نعمتیں ختم نہ ہونگی۔ عقلیں دنگ اور ذہن حیرت زدہ ہیں۔اس لئے ہمیں اس طرف وقت اور عمر عزیز صرف کرنے کی ضرورت نہیں، نہ اللہ پاک نے اس کی ہمیں تکلیف دی ہے۔ہاں ہمیں ان نعمتوں کا ذکر کرنے ان کی طرف متوجہ رہنے اور ان کے حوالہ سے اللہ کی بارگاہ میں احساس تشکر کا حکم دیا ہے۔تاکہ ہم اس مالک کی قدر کریں، اس کا شکر کریں، ان نعمتوں سے باخبر ہوکر ان کو پہچانیں، ان سے پورا پورا فائدہ حاصل کریں، ان سے صرف نظر نہ کریں، ان کو معمولی نہ سمجھیں، ان کی حقیقت کو سمجھیں۔اسی سے خالق کی

Marfat.com

معرفت حاصل ہوگی، اسی سے اس کی قدر معلوم ہوگی اور نتیجتاً کسی قدر ہم ناتوان اس کا شکر کرنے کے قابل ہوسکیں گے، ہمارے قلوب واذہان اسی کی دہلیز رحمت پر سجدہ کناں رہیں گے۔ اپنے مالک سے تعلق بندگی مضبوط و پائیدار ہوگا اور دنیا و آخرت کی کامیابیاں ہمارا مقدر بنیں گی۔ ان شاءاللہ العزیز

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ جَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا، وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ.

اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا "اے میری قوم اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو کہ تم میں پیغمبر پیدا کئے اور تمہیں بادشاہ بنایا اور تمہیں وہ کچھ دیا جو آج سارے جہاں میں کسی کو نہ دیا" (المائدہ.۵.۲۰)

يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ. اللہ کی نعمت کو پہچانتے ہیں، پھر اس کا انکار کرتے ہیں اور ان میں اکثر کافر ہیں" (۱۶.۸۳ النحل)

. اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ. جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا وَبِئْسَ الْقَرَارُ. کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت کفر سے بدل دی (کہ بجائے شکر کرنے اور ایمان لانے کے انکار و ناشکری کی) اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر لا اتارا وہ جو دوزخ ہے اس کے اندر جائیں گے اور کیا ہی بری ہے ٹھہرنے کی جگہ" (۱۴/۲۸-۲۹ ابراہیم)

رئیس المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا کی تفسیر میں فرمایا

هم والله كفار قريش ومحمد صلى الله عليه وسلم نعمة الله، (صحیح بخاری ص۵۶۶ ج۲)

"وہ جنہوں نے اللہ کی نعمت کفر و ناشکری سے بدلی قریشی کافر ہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کی نعمت ہیں"

علامہ آلوسی فرماتے ہیں "المراد بهم اهل مكة، فان الله سبحانه اسكنهم حرمه وجعلهم قوام بيته واكرمهم بمحمد صلى الله عليه وسلم فكفروا نعمة الله تعالىٰ بدل ما الزمهم من الشكر العظيم." (۲۱۸/۱۳. روح المعانی).

Marfat.com

"ان لوگوں سے مراد اہل مکہ ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے حرم میں سکونت دی اور ان کو اپنے گھر کا خادم بنایا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کو عزت دی تو انہوں نے اللہ کی نعمت کی ناشکری کی، بدلے میں اس شکر عظیم کے جوان پر اللہ نے واجب فرمایا تھا"

امام رازی فرماتے ہیں" انه تعالیٰ انعم علیهم بالرسول و القرآن فاختار والکفر علی الایمان." "اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کے ذریعے ان پر احسان وانعام فرمایا، مگر انہوں نے ایمان پر کفر کو اختیار کیا" (تفسیر کبیر ص ۱۹/۱۲۳)

اسکنهم الله تعالیٰ حرمه الامن وجعل معیشهم فی السعة وبعث فیهم محمدا صلی الله علیه وسلم ولم یعرفوا قدر هذه النعمة.

" اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے امن والے حرم میں بسایا، ان کی معیشت کو فروغ دیا۔ اور ان میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا مگر وہ اس نعمت کی قدر نہ پہچان سکے"

(امام رازی تفسیر کبیر ص ۱۲۳ ج ۱۹ طبع ایران) (ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی الجامع الاحکام القرآن ص ۲۳ ج ۹)

امام رازی لکھتے ہیں"

☆ یہود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے اور نزول قرآن سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دشمنوں پر فتح کی دعائیں مانگتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ افتح علینا وانصرنا بالنبی الامی. اے اللہ! نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے فتح ونصرت عطا فرما۔

☆ اپنے مخالفین سے کہتے نبی آخر الزمان آنے والے ہیں وہ تمہارے مقابلہ میں ہماری مدد فرمائیں گے۔

☆ عربوں سے حضور علیہ السلام کی پیدائش کے بارے میں پوچھتے رہتے اور آپ کی شان بیان کرتے۔

☆ بنی قریظہ، و بنی نضیر، اوس وخزرج کے مقابلہ میں سرکار کے وسیلہ سے فتح مانگتے۔

Marfat.com

☆ یہودی علماء جب تورات میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت پڑھتے اور یہ کہ وہ عرب میں مبعوث ہونگے مشرکین عرب سے ان صفات کا پوچھتے رہتے تا کہ معلوم ہو پیدا ہو چکے ہیں۔ (تفسیر کبیر ص ۱۸۰ ج ۳ طبع ایران)

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت کی اپنی مخلوق پر بے انتہاء رحمتیں، نعمتیں اور کرم نوازیاں ہیں۔ ازل سے ہیں اور ابد تک رہیں گی۔ ان کا شمار ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بڑی بڑی نعمتوں کا اپنی تمام آسمانی کتابوں میں بالعموم اور قرآن کریم میں بالخصوص اہتمام سے ذکر فرمایا ہے۔ اور اپنے بندوں کو بھی ذکر کرنے، ان کا احساس کرنے، ان کا لحاظ کر کے ان کا شکریہ ادا کیا کرنے کا حکم دیا ہے۔ ان نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت نبوت و رسالت کا فیض ہے۔ لہذا اس کا سب سے زیادہ ذکر کرنے کا حکم ہے۔ پہلی قوموں کو قرآن کریم میں بار بار اس فریضہ پر عمل کرنے کی تلقین وترغیب دی گئی ہے۔ یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ" اے اولاد یعقوب علیہ السلام میری اس نعمت کا ذکر کرو! جو میں نے تم پر کی۔ (۲۔۴۰)

فَاذۡکُرُوۡۤا اٰلَآءَ اللّٰہِ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ. تم اللہ کی نعمتیں یاد کرو! کہ کہیں تمہارا بھلا ہو" (۶۹۔۷الاعراف ۹)

نبی کی بعثت کو اللہ نے اپنا احسان قرار دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

لقد من اللہ علی المؤ منین اذبعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم ایٰتہٖ و یز کیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین ."

"بیشک اللہ نے بڑا احسان کیا مسلمانوں پر کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔" (آل عمران ۳: ۱۶۴)

احسان تو سب پر فرمایا۔ مگر اس کا عرفان وشعور اور اس کی قدر ومنزلت پہچان کرا سے تسلیم کرنا اور اس سے دنیا و آخرت کی بھلائیاں حاصل کرنا۔ صلاح وفلاح پانا اہل ایمان ہی کا

Marfat.com

مقدر ہے۔اس لئے ان پر خدا کا بہت بڑا احسان ہے۔وہ جس قدر اللہ کا شکر کریں کم ہے۔اس احسان عظیم کے جتنے تذکرے کریں، ہر وقت بیان کریں، رات دن نشر واشاعت کریں، کم ہے۔ اسی احساس درماندگی کے ساتھ انہیں ہر وقت اللہ کی اس نعمت عظیمہ کا فکر کرتے رہنا ہی سعادت مندی ہے اور اس سے محرومی ہر خیر و برکت سے محرومی ہے۔فرمان باری تعالیٰ ہے۔وَاما بنعمة ربک فحدث ۔''اور اپنے رب کی نعمت کا خوب خوب چرچا کرو'' (الضحیٰ ۹۳:۱۱)

کہ نعمت کا خوب چرچا کرنا بھی اس کی شکر گذاری ہے اور ذکر نہ کرنا احسان فراموشی و ناقدری ہے۔اس نعمت عظیمہ کا چرچا شرعی حدود میں رہتے ہوئے جس طرح چاہو کرو۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ (۳.۱۶۴). (یقیناً اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا جب ان میں.انہی میں سے رسول معظم مبعوث فرمایا) پھر سورۃ یونس میں فرمایا

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِکَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ. (یونس،۱۰.۱۶۴)

پس تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت پر ہی چاہئے کہ خوشیاں منایا کریں۔وہ ان کے سب دھن ودولت سے بہتر ہے۔

انجیل میں فرمایا'' خدا کے رسول کے وقت میں یہ رات ہر سال جشن کی ہوگی۔جو اب ہر سویں برس آتا ہے۔''

(جشن کی رات برناباس کی انجیل صفحہ ۱۲۶ ۔اسلامک پبلی کیشنز لاہور تائید شدہ مولانا مودودی۔)

علمائے دیوبند

وہابیہ عرب کی زبان سے بارہا سنا گیا ہے کہ اَلصَّلوٰۃُ والسَّلام عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ کو سخت منع کرتے ہیں اور اہل حرمین پر سخت تنقید اس نداء اور خطاب پر کرتے ہیں۔حالانکہ ہمارے مقدس بزرگان (دیوبند علماء) اس صورت اور جملہ صورت درود شریف کو اگرچہ بصیغہ نداء کیوں نہ ہو مستحب و مستحسن جانتے اور اپنے متعلقین کو اس کا امر کرتے ہیں۔'' (حسین احمد مدنی

Marfat.com

دیوبندی۔الشھاب الثاقب، طبع دیوبند صفحہ ٦٥)۔

حاشا ان یقول احد من المسلمین فضلا ان نقول نحن ان ذکر ولادته الشریفة علیه الصلوة والسلام بل ذکر غبار نعاله وبول صخاره علیہ منستقبح من البدعات السیة الحرمة."

حاشا کہ کوئی مسلمان چہ جائیکہ ہم یہ کہیں کہ آپ ﷺ کی میلاد مبارکہ کا ذکر بلکہ آپ کے جوتوں اور آپ کے گدھے کے پیشاب کا ذکر کرنا برا ہے اور بری حرام بدعتوں میں سے ہے۔"

(خلیل احمد انبیٹھوی، الھند ص ٣٠۔٣١)

مولوی اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں "ایسا کون مسلمان ہوگا جو حضور ﷺ کے وجود مسعود پر خوش نہ ہو یا شکر نہ کرے۔" (میلادالنبی ص ١٠٤ مطبوعہ مصنفہ تھانوی صاحب)

مزید فرماتے ہیں "ایسی ذات بابرکات کے وجود پر جس قدر بھی خوشی اور فرح ہو کم ہے.... جس نعمت پر حق تعالیٰ اس شد ومد کے ساتھ خوش ہونے کا حکم فرمادیں وہ کس طرح خوش ہونے کے قابل نہ ہوگی۔" ص ١٢١۔١٢٢ ایضاً۔

مزید۔ "ولادت حضور پرنور کے دن نہ صرف زمین کے موجودات بلکہ ملائکہ عرش وفرش اور باشندگان عالم بالا سب کے سب مسرور وشادمان تھے۔" (میلادالنبی تھانوی صاحب۔صفحہ ٢٦٢)

حضور ﷺ کا وجود خود بہار۔ پھر ولادت شریف کا ماہ بھی ربیع کا جس کے معنی بہار کے ہیں اور وہ موسم بھی بہار کا تھا اور حضور خود نور جو سب انوار سے فائق ہے۔"....... اس ماہ میں حضور ﷺ کی ولادت ہوئی پس اب حیثیت خاص سے اس کو رمضان پر بھی فضیلت ہے۔" (ایضاً)

امام ابن کثیر لکھتے ہیں ان ابلیس رن اربع رنات حین لعن وحین اھبط وحین ولد رسول الله وحین انزلت الفاتحه." بے شک ابلیس (شیطان) چار بار رویا ہے اول جب لعنتی بنا۔ دوسرے جب زمین پر اتارا گیا۔ تیسری بار رسول اللہ ﷺ کے میلاد پر چوتھی بار سورۃ فاتحہ کے نزول پر۔" (البدایہ والنھایہ لابن کثیر ٢/ ٧۔ ٢٦٦ طبع بیروت)

Marfat.com

خلاصہ ان مباحث کا یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کوئی عام بات نہیں۔ بلکہ پہلی آسمانی کتابوں اور انبیائے کرام کی بیسیوں پیشنگوئیوں کا حاصل ہے۔ دعاؤں کی قبولیت ہے، تمناؤں کی تکمیل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی برتر نعمت و رحمت و فضل ہے، اس کے چرچے کرنے اور اس پر خوشیاں منانے کا قرآن میں حکم دیا گیا ہے مسیح علیہ السلام کے فرمودات قرآن و انجیل میں موجود ہیں۔ ''مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد.'' ''میں خوشخبری سنانے والا ہوں اس عظیم رسول کی جو میرے بعد آ رہا ہے جس کا نام نامی احمد ہے۔'' (۶۱/۶ الصف)

میں اس کے پاؤں کے جوتے کے تسمے کھولنے کے بھی قابل نہیں۔'' (برنا باس کی انجیل ص ۷۷) مبارک ہو وہ دن جب تو دنیا میں آئے۔'' (برنا باس کی انجیل)

اور بی بی آمنہ علیہا السلام کو نظر آنے والا وہ نورانی منظر جس کی روشنی میں شام کے محل نظر آ گئے۔ (مشکوۃ ص ۵۱۳)

پس اے عزیزو! رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت سے بڑھ کر خوشی منانے کا کوئی دوسرا موقع نہیں اور کوئی خوشی اس طرح منانے کا حکم نہیں دیا گیا۔ آپ خوشیاں منائیں۔ چراغاں کریں، جھنڈیاں لگائیں۔ گھر، مکان و گلیاں اور بازار، مساجد و مقابر کو سجائیں، کھانے کھلائیں مسلمانوں کو، غیر مسلم کو، حیوانوں و پرندوں کو محتاجوں کو لباس پہنائیں، روپیہ پیسہ دیں، غریبوں کی دل کھول کر مدد کریں۔ خوشی کا ایسا مظاہرہ جس کی نظیر نہ ہو۔ درج بالا آیات قرآنی و احادیث اور بائبل کے حوالہ جات اسی امر پر بین ثبوت ہیں۔ چنانچہ خوشی کی خاطر خواہ آپ خانہ کعبہ، مسجد حرام، مسجد اقصیٰ، مسجد نبوی، گنبد خضریٰ کے ماڈل بنائیں یا آبشاریں، پہاڑ بنائیں یا چراغاں کریں، یہ سب اللہ کا حکم ہے کہ اس نے فرمایا ہے کہ فبذلک فلیفرحوا. اسی پر خوشیاں منائیں۔ ھو خیر مما یجمعون. یہ جشن منانا اس پر مال خرچ کرنا، خوشیاں منانا بہتر ہے ہر اس چیز سے جو جمع کرتے ہیں۔'' (۱۰/۵۸)

جس کو اللہ و رسول پر اعتماد ہے۔ قرآن، حدیث، بائبل اور ائمہ امت پر اعتماد ہے وہ ہر جائز طریقہ سے خوشیاں منائے صدقہ و خیرات کرے۔ مال خرچ کرے، وقت صرف کرے، دلچسپی لے۔ اور جسے شیاطین پر اعتماد ہے وہ الگ تھلگ رہے۔ بلکہ شیطان کی طرح ماتم کرے۔

Marfat.com

میلاد النبی ﷺ

جشن اور احتساب کا دن

(علی اکبر قادری الازہری)

ماہِ میلادِ رسول ﷺ...... ربیع الاول...... محبتوں، مسرتوں اور سعادتوں کی متاعِ گراں بہا لے کر اہلِ ایمان و یقین کے مضطرب جذبوں کو سیراب کر کے ہمیں حیاتِ جاودانی عطا کرتا ہے۔ مشتاق روحیں بے چین جذبوں کے ساتھ اس مطلعِ صبحِ ازل کی منتظر ہیں۔ اہلِ عشق و محبت اشکوں سے وضو کر کے حریمِ دیدہ و دل سجا رہے ہیں۔ اس ماہِ مقدس کا ہر دن، ہر لمحہ اور ہر گھڑی کشتِ ایمان کیلئے بہارِ جاوداں کی پیامی ہے۔ کائناتِ ہست و بود کو تاریخ کے ان مقدس لمحات پر ناز ہے جو اسی ربیع الاول کی ایک صبحِ سعادت کے دامن میں سمٹ آئے تھے۔ ظہورِ قدسی کی وہ نورانی ساعتیں جن میں عرب کا چاند وادیٔ مکہ میں چمکا اور پورے جہاں کو تا ابد روشن کر گیا، کارخانۂ قدرت کا سرمایۂ افتخار ہیں۔

وہ صبحِ درخشاں جب فضائے عالم مسرتوں کے دلآویز نغموں سے گونج اٹھی آج تک مطلعِ عالم میں بہاروں کو بانکپن لٹا رہی ہے۔ اس صبحِ انقلاب کی اثر آفرینی کا کیا کہنا جس نے تاریخ کا رخ موڑ دیا۔ وہ تاریخ جس کا ورق ورق درماندگی اور انسان دشمنی کی گواہی دے رہا تھا، وہ تاریخ جس کا دامن ظلم و بربریت سے تار تار تھا، وہ تاریخ جس میں قیصر و کسریٰ کا استبداد لوگوں کا مقدر بن چکا تھا۔ ظہورِ قدسی کے ان مبارک لمحات نے تہذیبِ انسانی کو وقار سے نوازا، ثقافت کے چہرے کو تقدس کے زیور سے آراستہ کیا، علم کو عرفان کی منزل تک پہنچایا، عمل کو صالحیت و مقصدیت

Marfat.com

کا حصار عطا کیا' زندگی کی ویران راہوں پر سردیِ بندگی کے شجر ہائے ثمر دار اگائے' نفرتوں اور عداوتوں کے لامتناہی صحرا میں اخوت' محبت' مروت اور خلوص کے حیات بخش گلستاں آباد کئے' بے مقصدیت کی شاہراہ پر سسکتی' بلکتی اور بھٹکتی انسانیت کو عرفان و آگہی کی دولت سے نواز کر خالق تک رسائی کی حقیقی منزل سے ہمکنار کیا۔

اس صبحِ نور کے پاکیزہ اجالے کا کیا کہنا جس نے شمس و قمر کو روشنی اور ستاروں کو ضوفشانی عطا کی۔ بلاشبہ یہی وہ لمحات تھے جن کے انتظار میں گردشِ شام و سحر نے ماہ و سال کی لاکھوں کروٹیں بدلی تھیں۔ قدرت نے انسان کے شعور کو تمام ارتقائی منازل سے گزار کر بلوغت کے اس مقام پر پہنچا دیا تھا جب وہ ہدایت و رہنمائی کیلئے کسی جامع صفات ہستی کیلئے بے تاب ہو گیا تھا۔

یومِ میلاد النبی ﷺ ۔۔۔۔ دراصل پوری انسانیت کا یومِ نجات ہے۔ کفر سے نجات' شرک سے نجات' جہالت سے نجات اور جنگل کے قانون کی حکمرانی سے نجات۔ میلاد النبی ﷺ اس لامتناہی مایوسی اور غلامی سے چھٹکارے کی نوید ہے جس میں یتیموں' بے کسوں اور مفلسوں کو بھی زندگی گزارنے کے وہی حقوق ملے جو معاشرے کے دیگر صاحبِ ثروت لوگوں کیساتھ ہی مختص تھے۔ میلاد النبی ﷺ اس عظمت و شرفِ انسانی کی پاسباں ہے جس نے بلال دیا سر جیسے سیاہ فام غلاموں کو عرب کے سرداروں پر سبقت دلائی۔ میلاد النبی ﷺ ظلمتِ دہر میں روشنی کا وہ مینارہ ہے جس سے قیامت تک بھٹکنے والے قافلوں کو منزل کا سراغ ملتا رہے گا۔

میلاد النبی ﷺ انسانیت کیلئے خالق کے اس نظام کا اجراء ہے جس کی حکمرانی تمام نسلی' جغرافیائی' لسانی' اور طبقاتی بتوں کو پامال کر کے سب کو برابری کے حقوق عطا کرتی ہے بلکہ مجھے کہنے دیجئے کہ میلاد النبی ﷺ خالق کائنات کا وہ آخری ''ورلڈ آرڈر'' ہے جس کے بعد کسی نئے یا پرانے ورلڈ آرڈر کی ضرورت نہیں۔ اس لئے اے امتِ مسلمہ اور اے اس عظیم و جلیل پیغمبر ﷺ کے نام لیوا غلامو! آؤ سب اپنے آقا کے جشنِ میلاد میں شریک ہو جائیں۔ گھر گھر' گلی گلی' قریہ قریہ' شہر شہر' اور ملک ملک درود و سلام کے نغماتِ سرمدی کی دھوم مچا دیں۔ دہر میں اسم محمد ﷺ سے جتنا اجالا

Marfat.com

کرو گے' قوتِ عشق سے اپنی پستیوں کو بلندیوں میں بدلتے جاؤ گے۔ تاجدارِ کائنات ﷺ سے محبت ووفا تم سے یہ تقاضا کرتی ہے کہ ان کی آمد کے جشن میں اپنی ممکنہ توانائیاں صرف کر دو لیکن کیا یہ ایک دوروزہ جشنِ میلاد میں جوش وخروش تمہارے ایمان وعمل کا معیار ہوگا؟ ہر سال ۱۲ ربیع الاول کو محفلِ میلاد کا اہتمام' جلسے جلوس اور لنگر کا اہتمام کر کے کیا محبتِ رسول ﷺ کے امتحان میں ہم کامیاب ہو جائیں گے؟ یہی نکتہ قابلِ غور ہے اور یہی مقام محتاجِ توجہ۔

اس لئے آیئے! ایک لمحے کیلئے ہم سب اپنے من میں جھانک کر دیکھیں اور اپنی ذات سے کائنات تک نظر دوڑائیں۔ حرص وہوس' کبر ونخوت اور خونخواری کے بڑے بڑے بت بھی نظر آئیں گے اور ظلم وستم اور قتل وغارتگری کے عالمی سلسلے بھی۔ کائنات کو امن عطا کرنے والے نبی رحمت ﷺ کی امت خود بے امنی کا شکار ہے۔ دنیا کو محبت کا درس سکھانے والی قوم کے افراد باہمی نفرتوں کا شکار ہیں' ستاروں کو نشان راہ دکھانے والے خود بے جہت جھنڈ بن چکے ہیں' فطرت کی طاقتوں کو مسخر کرنے کا عہد لے کر آنے والی قوم خود بکھرے ہوئے ریوڑ کی طرح قدم قدم پر خونخوار بھیڑیوں کی زد میں ہے۔ فلسطین' کشمیر' بوسنیا اور چیچنیا سے اس امت کی چیخیں بلند ہو رہی ہیں لیکن ہمارے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ بیت المقدس ہو یا بابری مسجد' ہمارے سامنے دینی شعائر مٹائے جا رہے ہیں لیکن ہم بے حس وحرکت ہیں۔ ہمارے گھروں' محلوں اور شہروں میں کفر والحاد اور شیطنت' فحاشی وعریانی کی صورت میں ننگا ناچ رہی ہے لیکن ہم نے اس سے بھی سمجھوتہ کر لیا ہے۔ یاد رکھو یہ ثقافتی یلغار کفر کا بہت بڑا خطرناک حملہ ہے جس کا مقابلہ بموں اور میزائلوں سے نہیں صرف اور صرف جذبہ ایمان سے ہو سکتا ہے اور یہ جذبہ دہلیز مصطفی ﷺ کی خیرات ہے۔ ہاں غور سے سنو تو سازِ فطرت سے تمہیں ہر سو یہ سنائی دے گا۔

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

(جولائی ۹۶ء)

Marfat.com

عید میلاد النبی ﷺ

(نواب مشتاق احمد خان)

وہ دانائے سبل ختم رسل مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغ وادیٔ سینا

آج اس قدسی نور کے ظہور کا دن ہے جس کی ضیاپاشیاں رہتی دنیا تک باطل کی تاریکیوں اور تیرگیوں کو کافور کرتی رہیں گی۔ یوں تو اس سے پہلے بھی انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے پیغام حق کا درس دیا...... لیکن جو درس نبی امی ﷺ نے دیا اس نے جویان حق کو تمام اگلے پچھلے پیغامات سے بے نیاز کر دیا۔ اللہ کے اس آخری پیغام نے ہر نوع کی عصبیتوں کا قلع قمع کر دیا اور دنیا کو ایسے محیر العقول ذہنی انقلاب سے روشناس کیا جس کی بدولت عرب کے صحرا نورد قعر مذلت سے نکل کر اوج ثریا تک پہنچ گئے۔

عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا
پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا

حضور ﷺ نے روحانی امراض میں مبتلا، مادی آلام کی شکار، روایت پرستی کی ستائی مظلوم انسانیت کی مسیحائی فرمائی۔ غلاموں کو شہریاری کا رتبہ عطا فرما دی۔ حضور ﷺ کے غلاموں کا کیا درجہ ہے۔ مجھے اس کا احساس اپنے حالیہ سفر دمشق میں ہوا جہاں میں نے دیکھا کہ عاشق رسول اور حضور ﷺ کے موذن حضرت بلال حبشیؓ کی پائینتی مملکت عثمانیہ ترکیہ کے جلیل القدر بادشاہ دفن ہیں۔ بقول شاعر

فاروقؓ یہ کہتے ہیں وہ آقا ہیں ہمارے
دیکھے تو کوئی اوج بلال حبشیؓ کا

Marfat.com

حضور نے یتیموں اور بیکسوں کی سر پرستی فرمائی۔ عورت کو معاسرہ میں وہ درجہ عطا کیا جس کی آجکل کے نام نہاد آزادی نسواں کے دور میں بھی نظیر نہیں ملتی۔ ایسے محسن انسانیت کی یاد اور اس پر درود وسلام پیش کرنے میں جو لمحات بھی گزریں وہ ہمارے لئے باعث برکت وسعادت ہیں۔ جس والہانہ شیفتگی اور عقید تمندی کے ساتھ خوشی اور غمی کے ہر موقعہ پر ملک میں سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں درود وسلام پیش کرنے کی محفلیں منعقد ہوتی ہیں وہ بے حد باعث مسرت وامتنان ہے۔

حضرت ختمی مرتبت ﷺ سے عقیدت اور محبت کا جہاں تک تعلق ہے مسلمان دنیا کی ہر قوم اور مذہب والے سے زیادہ حساس واقع ہوا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس نے اپنے عقائد کے احترام کی خاطر اور سرکار دو عالم ﷺ کے ناموس کی حفاظت کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ بڑی سے بڑی طاقت سے ٹکر لی۔ خود مٹ گیا مگر اپنے عقائد اور رسول کریم صلی الہ علیہ وآلہ وسلم کے ناموس پر حرف نہیں آنے دیا۔ ابھی چند برس ہوئے اسی شہر لاہور کے ایک نوجوان نے اسی جذبہ کے تحت عواقب اور نتائج سے بے پروا ہو کر ناموس رسول ﷺ کے لئے اپنی جان کی بازی لگا دی۔ آج وہ میانی صاحب کے قبرستان میں غازی علم دین شہید کے نام سے محو خواب ہے اور ہزاروں مسلمان روز اس عاشق رسول ﷺ کے مزار پر فاتحہ خوانی کرتے ہین۔ اسی طرح اس جذبہ سے سرشار ہو کر بدتر سے بدتر مسلمان جسکی عمر فسق وفجور میں گزری ہو اپنے عقائد کے احترام کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی دے سکتا ہے۔ اسی ضمن میں ۱۹۴۸ء میں راولپنڈی کا چشم دید واقعہ بیان کرتا ہوں۔

جنوری ۱۹۴۸ء میں پاکستان کی پہلی عید میلاد تھی۔ خون کے دریاؤں کو پار کر کے اور عزیزوں اور دوستوں کی نعشوں کی چھوٹی بڑی پہاڑیوں کو عبور کر کے مہاجرین کو سرزمین پاکستان میں وارد ہوئے کچھ زیادہ مدت نہیں ہوئی تھی۔ ایک نظریہ حیات کے لئے اتنی بڑی قربانی دینے کے بعد جذبہ میں فراوانی اور ایمان میں تازگی تھی۔ اس لئے پہلی عید میلاد کے موقع پر بڑا جوش اور جذبہ تھا۔ فوجوں کے جلوس شہر کے بازاروں میں گزر رہے تھے جلوس کو دیکھنے کے لئے میں بھی ایک جگہ کھڑا ہو گیا۔ میرے پاس ہی ایک سفید پوش بزرگ پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے کھڑے تھے۔ جیسے

Marfat.com

ہی فوج کا ایک دستہ اللہ اکبر کے نعرے بلند کرتا ہو درود و سلام پڑھتا ہوا پاس سے گزرا ان کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ یہ سماں دیکھ کر ایک شوخ نوجوان جو پاس ہی کھڑا تھا۔ ان سے مخاطب ہو کر بولا بابا جی یہ تو خوشی کا موقعہ ہے آپ روتے کیوں ہیں؟ سفید پوش بزرگ نے امڈتے ہوئے آنسوؤں کے سیلاب میں بہتے ہوئے جواب دیا۔ ''عزیز من! یہ رنج کے آنسو نہیں' خوشی اور مسرت کے آنسو ہیں ورنہ وحدہ لاشریک کی قسم! رنج کے انسو بہانے کے لئے میرے پاس کافی وجوہ موجود ہیں' یہ ناچیز گنہگار جو آپ کے سامنے کھڑا ہے بھک منگا نہیں۔ وہ چاندنی چوک دہلی کا ایک خوشحال سوداگر تھا۔ اب اس کے پاس ان چیتھڑوں کے سوا کچھ نہیں جو اس کے جسم کی ستر پوشی کر رہے ہیں' اس کی دوکان کو نذر آتش کر دیا گیا' اس کے مکان اور ساری متاع حیات کو ملیامیٹ کر دیا گیا' اس کی گھر والی کو ظالموں نے اس کے سامنے قیمہ قیمہ کر ڈالا' اس کی جوان بیٹی کو اس کی آنکھوں کے سامنے پکڑ کر لے گے اور وہ بے بس کھڑا دیکھتا رہا۔ اس کے دودھ پیتے بچے کا وہ حشر کیا جس کے بیان کرنے کی بھی اس کی زبان میں طاقت نہیں۔ اس کے بھائی بندوں کو بلا لحاظ عمر و جنس تہ تیغ کر دیا گیا۔

''عزیز من! میں ضرور تمند ہوں، مظلوم ہوں، اللہ کی اس وسیع دنیا میں تنہا اور بے یار و مددگار ہوں لیکن باوجود اس کے میں خوش ہوں اور خوشی کے آنسو بہا رہا ہوں اس لئے کہ سب کچھ کھونے کے بعد بھی میں اپنی آنکھوں سے یہ روح پرور منظر دیکھ رہا ہوں۔ اپنے کانوں سے میں نے سرکار دو عالم ﷺ پر درود و سلام سن رہا ہوں۔ عساکر اسلامیہ کے گھوڑوں کے ٹاپوں کی ایمان افروز آواز سن رہا ہوں۔ الحمد للہ کہ سب کچھ کھونے کے بعد بھی میں راضی برضا ہوں اور میرا ایمان سلامت ہے اور میں اپنے آپ کو خسارہ میں نہیں پاتا۔

سوال کرنے والا یہ سن کر بے اختیار ہو کر اس فرشتہ سیرت انسان اور صاحب ایمان بزرگ سے لپٹ گیا۔ آس پاس جتنے لوگ تھے اور جس نے بھی یہ ساری گفتگو سنی اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ اللہ اللہ! کیسا ایمان افروز اور دل ہلا دینے والا منظر تھا رسول کریم ﷺ سے والہانہ محبت رکھنے والے لوگ ابھی عنقا نہیں۔ یہی جذبہ عقیدت اور پختگی ایمان ہمارے حال اور مستقبل کا

Marfat.com

ضامن ہے مایوس اور پست ہمت ہونے کی ضرورت نہیں۔ اگر نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

ضرورت اس امر کی ہے کہ عامتہ الناس کو اس راستہ کی نشاندہی کی جائے جو اس دور میں خراب ماحول اور غلط تعلیم کی وجہ سے ہماری نظروں سے اوجھل ہو رہا ہے۔ یہ امر باعث افسوس ہے کہ اتنے شدید مذہبی جذبات اور رسول اکرم ﷺ کی ذات اقدس سے ایسی والہانہ عقیدت رکھنے کے باوجود ہماری عملی زندگی جس میں انسان کے کردار، اعتقادات اور ایمان کا صحیح امتحان ہوتا ہے ہر قدم پر ان اعتقادات کا بطلان کرتی ہے اور اس ضابطہ حیات کی نفی کرتی ہے جس کی محسن اعظم ﷺ نے ہمیں تعلیم دی تھی۔ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں ہدیہ درود و سلام پیش کرنا ہمارے لئے برکت ہی برکت ہے اور میں وہ دن دیکھنے کے لئے زندہ ہوں جب ہر گھر، ہر محلہ میں رسول پاک ﷺ کا ذکر ہو۔ یہ ذکر مکان و مکین دونوں کے لئے موجب برکت ہے۔

جہاں ذکر میلا دخیر البشر ﷺ ہو
خدا کی قسم وہ مکاں محترم ہے
شہ دیں کا ہر تذکرہ ہے گرامی
شہ دیں کی ہر داستاں محترم ہے

لیکن ایمان کی بات ہے کہ یہ تقریب منانا ہمیں صحیح معنوں میں اس وقت زیب دے گا جب ہم اپنے ممدوح ﷺ کے بتائے ہوئے راستہ پر گامزن ہوں۔ میں یہ عرض کروں گا اور طالب معافی ہونگا اگر یہ بات کڑوی معلوم ہو کہ جس مقدس ہستی کا ذکر ہم دھوم دھام سے اور عقیدت مندی سے کریں جس کی حیات طیبہ کے بیان سے اپنی بے مائگی اور شرمندگی کے پورے احساس کے ساتھ ہماری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلیں۔ اسی کے پیغام سے تغافل برتیں۔ صحیح عشق وہ ہے کہ محبوب سے ہر اعتبار سے نسبت پیدا کی جائے۔ یہ کیسا عاشق ہے کہ اس کے پیغام کو نہ سمجھا جائے اور نہ سمجھایا جائے؟ یہ کیسی محبت ہے کہ اس کے بتائے ہوئے طریقہ کو اپنانے میں ہچکچاہٹ محسوس ہو اور ہر ممکن حیلہ بہانہ کی آڑ لے کر اس کے نقش قدم پر چلنے سے گریز کریں۔

Marfat.com

یومِ میلاد۔۔۔۔۔یومِ انقلاب

(علی اکبر قادری الازہری)

ربیع الاول۔۔۔۔اسلامی سن ہجری کا مبارک مہینہ۔۔۔۔۔ہر سال اپنے دامن میں کیف و سرور اور محبت و مروت کے ان مٹ سمندر لیے جلوہ گر ہوتا ہے اور نگر نگر تذکارِ رسالت ﷺ کے تازہ جہاں آباد کر کے رخصت ہو جاتا ہے۔ جشنِ میلاد النبی ﷺ کی یہ دھوم ایک طرف محبوبِ کبریا تاجدارِ کائنات ﷺ کے ساتھ ہمارے تعلقِ محبت کا اظہار ہے اور دوسری طرف اس رشتۂ غلامی کے ساتھ عائد ہونے والی ذمہ داریوں کو نبھانے کا تجدیدِ عہد بھی ہے۔ جشنِ میلاد النبی ﷺ پر اظہارِ مسرت سنتِ الٰہی بھی ہے اور حکمِ الٰہی بھی۔

تخلیق انسانیت سے بہت پہلے۔۔۔۔ارواحِ انبیاء کے مقدس اجتماع کا انعقاد جہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلا جشنِ میلاد النبی ﷺ تھا وہاں ''میثاق النبیین'' میں کارفرما حکمتِ ربی، حضور ﷺ کے مشن کی تکمیل کیلئے تن من دھن لٹانے کی متقاضی بھی تھی۔ چنانچہ ازل سے ابد تک ۔۔۔قافلۂ انسانیت کی کامیابی کا انحصار وہی ایمان اور نصرتِ رسول ﷺ ٹھہرا جس کا عہد اللہ تعالیٰ نے اس تقریبِ سعید میں لیا تھا۔۔۔۔۔تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو نبوت و رسالت کی نعمت اسی پہلی تقریبِ میلاد میں عطا ہوئی اور اس پختہ عہد کے بعد ہوئی جس میں رسالتِ محمدی ﷺ پر ایمان اور تصدیق شرطِ اول تھی۔ اس لئے ہمارا عقیدہ ہے کہ سیدنا آدمؑ سے لے سیدنا عیسیٰؑ تک جتنے انبیاء و رسل، دنیا کے جس کونے میں جس وقت بھی تشریف لائے، وہ نبوت و رسالتِ محمدی ﷺ کے فیض کا پرتو بن کر آئے اور قیامت تک جو بھی رضائے الٰہی کی منزل کو پائے گا وہ بھی اسی فیضِ نبوی ﷺ کا خوشہ چین ہوگا۔ حق تو یہ ہے کہ جس کو ملا، جب بھی ملا، جو کچھ ملا وہ درِ مصطفیٰ ﷺ کی خیرات تھی۔

Marfat.com

ربیع الاول شریف کا دامن اس لیے نعمت ہائے ربانی سے مالا مال ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے اس محبوب ومکرم رسول ﷺ کا ظہور ہوا جن کے طفیل دنیا کی سب نعمتوں کو وجود ملا۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ ایمان ہر دور میں ان ایام کو زندگی کے قیمتی لمحات سمجھ کر ذکرِ رسول ﷺ میں گزارتے رہے ہیں۔ یوں تو مسلمان کا ہر سانس اور زندگی کا ہر لمحہ ذکرِ رسول ﷺ میں بسر ہونا چاہیے لیکن آپ کی ولادت کی گھڑیاں تو تاریخِ بشریت کا وہ قیمتی سرمایہ ہیں جنہیں یادگار بنانے کی ہر کاوش تحدیثِ نعمت کے زمرے میں شامل ہو کر اللہ کے ہاں محبوب ومقبول ٹھہرتی ہے۔

ہمارا دور جس اضطراب اور بے یقینی کی گرفت میں ہے اس کا علاج انسانی علم کی بلندیوں اور مادی وسائل کی فراوانی میں نہیں بلکہ اس نسخۂ کیمیاء میں موجود ہے جو اللہ تعالیٰ نے آخری اور مکمل پیغام کے طور پر اپنے آخری رسول ﷺ کے قلبِ اطہر پر اتارا۔ ربیع الاول ۔۔۔۔۔۔ ہر سال ہمیں اسی پیغام کی عالمگیریت اور اسی نسخہ کیمیاء کی اہمیت کی یاد بھی دلاتا ہے ۔یہی نسخہ ہماری کامیابی‘ کامرانی اور ہمہ جہت عالمی کردار کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔ وہ کردار جس کی صداقت کا ڈنکا ساری دنیا میں پورے ۱۲ سو سال بجتا رہا۔

ہمیں میلاد النبی ﷺ کا جشن مناتے ہوئے یہ کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ یومِ میلاد النبی ﷺ دراصل یومِ نجات بھی تھا۔ شرک سے نجات‘ جہالت سے نجات‘ ظلم سے نجات‘ غلامی کی زنجیروں سے نجات‘ شیطان اور طاغوت کے ہتھکنڈوں سے نجات اور جھوٹے خداؤں کی اذیت ناک خدائی سے نجات۔ یوم میلاد النبی ﷺ دراصل اس انقلاب کی صبحِ نو تھی جس نے انسانیت کے دامن سے درندگی کے بدنما دھبوں کو دھویا اور اُسے رحمت ورافت کے سدا بہار پھولوں سے بھر دیا۔ اس انقلاب نے عرب کے صحرا نوردوں کو خضرِ راہ بنا دیا۔ اونٹ اور بھیڑ بکریوں کے چرواہوں کو قیامت تک قافلہ علم وحکمت کی پیشوائی کا منصب عطا کیا۔ یہی انقلاب تھا۔۔۔۔۔۔ جس نے نوعِ انسانی کو حقیقی آبرو بخشی۔ جانوروں سے بدتر زندگی بسر کرنے والے غلاموں کو وہ جرأت اور حوصلہ دیا کہ وہ اپنے آقاؤں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ہر جائز بات کرنے اور ان کے

Marfat.com

دستِ جفا کیش کو توڑ کر اپنا حق لینے کے قابل ہو گئے۔ حضور ﷺ کی قیادت نے تمیزِ بندہ و آقا کا فرق مٹا کر فسادِ آدمیت کی ہر مرض کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ اسی انقلابی قیادت نے بلالؓ ویاسرؓ جیسے حبشی غلاموں کو قریشی سرداروں کا آقا بنا دیا اور ان کے ہاتھوں میں عظمتِ اسلام کا پرچم تھما کر کعبہ کی چھت پر کھڑا کر کے تمام نسلی تفاخر اور نسبی بڑھائی کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دفن کر دیا۔ اس لیے پیغمبرِ انقلاب ﷺ کے یومِ ولادت کو جشنِ میلاد کے ساتھ ساتھ جشنِ انقلاب کے طور پر بھی منایا جانا چاہئے۔ ہمارے آقا ﷺ وہ محسنِ انسانیت ہیں جنہوں نے پہلی بار انسانی حقوق کا عالمی چارٹر پیش کیا اور صرف پیش ہی نہیں کیا بلکہ اس پر عمل کر کے بھی دکھا دیا۔

امتِ مسلمہ کے افراد' حکمران اور ادارے ــــــــــ آج جن مقتدر افراد اور اداروں سے اپنے بنیادی حقوق کی بھیک مانگتے پھرتے ہیں وہ خود انسانی حقوق کے بڑے دشمن ہیں۔ انکی جملہ کاوشوں کا مدعا امنِ عالم کی خواہش نہیں بلکہ فساد انگیزی اور فتنہ پروری ہے۔ اہلِ پاکستان! ــــــ ہر مرتبہ جشنِ میلاد مناتے ہوئے اس عزم کا مظاہرہ کریں کہ یہ وطن حضور ﷺ کے سرفروشوں' جاں نثاروں اور غلاموں کا مسکن ہے۔ یہ زمین مصطفوی انقلاب کے ایمان پرور جذبوں کی امین ہے۔ اس کی اساس میں بھی ریاستِ مدینہ کے اساسی مقاصد ہیں۔ حضور ﷺ نے جس طرح بت پرستی کے خلاف اعلانِ جہاد فرمایا اور مسلسل جنگوں کے بعد کعبہ کو بتوں سے صاف کر کے چار سو اسلام کا جھنڈا لہرا دیا' آج ہمیں بھی ایک طرف بت پرست پڑوسی ملک کے جارحانہ عزائم کو کچلنا ہے اور دوسری طرف مدینہ کے یہود و نصاریٰ کی طرح امریکہ' یورپ اور اسرائیل کی منافقانہ روش کا مقابلہ کرنا ہے۔ اس جشن کے موقع پر مواخاتِ مدینہ کا تقاضا ہے کہ ہم خود انحصاری کی منزل کو جلد پانے کیلئے ایثار و قربانی' دیانتداری اور باہمی پیار و محبت سے آگے بڑھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جشنِ میلاد النبی ﷺ کے حقیقی تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (جولائی ۹۸ء)

Marfat.com

محافلِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اتباعِ سنت اور محبت رسولؐ کا محرک

(علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ)

زمانہ ہمیشہ بدلتا رہتا ہے۔ انسانوں کی طبائع، ان کے افکار اور ان کے نقطہ ہائے نگاہ بھی زمانے کے ساتھ ہی بدلتے رہتے ہیں۔ لہذا تہواروں کے منانے کے طریقے اور مراسم بھی متغیر ہوتے رہتے ہیں اور ان سے استفادہ کے طریق بھی بدلتے رہتے ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم بھی اپنے مقدس دنوں کے مراسم پر غور کریں اور جو تبدیلیاں افکار کے تغیرات سے ہونی لازم ہیں ان کو مدنظر رکھیں۔

منجملہ ان مقدس ایام کے جو مسلمانوں کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں ایک میلاد النبی کا دن بھی ہے، میرے نزدیک انسانوں کی دماغی اور قلبی تربیت کے لئے نہایت ضروری ہے کہ ان کے عقیدے کی رو سے زندگی کا جو نمونہ بہترین ہو وہ ہر وقت ان کے سامنے رہے چنانچہ مسلمانوں کے لئے اسی وجہ سے ضروری ہے کہ وہ اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدنظر رکھیں تا کہ جذبہ تقلید اور جذبہ عمل قائم رہے۔ ان جذبات کو قائم رکھنے کے تین طریقے ہیں:

پہلا طریق تو درود و صلوٰۃ ہے جو مسلمانوں کی زندگی کا جزو لاینفک ہو چکا ہے وہ ہر وقت درود پڑھنے کے موقعے نکالتے ہیں، عربوں کے متعلق میں نے سنا ہے کہ اگر کہیں بازار میں دو آدمی لڑ پڑتے ہیں اور تیسرا با آواز بلند اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّم پڑھ دیتا ہے تو لڑائی فوراً رک جاتی ہے اور متخاصمین ایک دوسرے پر ہاتھ اٹھانے سے فوراً باز آ جاتے ہیں۔ یہ درود کا اثر ہے اور لازم ہے کہ جس پر درود پڑھا جائے اس کی یاد قلوب کے اندر اپنا اثر پیدا کرے۔

Marfat.com

پہلا طریق انفرادی دوسرا اجتماعی۔ یعنی مسلمان کثیر تعداد میں جمع ہوں اور ایک شخص جو حضور آقائے دو جہاں ﷺ کے سوانح حیات سے پوری طرح باخبر ہو آپ کے سوانح زندگی بیان کرے تاکہ ان کی تقلید کا ذوق شوق مسلمانوں کے قلوب میں پیدا ہو۔

تیسرا طریق اگرچہ مشکل ہے لیکن بہرحال اس کا بیان کرنا ضروری ہے۔ وہ طریقہ ہے کہ یادِ رسول ﷺ اس کثرت سے اور ایسے انداز میں کی جائے کہ انسان کا قلب نبوت کے مختلف پہلوؤں کا خود مظہر ہو جائے یعنی آج سے تیرہ سو سال پہلے جو کیفیت حضور سرورِ دو عالم ﷺ کے وجودِ مقدس سے ہویدا تھی وہ آج تمہارے قلوب کے اندر پیدا ہو جائے۔ حضرت مولانا روم فرماتے ہیں:

آدمی دید است باقی پوست است
دید آں باشد کہ دید دوست است

یہ جوہر انسانی کا انتہائی کمال ہے کہ اسے دوست کے سوا اور کسی چیز کی دید سے مطلب نہ رہے۔ یہ طریقہ بہت مشکل ہے۔ کتابوں کو پڑھنے یا میری تقریر سننے سے نہیں آئے گا۔ اس کے لئے کچھ مدت نیکوں اور بزرگوں کی صحبت میں بیٹھ کر روحانی انوار حاصل کرنا ضروری ہے۔ اگر یہ میسر نہ ہو تو پھر ہمارے لئے یہی طریقہ غنیمت ہے جس پر ہم آج عمل پیرا ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ اس طریق پر عمل کرنے کے لئے کیا کیا جائے؟ پچاس سال سے شور برپا ہے کہ مسلمانوں کو تعلیم حاصل کرنی چاہئے۔ لیکن جہاں تک میں نے غور کیا ہے تعلیم سے زیادہ اس قوم کی تربیت ضروری ہے اور ملی اعتبار سے یہ تربیت علماء کے ہاتھ میں ہے۔ اسلام ایک خالص تعلیمی تحریک ہے۔ صدرِ اسلام میں اسکول نہ تھے، کالج نہ تھے، یونیورسٹیاں نہ تھیں، لیکن تعلیم و تربیت اس کی ہر چیز میں ہے۔ خطبہ جمعہ، خطبہ عید، حج، وعظ غرض تعلیم و تربیت عوام کے بے شمار مواقع اسلام نے بہم پہنچائے ہیں۔ لیکن افسوس کہ علماء کی تعلیم کا کوئی صحیح نظام قائم نہ رہا اور اگر کوئی رہا بھی تو اس کا طریق عمل ایسا رہا کہ دین کی حقیقی روح نکل گئی۔ جھگڑے پیدا ہو گئے اور علماء کے درمیان جنہیں پیغمبر اسلام علیہ السلام کی جانشینی کا فرض ادا کرنا تھا، سر پھٹول ہونے لگی۔ مصر، عرب،

Marfat.com

ایران، افغانستان ابھی تہذیب وتمدن میں ہم سے پیچھے ہیں لیکن وہاں علماء ایک دوسرے کا سر نہیں پھوڑتے۔ وجہ یہ ہے کہ بیشتر اسلامی ممالک نے اخلاق کے اس معیار اعلیٰ کو پالیا ہے جس کی تکمیل کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے تھے اور ہم ابھی اس معیار سے بہت دور ہیں۔

دنیا میں نبوت کا سب سے بڑا کام تکمیل اخلاق ہے چنانچہ حضور نے فرمایا: بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مکارم الْاَخلاق یعنی میں نہایت اعلیٰ اخلاق کے اتمام کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ اس لئے علماء کا فرض ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے اخلاق ہمارے سامنے پیش کیا کریں تاکہ ہماری زندگی حضور ﷺ کے اسوہ حسنہ کی تقلید سے خوشگوار ہو جائے اور اتباع سنت زندگی کی چھوٹی چھوٹی چیزوں تک جاری وساری ہو جائے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے خربوزہ لایا گیا تو آپ نے کھانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ مجھے معلوم نہیں رسول اللہ ﷺ نے اس کو کس طرح کھایا ہے مبادا میں ترک سنت کا مرتکب ہو جاؤں۔

کامل بسطام در تقلید فرد

اجتناب از خوردن خربوزہ کرد

افسوس کہ ہم میں بعض چھوٹی چھوٹی باتیں بھی موجود نہیں جن سے ہماری زندگی خوشگوار ہو اور ہم اخلاق کی فضا میں زندگی بسر کر کے ایک دوسرے کے لئے باعث رحمت ہو جائیں۔ اگلے زمانے کے مسلمانوں میں اتباع سنت سے ایک اخلاقی ذوق اور ملکہ پیدا ہو جاتا تھا اور وہ ہر چیز کے متعلق خود ہی اندازہ کر لیا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا رویہ اس چیز کے متعلق کیا ہوگا۔

حضرت مولانا رومؒ بازار میں جا رہے تھے۔ آپ کو بچوں سے بہت محبت تھی، کچھ بچے کھیل رہے تھے، ان سب نے مولانا کو سلام کیا اور مولانا ایک ایک کا سلام الگ الگ قبول کرنے کے لئے دیر تک کھڑے رہے، ایک بچہ کہیں دور کھیل رہا تھا، اس نے وہیں سے پکار کر کہا حضرت! ابھی جائیے گا نہیں، میرا سلام لیتے جائیے۔ تو مولانا نے بچہ کی خاطر دیر تک توقف فرمایا اور اس کا سلام لے کر گئے۔ کسی نے پوچھا: حضرت! آپ نے بچہ کے لئے اس قدر توقف کیا۔ آپ نے

Marfat.com

فرمایا کہ اگر رسول اللہ ﷺ کو اس قسم کا واقعہ پیش آتا تو حضور بھی یونہی کرتے۔

گویا ان بزرگوں میں تقلید رسول ﷺ اور اتباع سنت سے ایک خاص اخلاقی ذوق پیدا ہو گیا تھا۔ اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں۔ علماء کو چاہئے کہ ان کو ہمارے سامنے پیش کریں۔ قرآن و حدیث کے غوامض بتانا بھی ضروری ہے لیکن عوام کے دماغ ابھی مطالب عالیہ کے متحمل نہیں۔ انہیں فی الحال صرف اخلاق نبوی ﷺ کی تعلیم دینی چاہئے۔

Marfat.com

میلاد النبی ﷺ

چمنستان سعادت میں بہاروں کا پیغام

(علامہ شبلی نعمانی)

''چمنستان دہر میں بارہا روح پرور بہاریں آ چکی ہیں؟ چرخ نادرہ کار نے کبھی کبھی بزم عالم اس سروساماں سے سجائی کہ نگاہیں خیرہ ہو کر رہ گئیں لیکن آج کی تاریخ وہ تاریخ ہے جس کے انتظار میں پیر کہن سال دہر نے کروڑوں برس صرف کر دیئے۔ سیارگان فلک اسی دن کے شوق میں ازل سے چشم براہ تھے، چرخ کہن مدت ہائے دراز سے اسی صبح جان نواز کیلئے لیل ونہار کی کروٹیں بدل رہا تھا۔ کارکنان قضا وقدر کی بزم آرائیاں، عناصر کی جدت طرازیاں، ماہ وخورشید کی فروغ انگیزیاں، ابرو باد کی تردستیاں، عالم قدس کے انفاس پاک، توحید ابراہیمؑ، جمال یوسفؑ، معجز طرازی موسیٰؑ، جان نوازی مسیحؑ سب اسی لئے تھے کہ یہ متاع ہائے گراں اور شاہنشاہ کونین ﷺ کے دربار میں کام آئیں گے۔

آج کی صبح وہی صبح جان نواز، وہی ساعت ہمایوں، وہی دور فرخ فال ہے۔ ارباب سیر اپنے محدود پیرایہ بیان میں لکھتے ہیں کہ آج کی رات ایوان کسریٰ کے 14 کنگرے گر گئے، آتش کدہ فارس بجھ گیا، دریائے سادہ خشک ہو گیا لیکن سچ یہ ہے کہ ایوان کسریٰ نہیں بلکہ شان عجم، شوکت روم، اوج چین کے قصر ہائے فلک بوس گر پڑے۔ آتش فارس نہیں بلکہ جحیم شر، آتش کدہ کفر، آذر کدہ گمراہی سرد ہو کر رہ گئے۔ صنم خانوں میں خاک اڑنے لگی، بتکدے خاک میں مل گئے، شیرازہ مجوسیت بکھر گیا، نصرانیت کے اوراق خزاں دیدہ ایک ایک کر کے جھڑ گئے۔

Marfat.com

توحید کا غلغلہ اٹھا، چمنستان سعادت میں بہار آ گئی۔ آفتاب ہدایت کی شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں، اخلاقِ انسانی کا آئینہ پرتو قدس سے چمک اٹھا۔

یعنی یتیم عبداللہ، جگر گوشہ آمنہ، شاہ حرم، حکمران عرب، فرمانروائے عالم، شہنشاہ کونین۔

شمسہ نہ مسند ہفت اختران
ختم رسل خاتم پیغمبران
احمدؐ مرسل کہ خرد خاک اوست
ہر دو جہان بستہ فتراک اوست
امی و گویا بہ زبان فصیح
از الف آدمؑ و میم مسیحؑ
رسم ترنج است کہ در روزگار
پیش دہد میوہ پس آرد بہار

عالم قدس سے عالم امکان میں تشریف لائے، عزت و اجلال ہوا۔

(ماخوذ سیرت النبیؐ)

Marfat.com

عید میلاد النبی ﷺ

فضلِ مجسم کی تشریف آوری کا دن

(مولانا ظفر علی خان)

''جس طرح شب تاریک کی ظلمت مہر عالم افروز کی آمد کا مژدہ اپنے اندر پنہاں رکھتی ہے، اسی طرح طغیان وعصیاں کی فراوانی اور فواحش ومعاصی کی کثرت دریائے رحمت الٰہی کے جوش میں آنے اور کسی ایسے نفس قدسی کے دنیا میں جلوہ گر ہونے کی بشارت دیتی ہے جو ایک اشارہ چشم وابرو سے عظیم الشان سلطنتوں کے تختے الٹ دیتا ہے۔ جس کی زبان حقیقت ترجمان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ کفر وطاغوت کی رگ گردن کے لئے تیر ونشتر کا حکم رکھتا ہے اور جو چشم زدن میں کارگاہ حیات کا نقشہ بدل دیتا ہے۔

ان ہادیان سر منزل معرفت کی بعثت کا سلسلہ ابتدائے آفرینش کے ساتھ جاری ہوا۔ خاکدان گیتی کا ہر گوشہ اور ہر چپہ ان شموس ہدایت کے نور سے سیر ہوا تا آنکہ ۵۷۱ء میں جب ابنائے آدم تذلل وسفل کی انتہائی گہرائیوں میں گر چکے تھے، جب خدا کے بندوں کی گردنیں اصنام واوثان کے سامنے سجدہ ریزی کرنے کے لئے وقف ہوگئی تھیں، جب حریت نفس اور آزادی کا ضمیر کا خاتمہ ہو چکا تھا، جب اللہ کے بندے فسق وفجور میں مبتلا ہو کر خدا کے احکام سے غافل ہو گئے تھے، جب انسانیت کبریٰ پر بہیمیت ونفسانیت پورے طور پر غالب آ گئی تھی اور جب اس خطہ عرب پر جہالت وضلالت کی تاریکی پورے طور سے مسلط ہو چکی تھی، دنیا کا وہ سب سے بڑا ہادی ﷺ اور سب سے برگزیدہ انسان ﷺ مبعوث ہوا، جس کی جبین تابناک سے

Marfat.com

نور حقیقت کی شعاعیں نکل رہی تھیں۔ جس کے جاہ وجلال کو دیکھ کر قیصر و کسریٰ کے تخت لرز گئے۔ جس کے فیضان کی اشعہ لامعہ نے ظلمت آباد ارضی کو بقعہ نور بنا دیا۔ جس کے سر منزل شہود پر قدم رکھتے ہی اسعباد و استعمار کی زنجیریں کٹ گئیں۔ تمیز رنگ و نسل مٹ گئی، انسانیت کا کھویا ہوا وقار قائم ہوا۔ مخلوق خداوندوں کی خداوندی کا خاتمہ ہوگیا اور جس نے چار سوئے گیتی میں یہ اعلان کردیا کہ شاہی و خسروی وجہ افتخار و امتیاز نہیں، بلکہ خدا کے نزدیک اسی کا رتبہ سب سے بلند ہے جو تقویٰ میں سب سے بڑا ہو۔ عام اس سے کہ وہ افریقہ کے کسی تپتے ہوئے صحرا کا حبشی ہو یا یورپ کے کسی برفانی خطہ کا سفید فام انسان۔ یہود اسے دیکھ کر بے ساختہ پکار اٹھے کہ ابراہیم و موسیٰ کی دعائیں متشکل ہوکر اس کی شکل میں جلوہ گر ہوئی ہیں۔ نصاریٰ نے کہا کہ حضرت عیسیٰ کی بشارت مجسم ہوکر سابکان مسالک شرک وضلالت کو سر منزل ہدایت و سعادت کی طرف راہنمائی کرنے کے لئے جلوہ گر ہوگئی، ایں دنیا جو صراط مستقیم کو چھوڑ کر پریشان ہو رہے تھے، اس کی طرف دوڑے۔ بندوں کو وہ عہد یاد آ گیا جو انہوں نے معبود حقیقی سے باندھا تھا اور دنیا کے در و بام اس نور متشکل کی روشنی سے جگمگا اٹھے۔

آج کا دن اسی فضل مجسم ﷺ کے دنیا میں آنے کا دن ہے، جس کی شان رحمۃ للعالمینی نے سپید و سیاہ اور اصغر و احمر کو اپنی آغوش میں پناہ دی۔ جس کی رافت و عطوفت کا ابر گہر تمام دنیا پر برسا اور جس کے نور ہدایت سے دنیا کا ہر چھوٹا اور بڑا رہتی دنیا تک فیض یاب ہوتا رہے گا۔

الذی ربت الیہ الشمس وانشق القمر

کان امیا ولکن عندہ ام الکتاب

والذی فی کفہ الکفار لما البصروا

کلم الحصباء قالوا انھا شینا عجاب

حضور پاک ﷺ نے فاران کی چوٹی پر کھڑے ہوکر ایک پیغام دیا۔ جن روحوں نے اس پیغام پر لبیک کہا، انہیں خلافت الہیہ عطا ہوئی۔ قیاصرو اکاسرہ کے تاج ان کے قدموں

Marfat.com

پر نثار ہوئے اور جب تک آفتاب عالمتاب مشرق سے طلوع ہو کر مغرب میں غروب ہوتا رہے گا، دنیا اس یتیم مکہ کے اس اعجاز کو نہ بھولے گی کہ اس نے شتر بانوں کو جہانبانی کے گر سکھائے کہ وہ دیکھتے ہی دیکھتے ربع مسکون پر چھا گئے اور مشرق و مغرب میں ان کے جھنڈے لہرانے لگے۔ خود امی ہونے کے باوجود اپنے متبعین کو علم و معرفت کے وہ رموز بتائے کہ وہ محفل علوم کے صدر کہلائے اور تمام دنیا نے ان کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا۔ تمیز آقا و بندہ اس طرح مٹائی اور مساوات کا ایسا بلند معیار قائم کیا جس کا مافوق متصور ہی نہیں۔ غلامی کی جڑیں اس طرح کاٹیں کہ جب تک حضور اکرم ﷺ کے حلقہ بگوش حضور اکرم ﷺ کی تعلیم پر عمل پیرا رہے، شجر غلامی دنیا میں سرسبز نہ ہو سکا''۔

☆ آج طول و عرض گیتی میں حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ کے میلاد کی مجالس قائم ہوں گی۔ حضور کے حلقہ بگوش جو دنیا کی غلامی سے نجات دلانے کے ضامن و کفیل تھے اور جو آج خود نا آشنائے آزادی ہیں اور جن کے دلوں پر آج خوف غیر اللہ مسلط ہے جا بجا جمع ہو کر مجالس میلاد منعقد کریں گے۔ لیکن انہیں سوچنا چاہئے کہ جب تک وہ حضور کی تعلیم پر عمل پیرا نہیں ہوتے، جب تک وہ حضور کے اسوہ حسنہ کو اپنا شعار نہیں بناتے، جب تک وہ اپنے دلوں کو طاغوتی طاقتوں کی گرفت سے نہیں چھڑاتے اور جب تک وہ ان مفاسد کے استیصال کے لئے اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کر نہیں اٹھ کھڑے ہوتے، جنہوں نے خدا کی سرزمین کو جہنم زار بنا دیا ہے، جب تک وہ شعائر دین کے احترام کو اپنا شعار نہیں بناتے، جب تک وہ **اعتصام بحبل اللہ** کا بھولا ہوا سبق دوبارہ ازبر نہیں کرتے اور جب تک وہ اپنے آپ کو حضور ﷺ کے سچے حلقہ بگوش اور جان نثار غلام ثابت نہیں کرتے، اس وقت تک عید میلاد پر ان کا خوشیاں منانا، جھوم جھوم کر مجالس و محافل میں نعتیہ اشعار گانا بے معنی ہے۔ اگر ان کے دل میں اپنے آقا و مولا کا حقیقی احترام ہے، اگر انہیں اپنے ہادی برحق سے قلبی تعلق ہے اور اگر انہیں ان ذمہ داریوں کا احساس ہے جو خدائے واحد کے پرستار اور اسلام کے علمبردار ہونے کی حیثیت میں رب کعبہ کی طرف سے ان پر

Marfat.com

عائد ہوتی ہیں تو انہیں عہد کر لینا چاہئے کہ وہ خدا اور سول کی رضا جوئی پر کسی انسان کی رضا جوئی کو ترجیح نہ دیں گے۔ان کا جو قدم اٹھے گا خدمت اسلام کے لئے اٹھے گا اور جس طرح ان کے آقا و مولا نے خالق کا پیغام مخلوق تک پہنچانے میں شدائد و مصائب سے منہ نہ موڑا۔اسی طرح وہ بھی اسلام کو سر بلند کرنے، تعلیمات اسلامی کو جہل آباد ارضی میں پھیلانے، خدا کے بندوں کی گردنیں فراعنہ عصر کے آستانوں سے ہٹا کر معبود حقیقی کے سامنے جھکانے اور انسان کو اس کے فطری اور پیدائشی حقوق کے دلانے میں وہ مخاطر و مہالک کو ہرگز خاطر میں نہ لائیں گے اور اپنے ضمیر کی آواز کو کسی قیمت پر نہ بیچیں گے۔

عید میلاد کی خوشیاں ان سعید روحوں کے لئے ہیں جو یہ عہد رب کعبہ کے ساتھ باندھیں اور اپنے حقیقت ناشناس بھائیوں سے اسی قسم کا عہد لیں ورنہ یوں تو عید میلاد وہ لوگ بھی منائیں گے جو اپنے دنیوی آقاؤں کی خوشنودی اور رضا جوئی پر شعائر اللہ کی حرمت تک کو قربان کر دینے میں مضائقہ نہیں سمجھتے اور جن کے نزدیک مسلمان کی تعریف یہ ہے کہ وہ ہر قسم کی ترقی کا سنگ راہ بنا رہے، وطنیت کے احساس سے اس کا دل خالی ہو اور اسباب تعبد کو تقویت پہنچانا اس کا مقصد حیات ہو۔

Marfat.com

میلاد النبی ﷺ

تاریخ کے تاریک چہرے کی روشنی

(صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی)

۱۲ ربیع الاول کو صرف ظہور قدسی نہیں ہوا بلکہ عالم نو طلوع ہوا۔ اس تاریخ کو حضور ﷺ نے جہان خاکی میں قدم رکھا اور تاریخ عالم نے نئے سفر کا آغاز کیا۔ اس روز ایک ماں نے سعادت مند بیٹے ہی کو جنم نہیں دیا بلکہ مادر گیتی نے ایک انقلاب کو جنم دیا۔ اس دن محض آمنہؓ کا گھر منور نہیں ہوا بلکہ تیرہ و تار خاکدان ہستی روشن ہوا، جس کے قدم رنجہ فرمانے سے زندگی پر شباب آ گیا اور صدیوں سے دیکھے جانے والے خواب کو تعبیر مل گئی۔ اس کی تاب رد سے شش جہت کائنات کو روشنی ملی اور اس کے حلقہ نور میں حیات منتشر کو آسودگی نصیب ہوئی۔

آپ کی تشریف آوری سے دنیا کو شرف انسانی کا حقیقی اندازہ ہوا، ورنہ اس سے پہلے حضرت انسان کو دوسری ہر چیز کی عظمت و سطوت کا احساس تھا لیکن وہ اپنی حرمت اور اپنے مقام سے بے خبر تھا۔ اسی بے خبری کے نتیجے میں وہ سورج، چاند اور ستاروں کی چمک سے مرعوب ہو کر انہیں معبود بنائے ہوئے تھا۔ پہاڑوں کی بلندی اور غاروں کی گہرائی سے متاثر ہو کر انہیں خدا کا درجہ دیئے ہوئے تھا۔ راجوں، مہاراجوں، نوابوں، سرداروں، شاہوں اور رہبانوں کی جلالت و حشمت سے مسحور ہو کر انہیں خدا کا اوتار مانے ہوئے تھا۔ انسان اتنا دبا ہوا تھا کہ ہر ابھرتی چیز کے سامنے جھک جاتا تھا۔ اتنا ڈرا ہوا تھا کہ ہر ڈراؤنی شے کی بندگی پر آمادہ ہو جاتا تھا۔ اتنا سہا ہوا تھا کہ ہر ایک کا زور اس پر چلتا تھا۔ اتنا سمٹا ہوا تھا کہ اسے اپنی وسعت کا ادراک ہی نہ ہو سکا۔ اتنا مبہوت تھا کہ جن بھوت اس کے سجدوں کے حقدار قرار پائے۔ اتنا گھٹا ہوا تھا کہ اس بیکراں

Marfat.com

کائنات میں سانس لیتے ڈرتا تھا اور اتنا جکڑا ہوا تھا کہ ہر نئی زنجیر کو اپنے لئے تقدیر سمجھتا تھا۔

حضور ﷺ نے آ کر اسے بتایا کہ تیری حرمت کعبے سے افضل ہے، تیری ذات راز الٰہی ہے، تیری تخلیق صرف ''کن'' سے نہیں خاص دست قدرت سے ہوئی ہے۔ تو امانت الٰہی کا حامل ہے، تجھے ارادہ واختیار کا وصف عطا کیا گیا ہے۔ اپنے ذرہ ہستی میں صحرا ہے اور قطرہ وجود میں قلزم ہے۔ حضور ﷺ کی اس تعلیم اور خود آ گہی کے اس درس کا یہ نتیجہ نکلا کہ جو انسان پہلے مٹی کے مادھو (بت) کے سامنے سمٹا ہوا ہوتا تھا، آج اس کی ہیبت سے پہاڑ سمٹ کر رائی بنے ہوئے ہیں جو انسان مورتیوں، بھوت پریتوں اور واہموں کے خوف سے نیم جان تھا، اب صحرا اور دریا اس کی ٹھوکر سے دونیم ہوئے جا رہے ہیں، جو انسان دیوی دیوتا کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑا رہتا تھا، آج وہ 'یزداں بکمند آور'' کا نعرہ مستانہ لگاتا نظر آتا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ کائنات کا اعتبار ہو کہ انسانیت کا وقار، یہ سب کچھ صاحب لولاک ﷺ کے دم قدم سے ہے۔

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم نہ ہو
چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے نہ ہو خم بھی نہ ہو
بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو، تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

آپ کی ولادت باسعادت اور بعثت باکرامت سے پہلے، یہی معمورہ ہستی جہان خراب کا منظر پیش کر رہا تھا۔ یونان اپنی عظیم الشان تہذیب کے کھنڈر پر یکہ وتنہا کھڑا آنسو بہا رہا تھا اور اہل یونان اس کھنڈر تلے دبے ہوئے کراہ رہے تھے۔ یونانی حکماء نے اپنے فلسفہ کے زور پر ہر مسئلہ حل کرنا چاہا۔ اس دور کا یونان فلسفیوں سے بھرا پڑا تھا۔ یہ ارشمیدس، یہ اقلیدس، یہ بطلیموس، یہ سقراط اور بقراط، یہ ارسطو اور افلاطون ۔۔۔ جس طرف نگاہ اٹھتی، فلسفیوں کی قطار بندھی نظر آتی مگر

Marfat.com

بات پھر وہی ہے جو حکیم الامت اقبالؒ نے کہی ہے۔

اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ہوا
آج تک فیصلہ نفع و ضرر کر نہ سکا

یونان کی چمکتی دمکتی اکیڈمیوں نے اندھیرا اور گہرا کر دیا۔ یہ دنیا منور ہوئی تو غار حرا کے گوشے سے طلوع ہونے والے آفتاب سے ہوئی۔

رومۃ الکبریٰ کے قیصر اور فارس کے کسریٰ بھی انسانیت کی پیٹھ پر بوجھ ہی رہے۔ اگر کسی نے آ کر انسان کو سبکدوش کیا تو آغوش آمنہؓ کے پروردہ نے کیا۔ یہ فغفور و خاقان انسانیت کے لئے نادان ثابت ہوئے۔ دنیا کو امان ملی تو پیغمبر ﷺ کے گوشہ داماں میں نصیب ہوئی۔ شاہی قباوعبا، انسانی آبادی کیلئے وبا نکلی۔ وہ کالی کملی تھی، جو گرفتاران بلا کے لئے نسخہ شفا بنی۔ بادشاہوں کی وسیع سلطنتیں اپنے باشندوں کے لئے سخت اور تنگ شکنجے تھے جب کہ یتیم مکہ کی چھوٹی سی کوٹھڑی دنیا بھر کے مظلوموں کے لئے اپنے اندر افلاک کی وسعتیں رکھتی تھی۔ حبش سے آنے والے، روم سے آنے والے، فارس سے آنے والے اور نجد سے آنے والے آتے گئے اور سماتے گئے۔ ارقم کے چھوٹے سے گھر میں بحر و بر سمٹ گئے۔

1991ء کی بات ہے برطانیہ کے شہر ہیلی فیکس میں میلاد النبی ﷺ کے سلسلے میں ایک جلوس کے اختتام پر ایک بہت بڑا اجتماع منعقد ہوا، رجال دین اور ارباب دانش نے اپنے اپنے انداز میں حضور ﷺ کی سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو کی۔ اس موقع پر ایک حبشی نژاد کالے مسلمان نے انگریزی میں ایک آزاد نعتیہ نظم پیش کی۔ وہ نعت کیا تھی، ذوق و وجدان کی ایک پوری کائنات تھی، اس نعت کے محض الفاظ و حروف ہی مرصع نہیں تھے بلکہ بذات خود انقلاب فکر و خیال کا مرقع تھی اور متن تو روح پرور تھا ہی مفہوم بھی دلکش اور دل نشین تھا، انگریزوں کی اچھی خاصی تعداد بھی اس اجتماع میں موجود تھی، اس نظم کا مفہوم کچھ یوں تھا۔

”زمین و آسمان کے خالق نے انسان کو پیدا کیا۔۔۔ اس کا مقدر بھی لکھ دیا۔۔ دولت مند

Marfat.com

کو آسودگی ملی اور غریب کو فاقہ مستی۔۔۔ایک میں تھا۔۔کہ خالق نے مجھے سیاہ رنگت دے دی۔۔۔ دنیا کے کسی خطے نے مجھے گوارا نہ کیا۔۔۔گورے نے مجھے بیڑیاں ڈال دیں۔۔۔اور نفرت سے کہا تم کالے ہو۔۔۔تم غلام ابن غلام ہو۔۔۔میرے مویشی چراؤ۔۔میری زمینوں پر ہل چلاؤ۔۔۔کہ تم محکوم اور غلام ہو۔۔۔میں نسل در نسل پستا رہا۔۔۔پھر اچانک عرب کے صحرا سے۔۔۔خطہ بے آب و گیاہ سے۔۔۔ایک پیکر رحمت اٹھا۔۔۔اس نے ہاتھ پھیلا کر مجھے بلایا اور کہا۔۔۔میری جانب بڑھو۔۔۔میں تمہاری زنجیریں توڑنے والا ہوں۔۔۔تمہیں مبارک ہو کہ آج کے بعد۔۔۔کسی گورے کو تم پر کوئی فضیلت نہ ہوگی وہ کون تھا؟۔۔۔جس نے مجھے آغوش رحمت میں لے لیا۔۔۔ محمد۔۔۔بلال حبشیؓ کا آقا۔۔۔محمد ﷺ"

اس نظم کا مفہوم ذہن میں رکھ کر اس وقت کی دنیا کا نقشہ آنکھوں کے سامنے لائیے تو ساری بات سمجھ میں آ جائے گی۔

آج ساری دنیا میں سیاسی و معاشی آزادی کا چرچا ہے اصل مسئلہ تو۔۔۔انسان کی آزادی۔۔۔کا ہے جو ہنوز حل طلب ہے، گذشتہ پندرہ صدیوں کے دوران بڑے بڑے انقلابات رونما ہوئے روسو کا "سوشل کنٹریکٹ" بھی آیا، انقلاب فرانس بھی برپا ہوا، امریکہ بھی دریافت ہوا، "داس کیپٹل" بھی لکھی گئی، روس میں نیا نظام آ کر ٹوٹ پھوٹ بھی گیا ولندیزی فرانسیسی اور برطانوی استعمار پسپا بھی ہوا، دنیا نے دو عظیم جنگوں سے گزر کر نیا جنم بھی پایا، حقوق انسانی کا چارٹر بھی مرتب ہوا اور اقوام متحدہ بھی تشکیل پائی، ان سارے انقلابات کے نتیجے میں کیا حضرت انسان کی کایا کلپ بھی ہوئی؟ ہمارا جواب ہے کہ نہیں، مشرق و مغرب کے فاصلے آج بھی برقرار ہیں بلکہ بڑھ رہے ہیں، گوروں نے سیاہ فاموں کو اپنے ہم پلہ آج بھی تسلیم نہیں کیا "عوام کی حکومت عوام کے لئے اور عوام کے ذریعے کا نعرہ دنیا کے کسی بھی خطے میں اپنے حقیقی مفہوم کے ساتھ پیکر عمل میں نہیں ڈھل سکا، اشرافیہ آج بھی بالا دست اور کروڑوں انسان ان کے دست نگر ہیں۔

آج ہر آن پھیلتی ہوئی کائنات میں پھر سے تنگی کا احساس ہونے لگا ہے۔سائنس کی

Marfat.com

بے کرانی میں دم گھٹنے لگا ہے۔ سیٹلائٹ، مریخ و مشتری کو گرفتار کرنے کے مشن پر ہیں مگر بدقسمت انسان ہوائے نفس کا اسیر ہو رہا ہے۔ نیو ورلڈ آرڈر کے پردے میں قبائے انسانی چاک ہوتی نظر آ رہی ہے۔ ''انٹرنیشنل ویلیوز'' کے چکر میں انسان اپنی رہی سہی قدر کھو رہا ہے۔ مولانا احمد رضا خان بریلویؒ نے بڑی خوبصورت بات کی ہے۔

ٹھوکریں کھاتے پھرو گے، ان کے در پر پڑ رہو
قافلہ تو اے رضا اول گیا، آخر گیا

واقعہ یہ ہے کہ آج کا ''بوعلی'' غبار ناقہ میں گم ہو کر رہ گیا ہے۔ کوئی ''مجنوں'' ڈھونڈا جائے جو ''محمل لیلیٰ'' کو پا سکے۔ یہ مجنوں یورپ کی دانش گاہوں میں نہیں ملیں گے۔ غبار رہ حجاز کو آنکھوں کا سرمہ بنا کر دیکھا جائے تو شاید کہیں مجنوں نظر آ جائیں۔ وہ کون سا نظام ہے جو دنیا نے آزما کر نہیں دیکھا اور وہ کون سا طرز حیات ہے جو اہل دنیا نے اپنا کر نہیں دیکھا مگر حاصل کیا ہے؟ انسانیت کی بے قدری، ایک دوسرے سے بیگانگی، تری، خشکی اور محض برہمی۔ انسانی دنیا اگر فی الواقع خلوص دل سے چاہتی ہے کہ وہ مزید ٹھوکروں سے بچ جائے تو اس کا واحد حل یہی ہے کہ وہ اپنا بستر اس گلی میں لگا دے، جس کوچے کا ہر گدا، شکوہ قیصری رکھتا ہے۔ اس گلی کے پھیرے لگانے والے اپنے سر میں سکندر کا سودا سمائے رکھتے ہیں۔ یہ بند اور اندھی گلی نہیں، اس کا ایک سرا دنیا اور دوسرا عقبیٰ ہے۔ دربار شہی میں وہ عزت نہیں ملتی، جس قدر اس گلی میں عزت نفس کا احساس نصیب ہوتا ہے کیونکہ حضور انسانیت کی آبرو بڑھانے تشریف لائے تھے۔ جو آبرو حضرت انسان کو ملی، وہ بھی ان کے کرم سے ملی اور جو آبرو آج بھی ملے گی، ان کے دم سے ملے گی۔ غالب نے تو کہا تھا:

''جس کو ہو جان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں''

یہ تو غالب کے عشرہ طراز معشوق کا شیوہ تھا مگر محبوب خداؐ کا عالم تو یہ ہے کہ

''جس کو ہو جان و دل عزیز۔۔۔ اس گلی سے جائے کیوں''

''میں'' اور ''سے'' کے فرق کو اہل نظر خوب جانتے ہیں''۔

Marfat.com

جشنِ آمدِ رسول ﷺ

کیوں اور کیسے منائیں؟

(علی اکبر قادری الازہری)

مسجدِ نبوی ﷺ کی تعمیر کا ابتدائی دور تھا۔ دربارِ رسالت مآب ﷺ کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی چھت کے نیچے لگا کرتا تھا۔ خوش قسمت جاں نثار صحابہؓ مٹی گارے کے فرش پر بیٹھ کر اپنے پیارے آقا کی میٹھی میٹھی باتیں سنتے اور ہمہ وقت قلب ونظر کو محبوب خدا ﷺ کے جلوؤں میں محور کھنے کی لازوال سعادت سمیٹتے رہتے۔

حضور ﷺ کی موجودگی نے پورے ماحول کو کس قدر پر کیف بنا دیا؟ اس کا اندازہ لگانے کیلئے تو ہمارے پاس پیمانہ نہیں البتہ یہ مسلم ہے کہ اس کچی مسجد اور سادہ ماحول پر جنت کی بہاریں اور عرشِ الٰہی رشک کناں تھے۔ مسجد کے احاطے میں قبلہ کی سمت عین صف کے درمیان کھجور کا درخت تھا۔ آنحضرت ﷺ خطبہ ارشاد فرماتے تو اس کے ساتھ پشت مبارک لگا کر بعض اوقات سہارا لے لیتے۔ کچھ دنوں بعد جب لکڑی کا منبر تیار ہو گیا اور خطبہ جمعہ دینے کیلئے حضور ﷺ اس پر جلوہ افروز ہونے لگے تو صحابہؓ نے حیرت انگیز منظر دیکھا۔ یہ منظر تاریخِ بشریت کا نہ صرف اہم واقعہ ہے بلکہ دنیائے محبت وعشق کی ایک انوکھی داستان بھی ہے جس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔ روایت اور سند کے اعتبار سے بھی بہت ثقہ اور ناقابل تردید ہے کیونکہ بخاری سمیت احادیث کی دیگر مستند کتب نے تواتر کے ساتھ اسے بیان کیا ہے۔ ہوا یوں نیا منبر بننے پر جب حضور ﷺ نے اس تنے کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ دینے کی بجائے منبر پر بیٹھ کر خطبہ دینا شروع کیا تو اس خشک تنے سے صدمہ ہجر گوارا نہ ہو سکا اور اس نے ایک صاحبِ عقل وخرد انسان کی طرح زار وقطار رونا شروع کر

Marfat.com

دیا۔ رحمۃ للعالمین ﷺ منبر سے اتر آئے۔ اسے بغل میں لیا' اس پر اپنا دست شفقت پھیرا اور وہ تنا بچوں کی طرح سسکیاں لیتا ہوا خاموش ہو گیا۔ بعدازاں حضور ﷺ نے اس کی خواہش پر اسے دار البقاء سے نواز اور زمین میں دفن کر دیا۔

ہاں ۔۔۔۔۔ یہ ہیں ہمارے وہ مدنی تاجدار ﷺ جن کا جشنِ ولادت ہم ہر سال عقیدت و محبت اور جوش و جذبہ سے مناتے ہیں۔ اس لیے کہ ہم ان کے نام لیوا امتی ہیں اور ان کی غلامی اور اتباع کا دم بھرتے ہیں۔ ان کے لائے ہوئے دین کی عظمتوں کو دل سے تسلیم کرتے ہیں اور ان کے درِ اقدس سے ملنے والی ایمان و عمل کی روشنی کو نورِ سرمدی سمجھتے ہیں۔ اس تعلقِ غلامی کا ادنیٰ تقاضا یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اس احسانِ عظیم پر سراپا تشکر و امتنان بن جائیں' یہ خوشی میلاد النبی ﷺ کے ایک دن کیلئے نہیں زندگی کی ہر سانس بھی ان کے نام کر دیں تو بھی حقِ غلامی ادا نہیں ہو سکتا!

حضراتِ محترم! آپ نے کھجور کے خشک تنے کے متعلق تو سن ہی لیا ہے اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ نباتات و جمادات میں احساس و ادراک کی صفت نہیں ہوتی لیکن حضور ﷺ سے تعلق کتنی بڑی حیران کن طاقت (Force) ہے کہ اس نے خشک تنے کو ہوش و خرد اور احساس و ادراک ہی نہیں محبت و عشق کے جذبے سے بھی نواز دیا اور ایک طرف ہم ہیں کہ تمام تر قلبی ذہنی اور حسی صلاحیتیں رکھتے ہوئے بھی بے حس' بے کیف اور محروم ہیں۔ کیا ہم ان پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہو گئے ہیں جو قربتِ مصطفیٰ سے فیض پا کر حیات جاوید کے مستحق ٹھہرے' مگر ہم تو حضور ﷺ کے ماننے والے آپ پر ایمان کے دعویدار اور آپ کی اطاعت و اتباع کا دم بھرنے والے ہیں۔ آج کیوں ہم اپنے رب تعالیٰ سے اپنے رسول ﷺ سے اور اپنی عاقبت سے بے خبر ہیں۔ ہمارے سینوں کے اندر دل دھڑکتے ضرور ہیں لیکن ان دھڑکنوں میں فانی دنیا کی محبتیں رچ بس گئی ہیں۔ دل کی تختیاں غفلت اور شامتِ اعمال سے سیاہ ہو چکی ہیں۔ یہی سیاہی ہماری بے چینی اور اضطراب کا سبب ہے۔ نہ ہمیں اپنے گھر میں سکون' نہ ہمارے معاشرے امن کے امین' نہ ملکی اور قومی سطح پر استحکام اور نہ اقوام عالم میں ہمارا کوئی وقار۔ جو نبی شجر' حجر' چرند' پرند سب کے لئے رحمت

Marfat.com

بن کر آئے ان کی مسندِ علم وعظ پر بیٹھنے والوں سے آج انسان بھی خائف ہیں۔ یہ قتل وغارت گری، مار دھاڑ اور خون خرابے اسی رسولِ رحمت ﷺ کے ماننے والوں کے ہاتھوں ہو رہے ہیں۔ دنیا میں امن تقسیم کرنے والوں کی پیشانی پر آج دہشت گردی کا بدنما داغ لگ چکا ہے۔

یوم میلاد تو انسانیت کیلئے یومِ نجات تھا۔ ظلم و جبر سے نجات، شیطانی حربوں اور جھوٹی خدائی سے نجات، ناانصافی سے جھوٹ فریب اور تمام غیر عادلانہ رویوں اور غیر انسانی اعمال وافکار سے نجات۔ لیکن اس امت کو کیا ہوا کہ اس نجات دہندہ پیغمبر انسانیت ﷺ کے واضح احکامات، آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ آپ کی پاکیزہ تعلیمات اور بے مثل قیادت کے باوجود زمانے بھر کے دکھ درد اور غم و آلام اس کا مقدر ہیں۔ مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی امتِ مسلمہ زخموں سے چور چور ہے۔ کہیں کشمیر کا نصف صدی سے رستا ہوا زخم، کہیں قبلہ اول اور فلسطین کا زخم، کہیں چیچنیا میں بے گناہ مسلمانوں کے بے دریغ قتل کا زخم، کہیں عراق، ایران اور کویت کی باہمی جنگوں سے برباد ہونے والے خونِ مسلم اور اسلامی سرمائے کے ضیاع کا زخم، کہیں افغانستان کی خانہ جنگی کا زخم، جو ایک سے ایک بڑھ کر اس کے وجود کیلئے خطرناک ہیں مگر المیہ یہ ہے کہ ہم ان زخموں کا علاج طبیب حقیقی کی بارگاہ شافی میں کروانے کی بجائے انہی اغیار کے نشتر خانوں میں کرواتے ہیں۔ یہ امت اپنے آقا محسن انسانیت ﷺ کے دامن سے وابستگی کی بجائے اغیار کے ہاتھوں میں کھلونا بنی ہوئی ہے۔ جشن میلاد النبی ﷺ منانے والے خوش بخت مسلمانو! یہ جشنِ مسرت تمہیں مبارک ہو لیکن حضور ﷺ کے مقصدِ بعثت کیلئے تن من دھن قربان کرنے کا عزم جب تک نہیں کرو گے حضور ﷺ کے ساتھ محبت کا حق ادا نہیں ہوگا۔ (جولائی ۱۹۹۷ء)

Marfat.com

خوشی ہے آمنہ کے لال کے تشریف لانے کی

(علامہ راشد الخیری)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ظہور

دنیا جب مظالم نے عقل و ہوش چکرا دیئے تو فرشتوں کی نظریں جو دعائے ابراہیمی کو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھیں سجدہ میں گریں اور التجا و رحم کی صداؤں سے آسمانی دنیا گونج اٹھی، اس انسان کی دعا جس نے کلیجے کے ٹکڑے پر چھری پھیر کر عالم میں تہلکہ مچا دیا۔ جس کی قربانی نے اس کو خلیل بنا دیا، نورانی لباس میں عرش اعظم پر خدائی کو جگمگا رہی تھی۔ قبولیت کا غلغلہ بلند ہو چکا تھا اور آسمانی روحیں جانتی تھیں کہ کائنات ساوی کی یہ محبوب ترین شے ہمارے پاس چند روز مہمان ہے۔ آسمان و زمین کو پیدا کرنے والی ازلی وابدی طاقت جو جلوہ ربانی کے نام سے مشہور ہے، ہر روز اپنے خلیل کی دعا کو اپنے نامعلوم ہاتھ سے سنوارتی اور صحیح دماغوں کو دکھاتی کہ خدائی طاقت کا یہ بے مثل تحفہ ہئیت انسانی میں رونما ہوگا تو دنیا کو بتا دے گا کہ انسان کی پیدائش کا مقصود کیا ہے۔ زندگی کی ہر شاخ اعمال کے تر و تازہ پھولوں کو بوسہ دے گی۔

صداقت دشمنوں کو قدموں میں گرائے گی، خلوص کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بجے گا۔ پاک زندگی کے زریں کارنامے دنیا کے واسطے سبق ہوں گے، فضائے حیات اس مقدس نام کو سر آنکھوں پر رکھے گی، عقل سلیم اس کے سامنے خم ہوگی، زمین کے مظلوم قیدی جن پر آسمانی طاقت حکومت کر رہی ہے اس کی بدولت ظلم وستم سے رہائی پائیں گے اور اس کے مبارک ہاتھ قصر حیات کی ایسی بنیاد رکھیں گے جن پر استقلال و استحکام قربان ہوگا اور بقائے دوام کے سدا بہار پھول نثار ہوں گے۔

Marfat.com

مظلوموں کی خاموش آہیں اور بے کسوں کے زبردست نالے عرش عظیم سے ٹکرا رہے تھے، ملائکہ کی التجا آنسوؤں کے ساتھ جلوہ ایزدی میں حاضر ہوئی اور وہ مبارک ساعت قریب آئی جب ابراہیم خلیل اللہ کی اس دعا کا پردۂ دنیا پر ظہور ہوا۔

ربنا وابعث فیھم رسولا فھم. (البقرہ: ۱۲۹)

''الٰہی ان ہی میں سے ایک رسول پیدا کر دے''۔

بارگاہ خداوندی کا حکم ہوتے ہی دعائے ابراہیمی کے زمین پر جانے کی تیاریاں شروع ہوئیں، فرشتوں نے قطار در قطار اس التجا کو رو رو کر وداع کیا اور جب وہ لمحہ آ گیا کہ خدا کے مقدس فرشتے ابراہیمی دعا کو دنیوی قانون کا لباس پہنا دیں تو ملائکہ کی فوج اس نور کو کلیجے سے لگائے خلیل کی دعا کو اس طرح دہراتی ہوئی دنیا کی طرف چلی۔

''الٰہی ان ہی میں سے ایک رسول پیدا کر جو ان کو تیری طرف بلائے''۔

مخلوق سماوی کے سروں پر گو فراق کی مصیبت سوار تھی، دل خون کے آنسو رو رہا تھا، مگر دنیا کی زار و قطار لڑیوں میں اس کے سوا کوئی آواز نہ تھی۔

''الٰہی ان ہی میں سے ایک رسول پیدا کر دے''۔

زمین اپنے دورے پورے کر رہی ہے اور آسمان بدستور چکر لگا رہا ہے، وقت اڑ رہا ہے اور خلیل اللہ کی دعا انسانی ہستیوں میں تبدیل ہوتی ہوئی منزل مقصود کی طرف بڑھ رہی ہے۔ دنیا کی اخلاقی بربادی روز بروز لحہ بہ لحہ ترقی پر ہے، کمزوروں کے نالوں اور مظلوموں کی فریاد نے آسمان سر پر اٹھا رکھا ہے، شراب، جوا، قتل اور خون، دغا اور مکر غرض نفس کی پتلیاں انسانی قلوب پر کھیل رہی ہیں۔ عدل و کرم ایمان و ایثار کا کوسوں پتہ نہیں اور وقت وہ ہے جس کی انسانیت۔۔۔ حیوانیت کو مات کر رہی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا خاندان

مکہ کا قریشی خاندان زندگی کی منزلیں سرگرمی سے طے کر رہا ہے اور آج اس خاندان

Marfat.com

کی باگ ایک شخص ہاشم کے ہاتھ میں ہے یہ کعبہ کا متولی اور حج کے موقع پر عمر کا کچھ حصہ ان پردیسی مہمانوں کی خدمت میں صرف کرتا ہے جو دور دور سے کعبۃ اللہ کی زیارت کو آتے ہیں، نفسانیت نے ہاشم کے بھائی امیہ کو انگاروں پر لٹا دیا ہے، رشک و حسد کی آگ سے کلیجہ بھنا اور کھلم کھلا بغاوت شروع کر دی۔ امیہ اور ہاشم دونوں جڑواں بھائی ہیں، ان کے باپ عبد مناف نے ان کو تلوار سے جدا کیا تھا اور اندیشہ تھا کہ دونوں میں سے ایک یا دونوں ہی مر جائیں گے، مگر دونوں زندہ رہے، جوان ہوئے اور ایسی لڑائیاں ٹھنیں کہ ایک دوسرے کے جانی دشمن ہو گئے۔ آخر ادھر ادھر کے چند آدمیوں نے مل کر فیصلہ کیا، ہاشم بدستور کعبہ کے متولی رہے اور امیہ کو دیس نکالا ملا۔

اس ایک طاقت کے سوا جو اپنی قدرت کے تماشے دیکھ اور دکھا رہی ہے، کسی کو علم نہ تھا کہ ابراہیم کی دعا اسباب ظاہری کی منزل میں ہے۔ توریت، زبور، انجیل اور وہ مقدس صحیفے جو خدائی پیام سمجھی جاتی ہیں۔ موسیٰ، داؤد، عیسیٰ کے پاک دل جب اپنی کوششوں میں پوری طرح کامیاب نہ ہونے اور انسانی اعمال نے مایوس کر دیا تو خدا کے حضور میں جھک کر وہی الفاظ زبان پر لائے اور التجائے ابراہیمی سے ہم نوا ہوئے۔ مگر زندہ دنیا کا ہر گوشہ ہر انسان اور کائنات کی روح اور ہر شے بے خبر تھی کہ قدرت اعمال انسانی کی چودھویں رات کا چاند جو اس دنیا کو جگمگا دے گا اور سرزمین عرب کی وہ قندیل جو ایک عالم کو منور کر دے گی اور چمنستان حجاز کا وہ پھول جہان کو مہکا دے گا، کہاں ہے، کس گھر میں ہے اور کس انسان میں ہے۔؟

عبد مناف کے بیٹے ہاشم (جو خانہ خدا کی خدمت اور حجاج کی مہمان نوازی میں مصروف تھا) کے فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی کہ قدرت میری زندگی سے کام لینے والی ہے اور جھوٹے بتوں کے سچے خدا نے میرے سپرد کون سی خدمت کی ہے۔ میں اس امانت کا بار اٹھا رہا ہوں جو وراثتاً باپ دادے سے میرے جسد خاکی میں نشو و نما پا رہی ہے۔

عبدالمطلب کی پیدائش

خانہ کعبہ کے متولی ہاشم کا نکاح سلمیٰ سے ہو چکا تھا اور اس واسطے کہ نکاح کی پہلی شرط یہ

Marfat.com

تھی کہ پہلوٹی کا زچہ خانہ لڑکی کے میکے میں ہو، سلمیٰ مکہ سے مدینہ آ گئی اور اس کے پیٹ سے وہ بچہ پیدا ہو گیا جو دنیا میں عبدالمطلب کے نام سے مشہور ہوا، مگر ہاشم اپنے بچے کی بہار نہ دیکھ سکے اور ایک موقعہ پر حالت سفر میں بیت المقدس سے تھوڑی دور مقام عزا پر بچہ یتیم اور بیوی کو بیوہ چھوڑ کر سفر آخرت اختیار کیا اور اس طرح عبدالمطلب کی پرورش ننھیال میں ہونے لگی۔

قانون قدرت کے موافق دنیا اور اس کے بسنے والے آج بھی مستقبل سے بے خبر ہیں عبدالمطلب کو معلوم نہیں تھا کہ اس کی زندگی ایک دریا کا سر چشمہ ہوگی۔ جس کی موجیں عالم کو سیراب کر دیں گی، عرب کی تپتی ہوئی سرزمین جہاں کوسوں پانی کا پتہ نہیں لالہ زار ہوگی اور اس کی گود سے ایک ایسا بچہ پیدا ہوگا جس کی شمع حیات پر کائنات پروانہ وار نثار ہوگی، انسانیت کے نام پر قربان ہوگی اور ملائکہ اس کے نام پر درود پڑھیں گے۔

دعائے ابراہیم سینہ بہ سینہ بدلتی ہوئی نام باپ اور ماں کا
دکھاتی ہوئی قدرت حق کا جلوہ بتاتی ہوئی راز کھوٹے، کھرے کا
خدائی کے قانون میں آ رہی تھی!
سوئے آمنہؓ اب چلی جا رہی تھی!

عبدالمطلب کی شادی اور بیٹے کی قربانی

جب عبدالمطلب کی عمر نے نورانی چہرہ پر جوانی کا تاج رکھا اور لڑکپن کی امنگیں ختم ہوئیں تو دستور کے مطابق ان کی شادی کے پیام آنے لگے اور نکاح ہو گیا، کعبۃ اللہ کی خدمت اور مزاج کی صلاحیت ان کی غیر معمولی شہرت کا سبب ہوئی، کئی بچوں کی پیدائش کے بعد انہوں نے منت مانی کہ میرے ہاں اگر دس لڑکے پیدا ہوئے اور میری آنکھوں نے ان کی جوانی کی بہار دیکھ لی تو اپنے دادا ابراہیم علیہ السلام کی سنت ایک لڑکے کو خدا کے نام پر قربان کر کے ادا کروں گا۔

ان کے سب سے چھوٹے بیٹے اور سب سے پیارے بیٹے کا نام عبداللہ تھا، قربانی کا منشا پورا کرنے کے واسطے باپ نے اپنے چہیتے بیٹے کو چھانٹا اور شفقت پدری کے آنسوؤں میں

Marfat.com

جب ماں کی ممتا آواز کو روک رہی تھی اپنا خیال لڑکے پر ظاہر کیا، عبداللہ کی رگوں میں اس اسماعیل کا خون دوڑ رہا تھا، جس نے خدا کی راہ میں چھری کے سامنے گردن رکھ کر قربانی کی ایک مثال پیش کی جس کی یادگار آج تک مسلمانوں میں عیدالاضحیٰ کے موقع پر منائی جا رہی ہے۔ باپ کا حکم سنتے ہی بیٹے نے گردن جھکا دی اور کہا بسم اللہ اس سے زیادہ اور کیا خوشی ہو سکتی ہے کہ آپ کے حکم کی تعمیل ہو اور یہ فانی زندگی خدا کے واسطے قربان ہو جائے۔ عبدالمطلب نے اپنے بیٹے کے الفاظ سنتے ہی اسے کلیجہ سے لگا لیا آبدار تلوار ہاتھ میں لی اور عبداللہ کو لے کر ذبح کرنے چل نکلے۔

دنیا پر راج کرنے والی آسمانی حکومت باپ بیٹے کا یہ معاملہ دیکھ رہی تھی، زمین مسکرا رہی تھی اور آسمان قہقہے لگا رہا تھا کہ زندگی سے بے خبر انسان کیا کر رہا ہے، عبدالمطلب کو خبر نہیں کہ جس بیٹے کو قربان کر رہا ہوں موت اس کی خود حفاظت کرے گی۔ یہ زندہ رہے گا اور اس بچہ کا باپ ہوگا جس کے مبارک ہاتھ قیصر و کسریٰ کی حکومت کا خاتمہ کریں گے، اس کی مقدس زندگی دنیا سے شرک و بت پرستی مٹائے گی، عرب کی نخوت اس کے دربار میں سرنگوں ہوگی اور دنیا کا ظلم اس کی سرکار میں رحم سے بدلے گا۔

وقت آ گیا کہ زمین کعبہ عبدالمطلب کے لڑکے اور خاتم النبیین ﷺ کے باپ عبداللہ کا خون اپنی گود میں لے۔ حسین و جمیل لڑکا زمین پر چت لیٹا ہوا ہے اور باپ نے اس کی گردن پر تلوار رکھ دی دفعتہً قریش کا جم غفیر چیختا اور چلاتا نمودار ہوا اور کہا۔

''عبدالمطلب اگر تو نے عبداللہ کو ذبح کر دیا تو تیری یہ قربانی قریش میں فرض ہو جائے گی اور ہر باپ کو اس پر عمل کرنا ہوگا، تو خانہ کعبہ کا متولی ہے، یہ تیرا عمل سند ہوگا اور ہم اپنے بچوں میں ایک ایسی رسم چھوڑ کر مریں گے جو انتہائی ظلم ہوگا تو اپنی منت کو اونٹوں سے بدل کر وعدہ پورا کر اور ہم کو اس رسم سے نجات دلا''۔

عزیزوں کے یہ الفاظ سن کر عبدالمطلب اٹھ کھڑے ہوئے اور دو سو اونٹ بچے کے بدلے قربان کر دیئے۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ کی شادی

جب عبداللہ کی معصومیت شباب سے بدلی اور قریش کو معلوم ہوا کہ وہ حسن صورت اور سیرت کے اعتبار سے عربستان کی ناک ہے تو لڑکیاں اور ان کے والدین شادی کے آرزومند ہوئے، ان کا کوئی خاندان ایسا نہ ہوگا جس کی خواہش یہ نہ ہو کہ اپنی لڑکی عبداللہ کے نکاح میں دے مگر عبداللہ کی زبان پر قدرت نے اس وقت تک مہر رکھی جب تک عبد مناف کے لڑکے وہب کی بیٹی آمنہؓ کا پیام نہ آیا۔ بی بی آمنہؓ کی بابت مشہور تھا کہ وہ سنجیدہ، خاموش اور قانع لڑکی ہیں۔ ہر حال میں راضی اور ہر دکھ میں شکر ادا کرتی ہیں۔ عبداللہ کی رضامندی پر ان کا نکاح وہب کی لڑکی آمنہ سے ہو گیا اور دونوں میاں بیوی ''یثرب'' میں رہنے سہنے لگے، برگزیدہ انسانوں کی خاموش التجا مستقبل سے بے خبر اور کھلے ہوئے الفاظ کا نتیجہ پردہ اخفا میں تھا۔ دنیا والی مخلوق لاعلم تھی کہ وہ انسان جس نے دہکتی ہوئی آگ میں کھلتے ہوئے پھول دیکھے، فانی بستی سے کس طرح رخصت ہوا اور اس کی دعا قبولیت کے کس حصے میں ہے۔ موسیٰ کا شوق دل میں رہا۔ داؤد کا ارمان پورا نہ ہوا اور عیسیٰ نے اپنی آرزو کے پورا ہونے کا وقت نہ دیکھا مگر ابراہیم کی تخم ریزی کو ان خواہشوں نے پانی دیا، وقت آ رہا تھا کہ نبیوں اور پیغمبروں، فرشتوں اور انسانوں کی امیدوں کا لہلہاتا ہوا پھول دنیا میں ظہور کرے اور وہ انسان جس کی تشریف آوری کا کائنات میں غلغلہ تھا دنیا کی تاریک فضا کو اپنے جمال سے منور کر دے۔

دونوں دولہا دلہن عبداللہؓ اور آمنہؓ جن کے پیٹ سے دنیا اور دین کا دولہا پیدا ہونے والا تھا، ہنسی خوشی اپنا وقت گزار رہے تھے، عبداللہؓ کی زندگی سے قدرت کو جو کام لینا تھا وہ ختم ہوا۔ خدائی انتظام یہ تھا کہ عبداللہ کی زندگی اپنا فرض منصبی ادا کرنے کے بعد ختم ہو وہ آمنہؓ کو بیوہ چھوڑ کر اپنے بچے کے دیدار کو ترستا ہوا دنیا سے رخصت ہوا اور یہ دونوں میاں بیوی جو انسان کامل کے ماں باپ بننے والے تھے کسی معمولی بچے کی پیدائش کا سبب نہ ہوں۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ کی موت

بی بی آمنہؓ کے ہاں بچہ پیدا ہونے کی امید گردنواح میں بجلی کی طرح دوڑی، عبداللہ اور عبداللہ کے باپ عبدالمطلب باغ باغ ہو گئے اور تمام قریش ان کی اس مسرت میں برابر کے شریک تھے، یہاں تک کہ منتظم حقیقی کے انتظام کا وقت آ پہنچا اور اچھا بھلا عبداللہ (ایک تجارتی سفر کے دوران) چند گھڑیوں میں چٹ پٹ ہو گیا۔ جوان بیٹے کی موت نے جو باپ کو سب سے زیادہ عزیز تھا آنکھوں میں دنیا اندھیر کر دی۔ شوہر کے فراق ابدی نے جو زندگی کا بہترین رفیق تھا بی بی آمنہؓ کی زندگی وبال بنادی۔ عبدالمطلب کا گھر ماتم کدہ بنا۔ قریش کی خوشیوں پر پانی پڑ گیا۔ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ عبدالمطلب بیٹے کی نشانی آمنہؓ کو کلیجہ سے لگائے اور اس وقت کا انتظار کرے جب جوان شیر کی یادگار دنیا میں ظاہر ہو اور یہ سر بدلے کا سر باپ کے بدلے دادا کا دل ٹھنڈا کرے۔ عبدالمطلب کی آنکھیں بیٹے کے فراق میں خون کے آنسو روتی تھیں اور بی بی آمنہؓ کا دل شوہر کے خیال میں مچھلی کی طرح تڑپ رہا تھا مگر دونوں کو پتہ نہ تھا کہ دادا کے گھر سے اور ماں کے پیٹ سے ایک ایسی نعمت کا ظہور ہونے والا ہے جس کے قدموں میں دنیا اپنا سر رکھے گی اور خاندان قریش میں آمنہؓ کے پیٹ سے وہ لال پیدا ہو گا جس کی روشنی دنیا کو منور کرے گی۔ وقت اپنے تیز پروں سے اڑتا چلا جا رہا تھا۔ عبدالمطلب کی گریہ وزاری اور بی بی آمنہؓ کا نالہ وفریاد اس کی پرواز کو نہ روک سکا تا آنکہ۔۔۔ ربیع الاول کا چاند آسمان عرب پر نمودار ہوا۔

حضور ﷺ کی تشریف آوری

دنیا خواب غفلت میں پڑی سو رہی تھی اور علم نہ تھا کہ اس مہینے کا چاند اپنے ساتھ کیا لایا ہے، رات کے تارے اور دن کا آفتاب کائنات کو کیا پیغام دے رہے ہیں اور آسمان و زمین ایک ایسے بچہ کی پیدائش کا نقارہ بجا رہے ہیں جو عرب کے ساتھ تمام دنیا کی کایا پلٹ دے گی۔

چھٹی صدی عیسوی نے اپنی ستر منزلیں طے کر لی تھیں۔ 571ء کا موسم بہار شروع

Marfat.com

ہو چکا تھا۔ ربیع الاول کی آٹھویں اور اپریل کی چودھویں رات سرزمین عرب پر چھائی ہوئی تھی کہ عبدالمطلب کے کانوں میں بہو کے دردزہ کی خبر پہنچی اور آنا فاناً گھر اوراس کی چہار دیواری عورتوں سے بھر گئی۔ چلنے والے قدم، آنے والی بیبیوں اور جمع ہونے والی عورتوں کو کیا معلوم کہ ان کے دل کس بچہ کا استقبال کر رہے ہیں۔ یہ بچہ جو باپ کی شفقت سے محروم ہو چکا قدرت کی محبوب ترین مخلوق ہوگا اور ہم اس پر سو جان سے قربان ہوں گے۔

رات کا دورہ ختم ہو چکا، آسمان نے کروٹ بدلی۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں نے ریگستان عرب کو سرد کر دیا۔ طائران خوش الحان یتیم عبداللہ کی تشریف آوری کا مژدہ چہک چہک کر گانے لگے۔ صبح صادق نے رات کی سیاہی دور کی اور نور کی چادر ہر سمت پھیلا دی۔ روشنی اندھیرے پر غالب آئی، صبا اٹکھیلیوں میں مصروف ہوئی اور سرسبز درختوں کی ہری بھری شاخیں فرط مسرت سے جھوم جھوم کر آپس میں گلے ملنے لگیں، آمنہؓ کے لال ﷺ پر زمینی کائنات نثار ہونے کو آگے بڑھی۔ بار آور شاخوں نے ارض حجاز کو بوسہ دیا، نسیم نے ہزار جان سے قربان ہو کر بساط ارضی کو چوما۔ ہوا نے اس مقدس نام کی تسبیح پڑھی، خوش رنگ پھولوں نے مکہ کی خاک اپنی آنکھوں سے ملی اور ملک کا چپہ چپہ اور ذرہ ذرہ اس مسرت میں لہلہاتی ہوئی کونپلوں کے ہم آہنگ ہوا، آسمان عرب نے عبدالمطلب کے گھر دار ابن یوسف کے در و دیوار پر روشنی کی بارش کی۔ چمکدار تارے عبداللہ کے لخت جگر پر قربان ہوئے اور مخلوق فلکی نے شادمانی کا غلغلہ بلند کیا۔ آتش نمرود کے ذرات پھولوں کا لباس پہن کر زر و جواہر کی کشتی میں دعائے ابراہیمی کو سر پر رکھے، عبدالمطلب کے گھر پر نمودار ہوئے، دار ابن یوسف کی دیواریں تعظیم کو جھکیں، فرحت کی جھڑیاں برسیں، ہوا معطر ہوئی اور آسمان و زمین مبارک بادیوں کے نعروں میں سرگرم ہوئے۔

یہ بزم طرب اور خوشی کی گھڑی مسرت کی ہر سو لگی ہے جھڑی
عقیدت ہے یاں دست بستہ کھڑی مگر آنکھ تجھ بن ہے سونی پڑی
فدا تجھ پر سو بار صلِ علیٰ

Marfat.com

حیات انسانی کی تاریخ ان واقعات سے محروم نہیں جب قدرت کے زبردست ہاتھوں نے اپنی طاقت پر فخر کیا ہے۔ صانع حقیقی نے اپنی صنعت کو سراہا اور احسن الخالقین نے اپنی خلقت پر ناز کیا۔ آج کتاب زندگی کا یہ باب بند ہوتا ہے۔ اوصاف انسانیت ختم ہوتے ہیں اور آدمیت کی تمام صفتیں جمع ہو کر ایک ذات میں رونما ہوتی ہیں، رحم و کرم کی حسین دیویاں خلق و مروت کے تر و تازہ گل دستے ہاتھوں میں لئے عبداللہ کے گھر میں نمودار ہوئیں، خلوص و صداقت کے کفش بردار چہرے، راستی و ایثار کے جواہرات سے مزین ہو کر سامنے آئے۔ عبادت و ریاضت کے علم بردار شرک و بت پرستی کو تاراج کرتے ہوئے خانہ کعبہ پر توحید کے جھنڈے گاڑنے لگے۔ آسمان فرط مسرت سے اچھل پڑا زمین اپنی خوش نصیبی پر فخر کرنے لگی اور وہ وقت آ گیا جب دنیا کے ہاتھ اس بچہ کو اپنی آغوش میں لیں جس کو روئے زمین کی اصلاح کرنی ہے، ارضی و سماوی کائنات کی نظریں اس جمال پر پڑیں جو ایک عالم کو منور کرے گا اور وہ فخر موجودات ظہور پذیر ہو جس کے مبارک قدموں میں سرکش گردنیں جھکیں گی اور عدل حقیقی اس کے پاؤں چومے گا۔

خدا کے حضور میں التجا

آج جب کہ کلمہ توحید کے پڑھنے والی چند ہستیاں کنیزوں کی صورت میں، کچھ بچے اور تھوڑے سے مرد غلاموں کی ہیئت میں اس غرض سے اور اس مقصد سے اس مجلس میں حاضر اور جمع ہوئے ہیں کہ دنیا کی اس مبارک گھڑی کی یاد تازہ کریں جب مادہ گیتی کے پیٹ سے دونوں جہان کا بادشاہ پیدا ہوا اور قدرت نے عبدالمطلب کی بہو آمنہ کی گود کو اس نعمت سے مالا مال کیا جس نے دنیا کی زندگی میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ ضرورت اور اشد ضرورت ہے کہ سب سے پہلے ہماری سیاہ پیشانیاں اور گناہگار گردنیں اس خالق موجودات کے حضور میں جھک کر سجدہ شکر ادا کریں جس نے اپنے فضل و کرم سے انسانیت کی اجڑی ہوئی کھیتی لہلہا دی اور انسانی صورت میں وہ انعام عطا فرمایا جو ہم جیسے گناہگاروں کو منزل مقصود پر پہنچا گیا جس کی پاک زندگی ہمارے واسطے ایک شاہ راہ چھوڑ گئی جس کے مقدس ہاتھ ہمارے واسطے قصر اسلام کی ایک ایسی بنیاد رکھ گئے جہاں کے رہنے

Marfat.com

والے آج بھی راج کر رہے ہیں۔

زندگی اور موت کے مالک، ابراہیم علیہ السلام کی التجا کو سننے والے بادشاہ، عرب کی زمین سے مکہ کی خاک سے، مطلب کے گھر سے، آمنہؓ کے پیٹ سے نور پیدا کرنے والے، آگ میں ابراہیم علیہ السلام کی، چھری کی دھار میں اسماعیل کی، قید زنداں میں یوسف کی، اندھی آنکھوں میں یعقوب کی پکار پر پہنچنے والے مولا! آج اس مبارک ساعت میں جب عید میلاد اس کی پیدائش کا وقت ہے جو تیرا تھا اور جس کا تو ہے ہماری فریاد سن، ہماری التجا منظور فرما اور ہماری دعا قبول کر۔

حکیم علی الاطلاق! گنہگار ہیں رحم کر! احکم الحاکمین! مجرم ہیں درگزر کر، خالق! روسیاہ ہیں، معاف فرما۔ کس منہ سے کس دل سے کس زبان سے التجا کریں، ہم کو نہ دیکھ ہمارے اعمال کو نہ پرکھ، ہمارے افعال کو نہ جانچ، دیکھ اپنے کرم کو، کریم ہے تو، نظر ڈال اپنے رحم پر، رحیم ہے تو! اور معاف کر ہمارے گناہوں کو علیم حکیم ہے تو۔۔۔!

نار نمرود کے آسمانی شعلوں کو گلزار بنانے والا تو تھا، بچھڑے ہوئے یوسف کو اندھے باپ کے سینے سے چمٹا دینے والی قدرت تیری تھی۔ آبدار چھری کی دھار سے اسماعیل کو زندہ بچانے والا تو تھا، نوح کی کشتی کو قیامت خیز طوفان میں کنارے پر پہنچانے والی طاقت تیری تھی، صدقہ نوح کی دعا کا، واسطہ ان آنسوؤں کا جو یعقوب کی آنکھ سے یوسف کے فراق میں گرے اور طفیل اس کا جو پہاڑ کی چوٹی پر کلیجہ کے ٹکڑے کو تیری راہ میں ذبح کر رہا تھا ہماری دعا قبول فرما، ہماری مرادیں بر لا اور ہماری فریاد سن!

غفور الرحیم! گناہ گار بندے نادم و شرمسار تیرے حضور میں حاضر ہوئے ہیں۔ ہماری زبانیں گندی، ہماری آنکھیں اندھی، ہمارے دل کھوٹے، ہمارے منہ چھوٹے، تیری ذات ارفع تیری شان اعلیٰ، تیرا کام کرم، تیرا شیوہ رحم! دکھا اپنی قدرت کے کرشمے اور قبول کر ہماری دعا، ظاہر کر اپنی شان کریمی اور سن ہماری التجا۔

رب العالمین! دل کو ہمت دے، جسم کو طاقت دے۔

Marfat.com

دعا کو اثر دے، التجا کو قبولیت، بچوں کو زندگی۔

عزیوں کو خرمی، رزق میں برکت، حوصلہ میں جرات۔

قلب کو اطمینان، مشکل کو آسان، مقاصد کی تکمیل۔

آفات کی تسہیل، مرنے والوں کی مغفرت، بیماروں کی صحت۔

خیر سب کی خیر دوست ہوں یا دشمن اپنے ہوں یا غیر۔

معصوم بچے گڑگڑا، گڑگڑا کر، توتلی زبان میں تتلا تتلا کر تیرے دربار میں حاضر ہوئے ہیں، تیری سرکار میں ملتجی ہیں، صدقہ اس بچے کا جو آمنہؓ کے پیٹ سے پیدا ہوا، طفیل اس کا جس نے حلیمہ کا دودھ پیا اور واسطہ اس کا جو عبدالمطلب کی گود میں کھیلا، ان بچوں کی فریاد سن ان کی دعا قبول کر، ان کی عمروں میں ترقی دے، مقدر میں اقبال دے، دولت سے خوش حال کر، علم سے مالا مال کر، نافرمان نوکرانیاں بصد ادب ہاتھ جوڑے اور سر جھکائے اپنی آرزوئیں لے کر اپنی مرادوں کے ساتھ اس وقت کہ مجلس میلاد اس کی ہے جس کی تو نے سنی، ذکر اس کا ہے جو تیرا محبوب تھا اور وقت پیدائش اس کا ہے جو پوشیدہ تھا ابراہیم کی زبان میں اور نوح کے طوفان میں، سربسجود ہیں، برلا ان کی مرادیں اور سن ان کی فریادیں، مولا کریم ان کے سہاگ قائم رکھ، ان کو راج رہتی دنیا تک تندرستی دے، ان کے شوہروں کو عمر دے، ان کے بچوں کو برکت دے، رزق میں سہولت دے، میاں بیوی میں محبت دے، بہن بھائی میں شفقت دے، صحت دے بیماروں کو، رہائی دے گرفتاروں کو، توفیق دے عبادت کی، شوق دے علم کا، پورے کر ارمان، کر خاتمہ بخیر۔

طائران عرب کی چہکار نے رات کی خوشی کو الوداع کیا۔ زیتون کی بار آور شاخیں قہقہوں میں مصروف ہوئیں، نور کی گھڑی صبا کی گود میں دنیا کے اس نئے مہمان کی آمد کا اعلان کرتی ہوئی جس کے انتظار میں دنیا کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، عبداللہ کے گھر پر نازل ہوئی، آسمانی چاند کی عاشق چکور جس نے پھر فضائے بسیط میں آمنہؓ کے گھر کا طواف کیا، دار ابن یوسف کی دیواروں پر زمینی چاند کے شوق میں آ بیٹھی، خوش الحان پرندوں کے نغمے، سرسبز درختوں کی موسیقی، صبح صادق کا سہانا وقت، کچھ ایسا عالم تھا کہ کائنات کا ہر ذرہ عید میلاد کے نعرے لگانے لگا، تارے جھلملا چکے، پھولوں کی مہک صبا کو عطر میں

Marfat.com

ڈبو رہی ہے، مکہ کا ذرہ ذرہ آمنہؓ کے لال کی تعظیم کو تیار ہو گیا ہے۔ خانہ کعبہ کی دیواریں ساکت و خاموش دعائے ابراہیمی کا ورد کر رہی ہیں، شرک و بت پرستی کے بے جان بت باد صداقت کے تند و تیز جھونکوں سے لرز رہے ہیں اور مبارک وسلامت کی صدائیں ہر سمت سے بلند ہو رہی ہیں۔

سپیدہ سحر کا دامن آہستہ آہستہ وسیع ہو رہا ہے اور قدرت کا ہاتھ بتدریج فضائے شب کو چاک کرنے میں منہمک ہے، ہوا خاموش درختوں کو گدگدا رہی ہے اور بلبل چہک کر باواز بلند کہہ رہے ہیں:

آ ظہور فرما تشریف لا!

آمنہؓ کی گود میں۔۔۔ عبداللہ کے گھر میں۔۔۔ ہماری آنکھوں میں۔۔۔ آپہنچی وہ مبارک ساعت اور شبھ گھڑی جس نے دنیا میں ایک تغیر پیدا کر دیا اور چشم زدن میں ہوا کا رخ ادھر سے ادھر بدلا

نگاہ شوق سے ہے منتظر دنیا کا ہر ذرہ
دکھا تو ہم کو اب جلوہ محمد مصطفیؐ آجا

چادرِ شب قریب قریب چاک ہو چکی تھی اور شہسوار مشرق اپنی پوری جمعیت کے ساتھ یتیم عبداللہ کی پابوسی کو آگے بڑھ رہا تھا کہ بی بی آمنہؓ کے پہلو میں اس بچہ کے رونے کی آواز بلند ہوئی جس پر دنیا کے قہقہے قربان تھے۔ فضائے آسمانی کی تاریکی نور سے بدلی، رات نے دن کا لباس پہنا اور آسمان نے زمین کے کان میں دلی مبارکباد پیش کی۔ مکہ کے خوش الحان طائر مصروف نغمہ سنجی تھے، قریش کی عورتیں لڑکے کی پیدائش پر باغ باغ ہوئیں، عبدالمطلب نہال نہال تھے اور آمنہؓ بی بی کی باچھیں کھل رہی تھیں۔

دنیائے ناپائیدار کا وہ بہترین انسان جو زندگی کی روح اور انسانیت کی جان تھا ظہور فرما چکا، جس کی پیدائش پر مبارک وسلامت کی دھوم دھام فرش سے عرش تک بلند ہو رہی ہے۔ آمنہؓ بی بی کے کلیجے سے لگا ہوا ہے، وہ نور کی پتلی، روشنی کا قمقمہ جس کی چمک ایک عالم میں پھیلی دنیا میں تشریف لے آیا۔ تخیل کی گلکاری کائنات کے اس پھول پر بصد شوق قربان ہو رہی ہے، صحت دماغ سلامتی، عقل آنکھیں بند کر کے یتیم عبداللہ کے استقبال کو آگے بڑھی ہے اور بعجز و ادب ہاتھ جوڑ کر اور سر جھکا کر درود وسلام کا حقیر ہدیہ ان الفاظ میں پیش کرتی ہے۔

Marfat.com

''بزم میلاد کے دولہا، دل اور جان دونوں تجھ پر قربان، عمر اس آرزو میں ختم ہو رہی ہے کہ زندگی پروانہ وار تیرے نام پر نثار ہو، لاریب تو انسان تھا مگر کریم! بلاشبہ تو بشر تھا لیکن رحیم! تو نے بندہ بن کر دنیا میں خدائی کی اور فرش پر بیٹھ کر عرش پر حکومت کی۔ تو خاک نشین تھا مگر تو نے شہنشاہ بنا دیئے تو بیکس تھا لیکن دنیا تجھ پر ایمان لائی، آمنہؓ کے لال! آسمان وہ ساعت بھول نہیں سکتا جب زمین کا ہر ذرہ تیرا دشمن تھا مگر تری صداقت نے تجھ کو امین بنایا، جان کے دشمن اور خون کے پیاسے جو تیرے سر کے خواستگار تھے، تیرا کلمہ پڑھنے لگے۔ خالدؓ جیسے عدو کی گردن تیرے سامنے خم ہوئی اور عمرؓ جیسے مخالف نے تیرے قدم چومے، دنیا کی تاریخ تیرے سامنے ششدر اور تیری زندگی دنیا کے سامنے عدیم النظیر ہے۔ ملک ہر متنفس تیرے قتل پر کمربستہ ہو اور وقت راستی کا تاج سر پر رکھے، دشمن تیرے شیدا ہوں اور اغیار تیرا کلمہ پڑھیں۔ صداقت تیرے گھر سے، امانت تیرے در سے، ایثار تیرے دربار سے اور ہمدردی تیری سرکار سے، خدائی تیری بات سے اور حقیقت تیری ذات سے پیدا اور نمودار ہو۔

رسالت کے معنی تو نے بتائے، نبوت کی تفسیر تو نے کی، انسانیت کا عقدہ تو نے کھولا، بندگی کا راز تو نے بتایا، عبودیت کا مرحلہ تیری شان تھی اور توحید کا ڈنکا تیری زبان! آمنہؓ کے پیٹ سے پیدا ہونے والے بادشاہ ہم لونڈی غلاموں کا سلام قبول فرما۔۔۔! چمنستان تخیل کو اپنے رحم سے تروتازہ کر، ہمارا حقیر ہدیہ منظور کر، اپنے کرم سے اور اپنے رحم سے۔

زباں احسان اخلاق کہاں تک تیرے گنوائے
بکھیرے ہیں جو تو نے پھول کب تک ان کو چنوائے
تیرے احسان کا دنیا میں بدلہ ہے تو اب یہ ہے
کہ ذکر خیر تیرا خود سنے اوروں کو سنوائے
درود ہے، تجھ پر اے مولا، سلام ہے تجھ پہ اے آقا!

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

Marfat.com

آسمان ہدایت پر آفتاب عالم تاب کا طلوع

(مولانا قاری محمد طیب، مہتمم دارالعلوم دیوبند)

نبوت اور تمثیل آفتاب

جس طرح مادی کائنات کے لئے سورج بنایا گیا اسی طرح انسان کی روحانی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے خالق کائنات نے آفتاب نبوت محمدی کا ظہور فرمایا ہے۔

قرآن حکیم نے مادی سورج کو ''سراج وہاج ''فرمایا جو روشنی وگرمی کا مجموعہ ہے اور روحانی سورج کو ''سراج منیر ''فرمایا جو روشنی وٹھنڈک کا مجموعہ ہے، وہ اگر ''وہاجیت'' سے اشیاء کو سوخت کرتا ہے تو یہ ''منیریت'' سے انہیں حد کمال کو پہنچا تا ہے۔ اس کے سوز وتپش سے اگر مختلف اوقات میں اس سے بیزاری پیدا ہوتی ہے تو اس کی نورانی ٹھنڈک سے ہمہ وقت عشق و محبت بڑھتا ہے۔ اس میں اگر واقعیت کی شان ہے تو اس میں جاذبیت کی خصوصیت ہے۔ وہاں جلاؤ ہوتا ہے تو یہاں بجھاؤ، وہاں دل وجان جلتے ہیں تو یہاں دل وجان کو زندگی ملتی ہے، اس کے نیچے اگر بدن سیاہ پڑتا ہے تو اس کے زیر سایہ بدن منور ہوتا ہے۔ اس لئے قرآن نے اگر مادی سورج سے اپنے روحانی سورج کو مخصوص صفات میں تشبیہ دی تو ساتھ ہی ''وہاج ''اور ''منیر'' کے اوصاف ذکر فرما کر ان میں فرق بھی واضح کر دیا۔ آسمان کا سورج تو ''نار اللہ الموقدۃ'' سے تربیت یافتہ ہو کر ناری ہے اور یہ زمین کا سورج ''نور السموات والارض '' سے تربیت یافتہ ہو کر نوری ہے۔ ایک جہنم سے وابستہ ہے اور ایک جنت وعرش سے تا کہ اس تشبیہ سے کسی کو ان دونوں آفتابوں میں یکسانی کا شبہ بھی نہ گزرے۔ چہ جائیکہ مادی سورج کی افضلیت کا اور سمجھنے

Marfat.com

والے سمجھ لیں کہ یہ فلکی سورج تو ہے مگر اس ملکی سورج کے مقابلہ میں چراغ مردہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتا۔

چراغ مردہ کجا؟ نور آفتاب کجا؟

تاہم پھر بھی اگر حضرت ختمی مآب ﷺ کے مقام خاتمیت اور شئون نبوۃ کو کسی مثال سے کھولا جاسکتا ہے تو وہ مثال صرف سورج ہی کی تھی۔ اس لئے باوجود اس فرق کے اسے ہی اس تمثیل کے لئے اختیار کیا گیا۔۔۔۔

☆ تاہم یہاں یہ سوال پھر بھی باقی رہ جاتا ہے کہ اگر حضور کو سورج ہی سے تشبیہ دینی مقصود تھی تو شمس کا لفظ چھوڑ کر سراج ہی کا لفظ کیوں اختیار کیا گیا؟ بظاہر تشبیہ کی سیدھی عبارت یہ تھی کہ وشمسا منیراً (اور آپ چمکتے ہوئے سورج ہیں) نہ یہ کہ آپ کو "سراجاً منیراً" یعنی روشن چراغ کہہ کر پھر روشن چراغ سے سورج مراد لیا جائے۔ پس اس میں کیا مصلحت ہے کہ تشبیہ دینے میں عنوان تو چراغ کا اختیار کیا جائے اور مراد اس سے سورج لیا جائے گا۔

جواباً عرض ہے کہ مقصود تو حضور ﷺ کو آفتاب ہی سے تشبیہ دینا ہے تاکہ تمام مقامات نبوت پر سورج کے حسی مقامات سے پوری روشنی پڑ جائے لیکن عنوان چراغ کا اس لئے اختیار کیا گیا کہ چراغ میں ایک خاص وصف ہے جو سورج اور چاند میں نہیں اور وہ یہ ہے کہ سورج سے دوسرا سورج نہیں بن سکتا مگر ایک چراغ سے دوسرا چراغ روشن ہوسکتا ہے۔ پس سورج سے تو اس لئے تشبیہ دی کہ چمک دمک اور دوسری خصوصیات میں آپ کی یکتائی واضح ہوجائے۔ جیسے سورج کو تمام روشن اجسام میں اپنی ذات وصفات کے لحاظ سے یکتائی اور بے نظیری حاصل ہے مگر اس سورج کو چراغ کے لفظ سے اس لئے تعبیر کیا گیا کہ آپ کے کمالات تربیت وتاثیر سے آپ کی نمونہ سازی کا کمال بھی کھل جائے کہ آپ نے اپنے رنگ اور اپنے ڈھنگ کے لاکھوں نمونے تیار کردیئے۔۔۔۔

☆ اس تشبیہ سے ابتدائی طور پر جو بات واضح ہوتی ہے وہ یہ کہ اگر مادی کائنات کے لئے

Marfat.com

ایک جسمانی سورج کی ضرورت ہے اور بلاشبہ ہے تو معنوی اور روحانی کائنات کے لئے بھی ایک روحانی سورج ناگزیر ہے۔ جیسے حق تعالیٰ نے اس جسمانی کائنات کے لئے ایک مادی آفتاب بنایا۔ جس سے زمین وزمان روشن ہیں ایسے ہی اس نے ایک روحانی آفتاب ذات بابرکات نبویؐ بھی بنایا۔ جس سے کون ومکان روشن ہیں۔ وہ اجسام کو منور کرتا ہے یہ ارواح کو۔ وہ صورتوں کو نمایاں کرتا ہے یہ حقائق کو۔ وہ طبیعتوں کو ابھارتا ہے یہ عقلوں اور فطرتوں کو، اس کی کارگزاری حیات میں ہے اور اس کی معنویات میں جس سے حیات بھی بے بہرہ نہیں رہیں۔ غرض مادی عالم کی طرح روحانی عالم کے لئے بھی ایک آفتاب کا وجود ضروری ہے کیونکہ سب جانتے ہیں کہ حیات اور جسمانیات جہاں بغیر حرارت کے زندہ نہیں رہ سکتے۔ ان کے حق میں حرارت عزیزی بمنزلہ روح ہے۔ اگر وہ نہ رہے تو یہ عالم ناسوت یا مادی عالم بھی نہ رہے۔ جمادات، نباتات اور جانداروں میں انسان سے لے کر ایک حقیر ترین کیڑے مکوڑے تک کی زندگی کا جزو اعظم حرارت ہے مثلاً اگر بدن میں حرارت اور گرمی نہ ہو تو جسمانی اشیاء باقی نہیں رہ سکتیں۔ نہیں بلکہ اگر اس پوری دنیا اور اس کے اجزاء میں سے حرارت کھینچ کر نکال لی جائے تو ساری کائنات برفانی ہو کر جم جائے، جماد محض رہ جائے اور اس میں نقل وحرکت کی سکت نہ رہے جو زندگی کی ابتدائی علامت ہے پس کائنات کے لئے حرارت بمنزلہ روح کے ہے اور سب جانتے ہیں کہ اس گرمی اور گرمی روح کا سرچشمہ آفتاب کے سوا کوئی دوسری چیز نہیں۔

ٹھیک اسی طرح باشعور کائنات کی روحانی زندگی اور روح کے احوال ومقامات کی بود ونمود بھی حرارت ایمانی اور گرمی عشق خداوندی سے قائم ہے جس کا نام ایمان ہے۔ علم، اخلاق، معرفت، احوال مقامات، قلبی واردات اور وصول وقبول کی گرم بازاری اسی ایمانی گرمی سے قائم ہے جس حد تک ایمان اور گرمی عشق ہے۔ اسی حد تک دینی حمیت، مذہبی غیرت، مجاہدہ وجہاد فی سبیل اللہ کا جوش وخروش ابھرتا ہے۔ اگر ایمان کی حرارت باقی نہ رہے تو یہ تمام روحانی کمالات ومقامات ختم ہو کر انسان صرف جماد ونبات یا حیوان یا محض ایک انسانی ہیکل ہو کر رہ جائے۔۔۔

Marfat.com

☆ سب جانتے ہیں کہ اس ایمانی حرارت اور گرمی عشق خداوندی کے سرچشمے انبیاء علیہم السلام ہیں اور خود ان کی ایمانی گرمی کا واحد سرچشمہ ذات بابرکات نبوی ہے کیونکہ آپ خاتم النبوت ہیں۔ جس کے فیض سے انبیاء وامم کو یہ روحانی حرارت عزیزی ملی ہے۔ پس اور انبیاء اگر نجوم نبوت ہیں تو آپ ﷺ آفتاب نبوت ہیں۔ اس لئے اگلوں اور پچھلوں کی ایمانی اور احسانی آب وتاب اور روشنی وگرمی کا سرچشمہ آفتاب نبوت ہے۔ جس سے پورے عالم روحانیت کی گرمی اور گرم بازاری اور دوسرے لفظوں میں روحانی زندگی قائم ہے۔ بلکہ پورے عالم روحانیت کی گرمی اور گرم بازاری اور روحانی زندگی آفتاب نبوت ہی سے ممکن و وابستہ تھی تو فطرت اللہ کا تقاضا یہ ہوا کہ مادی کائنات کی طرح وہ روحانی کائنات کو بھی ایک آفتاب روحانی بخشے جو روحانی عالم کی زندگی کا کفیل ہو پس اگر مادی کائنات کو اپنی بقا کے لئے ایک مادی آفتاب کی ضرورت تھی تو روحانی کائنات کو بھی اپنی بقاوحیات کے لئے ایک روحانی آفتاب کی ضرورت تھی اور وہ ذات بابرکات محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔۔۔۔۔

☆ مگر جس طرح مادی آفتاب کے لئے ایک مدار اور ایک محور ضروری ہے جس پر وہ حرکت کرے اور وہ فلک ہے ایسے ہی روحانی آفتاب کے لئے بھی ایک محور (جائے گردش) ناگزیر ہے۔ جس پر اس کی نقل وحرکت ہو فرق ہوگا تو صرف یہ کہ مادی سورج کا فلک بھی مادی ہوگا جو حسی نگاہوں کے سامنے آسکے گا اور روحانی آفتاب کا فلک روحانی ہوگا جو دل کی نگاہ کے سامنے آئے گا اور سب جانتے ہیں کہ روحانیت کا سرچشمہ نبوت ہے۔ اس لئے اس روحانیت کے آفتاب کے فلک کو آسمان نبوت کہا جائے گا اور انبیاء علیہم السلام کو اس آسمان پر چمکنے والے ستارے جن میں جناب رسول اللہ ﷺ آفتاب نبوت ہیں۔ اس لئے اس آفتاب روحانی کی نقل وحرکت اسی آسمان نبوت پر ہوگی۔ نبوت کے مقامات گویا اس آسمان کے بروج ہوں گے جن میں آفتاب نبوت کی نقل وحرکت ہوگی اور ان بروج کے خاص خاص آثار ہوں گے جو کائنات پر پڑتے ہوں گے۔ بہر حال آفتاب نبوت آسمان نبوت پر ہے اور اس کا طلوع وغروب اور عروج نزول ان

Marfat.com

آسمان پر ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔

☆ سب جانتے ہیں کہ طلوع آفتاب سے پہلے کی حالت یہی ہوتی ہے کہ ابتدائے شب میں آسمان کے نیچے اندھیرا چھایا ہوا رہتا ہے۔ زمین تاریک ہوتی ہے، رات کا مہیب دیو اپنی بھیانک شکل کے ساتھ پوری دنیا پر مسلط ہوتا ہے۔ کام کاج تقریباً معطل پڑے رہتے ہیں اور ہر جاندار اپنے گھر اور اپنے ٹھکانے کا اسیر ہو کر رہ جاتا ہے لوگ کچھ روشنیوں کا بندوبست بھی کرتے ہیں اور کسی حد تک ابتداء شب میں کام بھی چلاتے ہیں لیکن یہ محدود اور مصنوعی روشنیاں ہمہ گیر نہیں ہوتیں۔ اس طرح یہ شب دیجور کی اندھیریاں فوج در فوج پہنچ کر کائنات کے ظاہر و باطن پر چھا جاتی ہیں اور غفلت و نیند کی تاریکی چھائی رہتی ہے اور دنیا زندوں کا قبرستان بن جاتی ہے۔۔۔۔۔

☆ چنانچہ جب ظلماتی پردے انتہائی غلیظ ہو جاتے ہیں اور مصنوعی روشنیاں ان کے زائل کرنے میں بے اثر ثابت ہوتی ہیں تو حق تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ اور قدرت بالغہ سے رات کے مناسب حال خود روشنی کا بندوبست فرماتے ہیں اور تدریجی طور پر آسمان کی فضا میں ستارے نمودار ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ ایک نکلا پھر دوسرا پھر تیسرا اور یہاں تک مسلسل ستاروں پر ستارے ہجوم کر کر کے پورے آسمان کو گھیر لیتے ہیں اور رات کے اس تسلسل سے پورا آسمان ستاروں سے جگمگا اٹھتا ہے جس سے شب تار کی اندھیری کی وہ شدت باقی نہیں رہتی کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دے بلکہ ایک حد تک دنیا کی پوری فضا، شہروں کی ہو یا دیہات کی جنگلوں کی ہو یا دریاؤں کی یکسانی کے ساتھ ہلکی ہلکی روشنی میں آجاتی ہے۔۔۔۔۔۔

☆ ٹھیک اسی طرح آسمان نبوت کے نیچے روحانیت کی زمین اور دلوں کے گوشے جب کہ جہل و ظلم کی تاریکیوں میں گھرے ہوئے تھے اور اس ظلم و جہول نے انسان کو اس کی جبلت کی شہوانی تاریکیوں اور شبہات کی ظلمتوں نے گھیر رکھا تھا۔ نفس امارہ اور شیاطین کا اس کی خلقت پر پورا پورا تسلط تھا تو خود اسے بھی اپنی روشنی کی فکر تھی۔ اس نے ان ظلمتوں میں راہ طے کرنے کے لئے عقل کی قندیلوں سے کام کیا۔ فہم کی بجلی کے قمقمے اپنی انفسی جہان میں روشن کئے، فلسفیت کی مصنوعی

Marfat.com

لالٹینوں سے کچھ کام چلایا۔ مگر عقل وفہم اور فلسفہ کے ٹمٹاتے ہوئے چراغوں کی روشنی اول تو مکمل نہ تھی کہ دنیا کے ساتھ آخرت اور حیاتی زندگی کے ساتھ آخرت کی معنوی زندگی کی منزلیں بھی طے کرادیتی اور کسی حد تک یہ ممکن بھی ہوتا اور مخصوص نفوس سلیمہ اس راستے سے کچھ قطع منازل بھی کرتے لیکن اس روشنی میں روحوں کی حیات اور عشق الٰہی کی گرمی نہ تھی کہ وہ دلوں میں امنگ اور روحوں میں تڑپ بھی پیدا کردیتی۔ غرض عقلوں کی روشنی کا بندوبست فرمایا اور آسمان نبوت پر نت نئے رنگ کے ستارے طلوع ہونے شروع ہوئے سب سے پہلا ستارا آدم علیہ السلام کا طلوع ہوا پھر شیثؑ آئے پھر ادریس آئے پھر نوح آئے پھر ہود و صالح آئے پھر ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ آئے۔ علیہم الصلوۃ والسلام، یہاں تک کہ آسمانی ستاروں کی طرح آسمان نبوت پر لگاتار نجوم نبوت کا ظہور شروع ہوا۔

ثُمَّ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَترىٰ. (المومنون، ۴۴) ”پھر ہم نے لگاتار رسول بھیجے“۔

ان نجوم نبوت کے انوار و برکات سے دلوں کی ظلمتیں چھٹنی شروع ہوئیں اور دنیا نے انہیں دیکھ دیکھ کر اور ان کے مثالی نمونوں کو معیار بنا کر راہ حق کی منزلیں طے کرنی شروع کر دیں۔۔۔۔

☆ جو نبی بھی رخصت ہوا وہ اپنے نورانی آثار چھوڑ کر گیا۔ جس پر آنے والے کی عمارت کھڑی ہوئی اور اس طرح بعثت نبویؐ سے پانچ چھ سو برس پہلے ایک وقت آیا کہ یہ سارے ہی روحانی ستارے اپنے انوار کے پردے میں آسمان نبوت پر بیک وقت جمع ہو گئے اور ظلمات بعضها فوق بعض کے مقابلہ میں ”نور علی نور“ کا ظہور ہو گیا۔

چنانچہ آسمان و زمین کی صورت یہ ہوگئی کہ آخر شب میں آسمان پر لاکھوں چھوٹے اور بڑے ستارے روشن ہیں اور زمین پر کروڑوں چراغ اور مصنوعی روشنیوں کے لاکھوں لیمپ اور ہنڈے اور پھر برق جہانتاب کے ہزارہا قمقمے جگمگائے ہوئے ہیں لیکن پھر بھی شب تار اور اس کی تاریکی زائل نہیں ہوتی نہ رات ہی کافور ہوتی اور نہ دن ہی نکلتا ہے گویا ان ساری روشنیوں میں مل کر بھی یہ طاقت نہیں کہ رات کو دن بنادیں اور طاقت کا بالکلیہ استیصال کر دیں۔ اس لئے ظلمت شب

Marfat.com

کے انتہاء کو پہنچ جانے پر زمین تو زبان حال سے یہ فریاد کرتی ہے کہ نور کامل سے اس کی مدد کی جائے جو ان تاریکیوں کے بادلوں کو چھانٹ دے اور ستاروں کا یہ ناتمام نور زبان حال سے یہ آواز بلند کرتا ہے کہ اس کی تکمیل کر دی جائے تا کہ وہ ظلمت شب پر غالب آ سکے اور روز روشن نمودار ہو جائے۔

چنانچہ دنیا کی یہ پھیلی ہوئی ظلمت اور ان ستاروں کی یہ مجموعی روشنی کی خاموش فریاد بلند ہوئی کہ ہمیں ایک ایسا کامل نور عطا کیا جائے جو رات کو دن بنا دے اور ناتمام انوار کی تکمیل کر دے۔

تو عطائے خداوندی متوجہ ہوئی اور آدم علیہ السلام کے تقریباً سات ہزار برس کے بعد جبکہ آسمان نبوت اپنے سارے ستاروں سے جگمگا رہا تھا۔ آفتاب ہدایت کے ظہور ہونے کے آثار ظاہر ہوئے جسے نور حق کی تکمیل کرنی تھی ۔۔۔۔۔۔

☆ آسمان نبوت پر روحانیت کے آفتاب جہاں تاب کی آمد آمد کے آثار نمایاں ہوئے اچانک پو پھٹی اور روحانیت کی صبح صادق نمودار ہوئی۔ جس نے بشارت دی کہ عنقریب وہ منبع نور اور سرچشمہ ضیاء یعنی آفتاب نبوت سامنے آیا چاہتا ہے۔ جس کے سب منتظر تھے اور جس کو نور اور ظلمت ایک زبان ہو کر مانگ رہے تھے۔ وہ آ رہا ہے جس کے آ جانے کے بعد پھر کسی نور کی ضرورت نہ پڑے گی کیونکہ آفتاب کے بعد کوئی دوسرا آفتاب طلوع نہیں ہوا کرتا۔ یہ آفتاب نبوت کی خوشخبری کیا تھی جس نے طلوع آفتاب کی خوشخبری دی؟

یہ حضرت مسیح علیہ السلام کی ذات بابرکات تھی جنہوں نے اپنے آنے کا حقیقی مقصد ہی آفتاب نبوت کے طلوع کی بشارت بتلایا اور اعلان کیا کہ

وَاِذْ قَالَ عِیسَی بنُ مَریم یٰبنی اِسْرَائِیل إنی رَسول اللّٰہِ إلیکُمْ مُصَدِّقاً لِّمَا بین یدی من التورات ومبشراً رسول یأتی من بَعْدِی إسمه أحمد.

''اور جب کہا عیسیٰ ابن مریم نے بنی اسرائیل میں اللہ کا رسول ہوں۔ تمہاری طرف تصدیق کنندہ ہوں سامنے کی تورات کا اور بشارت دہندہ ہوں، اس رسول کا جو میرے بعد آئیں گے۔ نام ان کا احمد ہے۔

Marfat.com

پس جیسے آفتاب کے طلوع کی بشارت صبح صادق دیتی ہے ایسے ہی مسیح علیہ السلام کا سب سے بڑا مشن حضرت خاتم النبین ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری کی بشارت دینا تھا۔اس لئے وہ دائرہ نبوت میں صبح صادق کی مانند ہیں۔

ہاں مگر جیسا کہ بارہ گھنٹہ کے دن کے لئے ڈیڑھ گھنٹہ کی صبح صادق ہوتی ہے کہ جتنا بڑا دن ہو اتنی ہی بڑی صبح صادق ہوتی ہے سو دائرہ ختم نبوت کے اس عظیم الشان دن کے لئے جس کا طول بعثت نبوی سے قیامت کی صبح تک ہے صبح صادق بھی اتنی ہی لمبی ہونی چاہئے تھی جتنا بڑا یہ دن تھا تو یہ صبح صادق حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد ہے جن کا دور نبوت اور بالفاظ دیگر بشارت کا زمانہ جن کے اختتام پر آفتاب نبوت طلوع ہوا۔تقریباً پونے چھ سو برس کی مدت کا تھا۔

یہاں سے یہ نکتہ بھی باآسانی سمجھ میں آجائے گا کہ صبح صادق کا نور کوئی مستقل نور نہیں ہوتا بلکہ اس نور کی ایک ابتدائی جھلک ہوتی ہے جس میں آثار وہی ہوتے ہیں جو نور آفتاب میں ہوتے ہیں چنانچہ اس کے نمودار ہوتے ہی ستارے سب ماند پڑ جاتے ہیں اور طلوع صبح صادق کے کچھ دیر بعد کوئی ستارہ نظر نہیں آتا۔ایسے ہی حضرت مسیح صادق علیہ السلام بھی نور محمدی ہی کی ایک جھلک تھے اور آپ سے بہت سی صفات کمال میں کامل مشابہت بھی رکھتے تھے۔۔۔۔۔۔۔

☆ بہر حال پو پھٹی اور صبح صادق نمودار ہوئی۔حضرت مسیح نے صبح صادق بن کر آفتاب نبوت کے طلوع کی خبر دی اور طلوع آفتاب سے قبل دھیمی دھیمی روشنی نمایاں ہوگئی جو درحقیقت آفتاب ہی کی روشنی تھی۔اسی لئے شب تار ختم ہوگئی لیکن سب جانتے ہیں کہ طلوع صبح صادق کے وقت جہاں چاند کے چمکتے رہنے کا سماں سامنے آتا ہے وہیں یہ منظر بھی نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے کہ عامۂ دنیا کے انسان اس وقت نیند میں مست ہوتے ہیں۔نیند کے نچوڑ کا انتہائی وقت ہوتا ہے اور ہر کس و ناکس نوم میں غرق اور گہری نیند کا متوالہ بنا رہتا ہے گویا اس وقت خصوصیت سے نیند کا دماغوں پر پورا غلبہ و تسلط ہوتا ہے۔حتی کہ بہت سے تو طلوع آفتاب کے بعد بھی نہیں جاگتے بلکہ سورج جب کافی بلند ہو جاتا ہے اور اس کی دھوپ کی تیزی ان پر پڑنے لگتی ہے تب ان کی آنکھ کھلتی

Marfat.com

ہے پس ادھر تو صبح صادق ہوتے ہی ستارے جھلملانے لگتے اور ان کی روشنیاں غائب سی محسوس ہونے لگتی ہیں کیونکہ صبح کا چاندنا تیز ہونا شروع ہو جاتا ہے اور ادھر سونے والے عموماً اپنی نیند میں مست اور محو ہوتے ہیں۔ اس لئے باہر تو چاندنا ہوتا رہتا ہے اور اندر اندھیرا غلیظ ہوتا رہتا ہے جب تک کہ آفتاب طلوع نہ ہو جائے یعنی اس صبح سے فائدہ وہی حاصل کرتا رہتا ہے جو بیدار ہوتا ہے اور وہ سوائے مخصوص افراد کے جو صبح صادق کے وقت فوراً ہی جاگ اٹھنے کا جذبہ لے کر سوئے ہوں، عام انسان نہیں ہوتے۔ اس لئے یہ درمیانی حصہ جو نہ رات ہے نہ دن حسأ نورانیت کی طرف بڑھتا رہتا ہے اور عام انسانوں کے اندرونی احوال کی۔۔۔ ظلمت و تاریکی کی طرف چلتا رہتا ہے۔ پس اس زمانہ صبح صادق میں جسے زمانہ فترت کہنا چاہئے ادھر تو صبح صادق کے آثار نمایاں ہوئے اور روشنی بڑھنی شروع ہوئی چنانچہ مخصوص لوگوں کے دلوں کا رخ توحید اور انوار دیانت کی طرف ہو چلا لیکن عامہ خلائق کا یہی زمانہ زیادہ غفلت اور مستی خواب کا ثابت ہوا اور اس وقت کی دنیا پر ضلالت و گمراہی کے جو بادل ہر طرف چھائے ہوئے تھے۔ وہ اور غلیظ ہو گئے چنانچہ مکہ جو ناف عالم تھا اس کے اندر اور باہر چہار طرف پوری دنیا کے دلوں پر انواع و اقسام کی تاریکیوں کی نیند مسلط تھی اور سب خواب قساوت و غفلت میں مست تھے۔

جزیرۂ عرب کے ایک سمت خلیج فارس تھا۔ جس کے کنارے ایران و فارس کی مملکتیں تھیں۔ جہاں ایرانیوں کی جہانبانی قائم تھی۔ اکاسرہ فارس سریر آرا تھے وہاں شرک و کفر کی تاویل و توجیہہ سے نہیں بلکہ کھلے بندوں دو خداؤں کی خدائی کا ڈنکا بجایا جا رہا تھا۔ ان کے نزدیک جہانوں کے نظام کے لئے ایک خدا کافی نہ تھا بلکہ برابر کے دو خدا اہرمن اور یزداں خدائی کر رہے تھے۔

عرب کی دوسری سمت بحیرہ روم تھا جس کے کنارے مغربی دولتوں کے پرچم لہرا رہے تھے قیصر کی بادشاہی کا سکہ رواں تھا۔ یہاں عیسائیت نے مذہب کے نام سے تین خداؤں کی پوجا کا اعلان کیا ہوا تھا۔ یہ فارس کی نسبت بندگی کے معاملہ میں ترقی یافتہ تھے جنہوں نے دو خداؤں پر قناعت کافی نہ سمجھتے ہوئے ان میں ایک کا اضافہ اور ضروری سمجھا۔ ایک خدا ایک اکلوتا بیٹا اور ایک

Marfat.com

اس کی بیوی یا بعض کے نزدیک روح القدس، یہاں خدائی کے تصرفات ان تین کے سپرد تھے۔

تیسری سمت بحر ہند تھا جس کے کنارے ہندوستان کا برعظیم اور دوسرے مشرقی ممالک واقع ہیں۔ یہ سرزمین پوجا کے سلسلہ میں ان دونوں سمتوں سے بھی زیادہ ترقی یافتہ تھی جسے تین خداؤں پر بھی قناعت نہ تھی بلکہ ان کی تعداد کروڑوں تک پہنچادی گئی تھی یہ ملک بت پرستی کا مخزن بنا ہوا تھا اور بت کے مفہوم میں صرف مورتی ہی شامل نہ تھی بلکہ پہاڑوں کے پتھر، دریاؤں کا پانی، درختوں کی شاخیں، جانوروں کے سر، انسانی اعضاء اور صنعت وحرفت کے آلات حتیٰ کہ کھانے پینے کی چیزیں سب کے سب معبود اور لائق پرستش تھے اور معبودوں کی تعداد عابدوں سے بدرجہا زائد تھی اور اس دور کی اس عام گمراہی کو خود ہندو زعما بھی تسلیم کرتے ہیں چنانچہ پنڈت دیا نند سرسوتی نے تحریر فرمایا ہے کہ ویدوں کا علم پانچ ہزار برس سے گم ہو چکا تھا جسے انہوں نے زندہ کیا اور ظاہر ہے کہ حضور کی بعثت سے قبل چند صدی کا دور جو زمانہ جاہلیت کہلاتا ہے۔ اس پانچ ہزار سال کے اندر ہی اندر ہے۔ اس لئے آپ کی بعثت سے قبل خود ہندوستانی زعما کے خیال میں بھی ہندوستان کی یہ عام گمراہی کا دور تھا۔

عرب کی چوتھی جانب سمندر کی موجوں سے ہٹتی ہوئی اور خشکی سے ملی ہوئی تھی جس میں مصر وسوڈان اور افریقہ کی آبادیاں تھیں۔ انہوں نے اس بارہ میں پچھلی تین سمتوں سے بھی زیادہ پیش قدمی کی تھی۔ وہاں نہ ثنویت تھی نہ ثنیت، نہ تثلیث تھی نہ تکثیر، وہاں نہ چند خداؤں کا جھگڑا تھا نہ نفس خدائی کا بلکہ سرے سے ہی اس راہ سے الگ ہو کر ان کے یہاں فسق وفجور، بدعملی وسیہ کاری اور شہوات نفس کی مسموم آندھیاں چل رہی تھیں۔ گویا ہر شخص خدا بنا ہوا تھا۔ ہر شخص اپنی شہوات و خواہشات میں آزاد تھا۔ جس کو قرآن حکیم نے فرمایا۔ ساریکم دار الفاسقین------

☆ بہرحال عرب کے چہار طرف بحر وبر میں ظلمتوں کی یہ بہتات شب تاریک بیم موج اور دریائے ناپیدا کنار کا منظر پیش کر رہی تھی۔ یہ تو ذات خداوندی کی حد تک تھا۔ رہیں صفات خداوندی سو یہی کیفیت اس وقت کی دنیا نے ان کے ساتھ بھی کر رکھی تھی بعض نے خالق کی صفات

Marfat.com

خاصہ مخلوق میں مان کر مخلوق کو خالق کے درجہ میں پہنچا دیا تھا۔ جیسے نصاریٰ نے حضرت مسیح کو خدا اور خدا کا بیٹا پکار کر کہا تھا اور انہیں الٰہ متجسد کہہ رکھا تھا اور بعض نے مخلوق کی صفاتِ نقص وعیب خالق میں مان رکھی تھیں۔ جیسے اس کا بیمار ہونا، اس کشتی میں حضرت یعقوب کے ہاتھوں بچھڑ جانا وغیرہ یہ یہود تھے، بعض نے خالق کو صفات سے بالکلِ ہی معطل قرار دے رکھا تھا۔ جیسے فلاسفہ اور بعض نے خالق ومخلوق کی صفات سے بالکل ایک دوسرے کے مشابہ بنا رکھی تھیں۔ جیسے مجسمہ اور مشبہ بعض نے اوتار کا عقیدہ مان کر خدا کو مخلوق میں حلول شدہ مان رکھا تھا۔ گویا مخلوق ایک ظرف تھی جس میں معاذ اللہ خالق اترا ہوا تھا اور بعض نے اس کے برعکس خالق کو ظرف قرار دے کر مخلوق کو اس میں اس طرح سمایا ہوا مان رکھا تھا۔ جیسے گولر کے پیٹ میں بھنگے سمائے ہوتے ہیں۔ یہی معاملہ نبوت کے ساتھ کیا جا رہا تھا۔ کسی نے نبوت کو اس حد تک مافوق البشریت سمجھ رکھا تھا کہ بشر کا رسول ہونا ہی ممکن نہ تھا جو کھاتا پیتا ہو۔ مالھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق اس رسول کو کیا ہوا کہ وہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے اور کسی طبقہ نے نبوت کو اس قدر ہلکی اور عامیانہ چیز جان رکھا تھا کہ وہ ہر فرد بشر کو مل سکتی ہے۔ بل یرید کل امرء منھم ان یوتیٰ صحفا منشرۃ کسی نے انبیاء کو مجسم خدا کہہ کر ان کی تنزیہہ میں مبالغہ آرائی کر رکھی تھی کہ کسی نے انبیاء کی طرف ایسے ایسے کمینہ عیوب منسوب کر رکھے تھے کہ ان کا ایک صحیح انسان سمجھا جانا بھی مشکل بنا دیا تھا۔

غرض کوئی نقص وعیب ایسا نہ تھا جس سے خدا کی تنزیہہ کو مخلوق نے برباد نہ کر رکھا ہو اور نبوت کی لائن پر کوئی افراط وتفریط باقی نہ چھوڑی تھی جو انبیاء میں نہ مان رکھی ہو۔ یہی تمام وہ معنوی ظلمات اور تاریکیاں تھیں جو بعضہا فوق بعض ہو کر پوری دنیا کو تاریک بنائے ہوئے تھیں۔ جس سے اس وقت کی ساری دنیا خدا کی نگاہ میں۔۔۔ مبغوض بن چکی تھی۔

ان اللہ نظر الی قلوب بنی آدم فمقت عربھم وعجم، الخ

''اللہ نے بنی آدم کے قلوب کی طرف نظر کی تو عرب اور عجم سب کو غصہ سے دیکھا''۔

Marfat.com

مگر بہر حال یہ جس قدر ممالک بھی تھے وہ کسی ایک نوع کی گمراہی پر قائم نہ تھے، اگر ہندوستان میں شرک تھا تو وہاں تثلیث نہ تھی۔ روم میں تثلیث تھی تو وہاں تکثیر نہ تھی کہ کروڑوں معبود ہوں اگر ایران میں ثنویت کا زور تھا تو وہاں اوتاریت نہ تھی اور اگر ہند میں وثنیت تھی تو وہاں دوسری نوع کی کوئی اور گمراہی نہ تھی۔ اگر مصر میں دہریت اور عیش پرستی تھی تو بس وہی تھی وہاں مذہبی رنگ کی رسوم نہ تھیں لیکن خدا کی یہ مقدس سرزمین مکہ مکرمہ اس وقت ہمہ نوع گمراہیوں کا مرکز بنا ہوا تھا وہاں دہریت شرک فسق و فجور انکار نبوت اور انکار صفات نبوت وغیرہ ساری ہی انواع کی گمراہیاں جگہ بنائے ہوئے تھیں۔ اس لئے جہاں صبح صادق نور برسا رہی تھی وہیں دلوں کی دنیا میں اندھیرا ہی اندھیرا چھایا ہوا تھا اور ضلالت کی تاریک رات کا جو عمل دنیا میں جاری تھا۔ وہ بھی انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ اس لئے طلوع آفتاب کا وقت آ گیا اور اس آفتاب نبوت کی صبح صادق بہ صورت مسیح علیہ السلام نمایاں ہوگئی۔۔۔۔۔۔۔

☆ لیکن جب صبح صادق نے اپنی زمانی مسافت پوری کر لی اور یہ ہزاروں برس کے لمبے دن کی لمبی صبح صادق زائد از پانچ سو سال کے عرصہ میں پوری ہوگئی تو صبح صادق کے آخر میں طلوع آفتاب سے قبل شفق نمودار ہوتی ہے اور آسمان اک دم سرخی مائل نور سے اس قدر سرخ ہو جاتا ہے کہ گویا اس کے کنارے آگ سے دہک رہے ہیں۔ یہ طلوع شفق طلوع آفتاب کی بالکل قریبی علامتیں ہوتی ہیں۔ جس سے وہ اندھیرا بھی ختم ہو جاتا ہے جو صبح صادق کے وقت زمین پر چھایا رہتا ہے یہ روشنی بھی آفتاب ہی کی ہوتی ہے۔ کہیں باہر سے نہیں لائی جاتی جیسا کہ صبح صادق بھی اسی کی روشنی تھی۔ فرق صرف قرب و بعد کا ہوتا ہے کہ شفق کا نور بلا واسطہ خود آفتاب ہی کے ساتھ چلتا ہے۔

ٹھیک اسی طرح آفتاب نبوت کی صبح صادق کے بعد بعثت سے قبل اس آفتاب کی شفق نمودار ہوئی یعنی آفتاب نبوت کے قریبی آثار نمایاں ہونے شروع ہوئے یہی وہ ارہاصات تھے جو ولادت باسعادت سے قبل دنیا کے سامنے آئے بحیرہ ساویہ خشک ہوگیا۔ کسریٰ کے محل کے چودہ کنگرے گر پڑے۔ آتش کدہ ایران جو صدیوں سے مسلسل روشن چلا آ رہا تھا، اک دم ٹھنڈا پڑ گیا

Marfat.com

وغیرہ۔۔۔یہ گویا آفتاب نبوت کی شفق کا ظہور تھا۔جس سے آفاق روشن ہو گئے اور دنیا کو اندازہ ہو گیا کہ طلوع ہونے والا ستارہ کوئی چھوٹا موٹا یا معمولی ستارہ نہیں بلکہ کوئی عظیم ترین سیارہ مطلع کو زینت بخشنے والا ہے جو اب تک نمودار نہیں ہوا تھا۔پس طلوع صبح صادق سے تورات ختم ہوئی تھی اور شفق کے طلوع سے وہ مخلوط تاریکی ختم ہو کر دن کی خالص روشنی کا آغاز ہو گیا۔جس سے آسمان کے کنارے اور زمین کے سارے اطراف سورج کی ابتدائی چمک و دمک سے چمک اٹھے دلوں میں توحید اور دیانت کے استعداد ابھرنی شروع ہوئی اور اطراف و اکناف میں ایسے لوگ ابھرنے لگے جو بت پرستی سے نفور ہو کر توحید کے نام لیوا ثابت ہو گئے اور اب وقت آ گیا کہ آفتاب نبوت طلوع ہو کر ان سب چمکیلی استعدادوں کو ابھار کر قلوب کی زمینوں کو بقعہ نور بنائے۔گویا یہ نورانیتیں طلوع کے آخری آثار اور طلوع کے طلب گار ہوتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ظلمتوں کی انتہا اور نور کی ابتدا اور ناتمامی کی ان پکاروں پر بخشش خداوندی جوش میں آئی اور ان پیاپے طلبوں کے انتہا کو پہنچ جانے پر تکمیل نور کے حل کا سامان عطا فرمایا۔اولاً پو پھٹی صبح صادق کے آثار نمایاں ہوئے جو طلوع آفتاب کی بشارت تھے صبح صادق نے یعنی حضرت مسیح نے اعلان کیا کہ جس نور کو زمین کی تاریکی اور ستاروں کی روشنی مانگ رہی تھی وہ شہنشاہ نور عنقریب آنے والا ہے۔اس کے بعد طلوع شفق ہوا اور ارہاصات نمایاں ہوئے اور طلوع قریب ہو گیا۔ابھی یہ سرچشمہ نور (آفتاب) سامنے بھی نہیں آیا تھا۔صرف پو ہی پھٹی تھی، شفق ہی ابھری تھی کہ ظلمت شب نے فرار ہونا شروع کر دیا۔ستارے اک دم ماند ہو کر منہ چھپانے لگے۔گو وہ محسوس نہیں ہوئے مگر ان کی چھوٹی چھوٹی نورانی ہستیاں نور عظیم کے دریا میں غرق ہو کر منظر عام پر نہیں رہیں۔۔۔یہاں تک کہ ان بشارتوں کے کچھ ہی عرصہ کے بعد آسمان کے چہرہ پر دہکتا ہوا ایک ایسا نور کامل نمودار ہوا کہ اس کے بعد شب ربانی کے لئے کسی نور کی حاجت باقی نہ رہی۔اس لئے سارے انوار اپنا منہ ڈھانپ گئے۔یعنی آفتاب عالمتاب طلوع ہوا اور اپنی لمبی لمبی شعاعوں اور کرنوں سے دنیا کے کھلے اور چھپے ہوئے حصوں تک اس نے منور کر دیا۔

Marfat.com

ہر طرف اسی سرچشمہ نور آفتاب کی نورانی چادریں آفاق پر اس طرح چھا گئیں کہ ظلمت کا کہیں ڈھونڈنے سے بھی اثر باقی نہیں رہا۔ پس جو کام کروڑوں اور اربوں کھربوں ستارے مل کر بھی نہ کر سکتے تھے۔ وہ تنہا آفتاب اور نہ آفتاب کی ذات بلکہ اس سے پھیلنے والی روشنی نے کر دیا اور تدریجی رفتار سے دنیا کی روشنی آفتاب نکلتے ہی مکمل ہوگئی جس کا سامان رفتہ رفتہ ابتداء شب سے ہی کیا جا رہا تھا۔۔۔۔۔۔

☆ لیکن جس طرح طلوع ہوتے ہی سورج سب سے پہلے اپنی کرنیں نقطہ طلوع پر ڈالتا ہے پھر عین مقام طلوع کو روشن کرتا ہے پھر ذرا اور بلند ہو کر پورے مطلع کو روشن کر دیتا ہے اور پھر جوں جوں اونچا ہوتا ہے۔ توں توں روشنی کی تیزی مطلع کے چہار جانب آفاق عالم میں پھیلتی دکھائی دینے لگتی ہے جو مطلع کسی مرکزی حصے میں ہو جس سے روشنی چہار جانب پھیل سکے اور آخر کار پورے عالم کے کونے کونے میں روشنی پہنچ جاتی ہے۔ اندھیرے کمرے بھی روشن ہو جاتے ہیں۔

ایسے ہی آفتاب نبوت نے طلوع ہوتے ہی سب سے پہلے اپنے نقطہ طلوع کو روشن کیا جو آپ کا گھرانہ تھا اور گھرانہ حرم خانہ بنتا ہے تو اولاً محرم نبوی ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نور ایمان سے منور ہوئیں۔ جس کے معنی پورے گھر کے روشن ہو جانے کے ہیں اور **قوا انفسکم واھلیکم نارا** (بچاؤ اپنے نفس اور اپنے اہل وعیال کو دوزخ کی آنچ سے) کا ظہور ہوا۔

پھر نبوت کا آفتاب اور اونچا ہوا تو مقام طلوع پر کرنیں پڑیں اور وہ روشن ہو گیا۔ یہ آپ کا قبیلہ تھا جس میں آپ کا ظہور ہوا اور یہ **وانذر عشیرتک الاقربین** (اور ڈراؤ اپنے قریبی رشتہ داروں کو) کا ظہور تھا اور پھر آفتاب نبوت اور اونچا ہوا یہاں تک کہ پورا طلوع ہو گیا تو مطلع کے ماحول پر روشنی پڑی اور یہ مکہ کا مقدس شہر اور اس کا ماحول تھا۔ جس سے **لتنذر ام القریٰ ومن حولھا** (تاکہ تم ڈراؤ مکہ اور اس کے اردگرد کو) کا ظہور ہوا اور جب کہ اس آفتاب جہانتاب کی روشنی گھر اور شہر وقبیلہ تک محدود رکھنی نہ تھی بلکہ جہانوں کے کونے کونے میں پھیلانی تھی۔

تو جس طرح مادی سورج کا مطلع مشرقی افق کا بلند ترین حصہ رکھا گیا ہے تاکہ وہاں

Marfat.com

سے اس کی روشنی پورے عالم میں پھیل سکے۔ اسی طرح آفتاب نبوت کے لئے مرکز طلوع کعبہ مقدسہ کو تجویز کیا گیا جو ناف عالم اور وسط زمین تھا اور اسے دنیا کی اور ہر چہار سمت سے نسبت مساوی تھی جیسا کہ مرکز کو اپنے دائرہ سے ہوتی ہے تا کہ اس کی کرنیں اگر ایک طرف بحیرہ روم کے کناروں سے ٹکرائیں۔ جس سے اس کی روشنی مغرب کی وادیوں میں پھیلے تو دوسری طرف بحر ہند کی لہروں سے جا لڑیں۔ جس سے مشرقی ممالک ہند و سندھ، ایران و خراسان اور چین و جاپان روشن ہو جائیں اور اگر ایک سمت خلیج فارس کے ساحلوں پر اپنا نورانی سایہ ڈالیں۔ جس سے شمال کے علاقے منور ہوں تو دوسری طرف خشکی میں براعظم مصر و سوڈان کے علاقے چمک اٹھیں۔ اس لئے اس آفتاب کو افق مکہ سے بلند کیا گیا اور آپ نے اس ناف عالم سے آواز دی تو آپ کی صدائے ایمان جگہ جگہ پھیلی۔ سلاطین عالم اور اقوام وملل کو آواز حق سے روشناس کیا اور اس طرح لیکون للعالمین نذیرا (تا کہ وہ (ہمارا پیغمبر) جہانوں کے لئے ڈرانے والا ہو) کا ظہور ہوا۔ پس جیسے مادی آفتاب کے عروج اور چڑھاؤ میں روشنی کے درجات متفاوت ہوتے ہیں جو آفتاب کے تدریجی طلوع و عروج سے نمایاں ہوتے ہیں۔ ایسے ہی آفتاب نبوت میں بھی علمی نور پھیلانے کے درجات متفاوت ہوئے جو اس روحانی آفتاب کے تدریجی ظہور کی صورتوں سے منظر عام پر آ گئے اور آفتاب کا طلوع بالکل نزدیک آ گیا۔

جس طرح ستاروں کی روشنی جزوی ہونے کی وجہ سے ایسی عمومی اور کلی رنگ کی نہیں ہوتی جو پھیلتی ہوئی چلے اور نہ ایسی تیز ہی ہوتی ہے کہ اس کا نورانی سایہ دھوپ اور چاندنی کی طرح پھیل کر تمام اوجھل اور مخفی گوشوں کو بھی نمایاں کر دے۔ اسی طرح سابقہ نبوتوں یعنی شرائع سابقہ کی روشنی جزئیاتی اور مقامی رنگ کی تھی۔ جس سے ان میں کوئی ایسا پھیلاؤ نہیں تھا کہ دنیا کی تمام قوموں کو ان کی متفرق نفسیات کے ساتھ ایک پلیٹ فارم پر جمع کر سکتیں ۔۔۔۔۔۔

☆ اس لئے ان امتوں میں تفقہ واجتہاد کی شان بھی نہ تھی اور مجتہدین کا وجود بھی نہ تھا کہ وہ شریعت ان کی روشنی میں شاخ در شاخ ہو کر آگے چلتی اور عمر دوام حاصل کرتی۔ بالفاظ دیگر امم

Marfat.com

سابقہ میں شرائع اصلیہ تو تھیں مگر شرائع وضعیہ نہ تھیں۔ان میں احکام ضرور تھے مگر ہمہ گیر عقل و اسرار کا وجود نہ تھا۔پس ان میں ذوق واحد تھا۔دنیا کی مختلف قوموں کے مزاج اور امتوں کے رنگ برنگ ذوقوں کا اجتماع نہ تھا۔اس لئے ایک ہی طبقہ اپنے مناسب مزاج اس شریعت کو قبول کرتا تھا اور اس کے ذریعہ نجات حاصل کر لیتا تھا اور وہ درحقیقت اسی کے لئے مخصوص طور پر آسمان سے اترتی بھی تھی۔دوسرے طبقات کے لئے دوسری شریعت اور دوسری پیغمبری درکار ہوتی تھی۔پس دین قومی اور وطنی ہوتا تھا۔عالمگیر اور ابدی نہ ہوتا تھا کیونکہ وہ نجوم ہدایت کا دین تھا جو مخصوص اور محدود روشنی لے کر آئے تھے۔آفتاب ہدایت کا دین نہ تھا جس کی روشنی عالمگیر ہوتی ہے۔۔۔۔۔

☆ پس ان نجوم ہدایت (انبیاء علیہم السلام) کی مثال وبالنجم هم یهتدون کی سی تھی کہ ستاروں کی طرح خود علامات ہدایت تھے لیکن ان سے پھیلنے والی کوئی عمومی اور کلی روشنی نہ تھی جو وقت کی پوری دنیا کو اپنے ہمہ گیر دائرہ میں لے سکتی۔چہ جائیکہ وہ قیامت تک آنے والوں کے لئے حجت ہوتی۔اس لئے ہدایت کا تعلق صرف ان کے ذاتی اسوے سے ہوتا تھا نہ کہ اصولی اور کلی روشنی سے اور یہی اسوے یا مخصوص رسوم عمل بذیل کتاب منضبط کر کے انہیں دے دی جاتی تھیں جو بمنزلہ ایک یادداشت کے ہوتی تھیں۔نہ بمنزلہ ایک قانون کلی یا دوامی دستور العمل کے۔اس طرح اصلاح باطن کے سلسلہ میں نفس امارہ اور شیطانی وساوس کا مقابلہ ان کے تصرفات اور کرامات سے ہوتا تھا جو ذات کے ساتھ وابستہ ہوتی تھیں۔گویا ستاروں اور شہاب ثاقب کی طرح ان کی ذوات ہی خود شیاطین پر پھینک دی جاتی تھیں۔جس سے شیطانی وسواس کا تار پود بکھر جاتا تھا۔گو علمی یا استدلالی قوت دفع وساوس اور رفع مکائد کی نہیں ہوتی تھی جو اصولی طور پر ہمیشہ دنیا کے لئے اس باب میں کارآمد ثابت ہوتی۔اس لئے ان نجوم ہدایت کے یہ مذاہب جزئیاتی اور محدود ہوتے تھے۔جیسے ستاروں کی روشنی جزوی اور محدود ہے۔

لیکن آفتاب نبوت یعنی حضرت خاتم المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کو جو نور دیا گیا ہے وہ رسمی یا علاماتی انداز کا نہیں جو عملی رسوم تک محدود ہو بلکہ علمی اور برہانی اور بیانی اور تبیانی ہے۔جس میں ہر عمل ایک خاص علم اور اصولی حجت کے تابع ہے ہر حکم میں حکمت اور امر میں کوئی نہ کوئی اصولی

Marfat.com

علت ہے۔احکام دین رسمی اور رواجی صورتوں کے نہیں جو شکل محض اور ہیئت خالص ہوں جن کا مقصد نفس کو محض کسی ڈگر پر لگائے رکھنا یا زیادہ سے زیادہ نفس کشی اور ترک لذات کے ساتھ کوئی اندرونی دھیان وگیان اور استغراق ہو۔جس کا نظام اجتماعی سے کوئی تعلق نہیں چنانچہ اس دنیا میں مسلم چند رسوم یا مخصوص قسم کی چند ظاہر علامتوں سے مسلم نہیں کہلاتا بلکہ تحقیق واستدلال اور عقیدہ ومعرفت سے پیدا شدہ ہیئت وعمل سے مسلم کہلاتا ہے جس کے لئے وہ حجت ودلیل اور بصیرت لئے ہوئے ہوتا ہے۔

اس لئے اس کے اسلام کو پہچاننے کے لئے کچھ خاص بندھی جڑی رسمیں نہیں رکھی گئیں۔جنہیں اس سے لگا ہوا دیکھ کر اس کے اسلام کو باور کر لیا جائے اور جب وہ اس کے ہاتھ پیر پیشانی یا گلے میں نہ رہیں تو وہ مسلم نہ سمجھا جائے بلکہ اس کا عقیدہ وعمل اور اس کی بصیرت ومعرفت اس کی پیشانی کا نور اور اس کا طریق عمل طرز سلام وکلام انداز عمل طرز اخلاق وغیرہ اس کے دین پر گواہ ہوتے ہیں۔جس سے اس کا مسلم ہونا معلوم ہوتا ہے اور نہ صرف مجموعہ دین بلکہ دین کی جزئی جزئی حجت ودلیل اور علمی قوت اس کی پشت پر ہوتی ہے۔جس سے اس کا دین قائم اور متعارف رہتا ہے نہ کہ رسم ورواج اور نمائشی علامات۔۔۔۔۔

☆ اس سے صاف واضح ہے کہ نور پاشی کا کام محض آفتاب کی ذات ہی نہیں کرتی بلکہ اس کے آثار بھی کرتے ہیں جس کا نام چمک اور روشنی ہے۔اس لئے قرآن کریم نے ستاروں کی تو ذوات کو ہادی کہا ہے۔وبالنجم هم يهتدون چاندان سے ذرا زیادہ روشن تھا کہ اس کی نورانی چاندنی بھی پھیلتی تھی گو رات کو دن نہ بنا سکتی تھی تو اسے نور کہا والقمر نورا مگر سورج کی چمک اور دمک جبکہ خود سورج کی طرح فعال اور ضیا بخش تھی تو سورج کے ساتھ اس کی روشنی کو بھی اس کی ذات کے ہم پلہ دکھلاتے ہوئے مساوات کے ساتھ ذکر فرمایا تا کہ واضح ہو جائے کہ سورج خود ہی شب ربائی کا کام نہیں کرتا بلکہ اس کے آثار بھی وہی کام کرتے ہیں۔چنانچہ سورج کے ساتھ اس کی چمک کی بھی قسم کھاتے ہوئے مساوی انداز میں ذکر فرمایا۔ارشاد ہوا کہ

والشمس وضحها. ”قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی“۔ اسی طرح فرمایا

Marfat.com

هو الذی جعل الشمس ضیاء. ''اللہ وہ ذات ہے جس نے سورج بنایا اور اس کی چمک بنائی''۔

ظاہر ہے کہ ستاروں میں یہ ضحٰی اور پھیلنے والی چمک نہیں ہوتی بلکہ صرف ان کے روشن اجسام ہی بہ قدر طاقت اجالا کرتے ہیں اور اسی لئے سورج کا لقب سراج (چراغ) رکھا گیا کہ اس کی ایک لو ہی کام نہیں کرتی بلکہ لو سے پھیلنے والی روشنی اور روشنی سے نکلنے والی چمک بھی وہی کام کرتی ہے یعنی چراغ اپنی جگہ قائم رہتا ہے مگر اس سے پھوٹنے والی روشنی اور چمک پورے مکان پر قبضہ کیے رہتی ہے جس سے وہ بھی فائدہ اٹھاتے ہیں جو عین چراغ کے سامنے نہیں ہوتے۔ پس ستاروں کی محض ذوات ہادی ہوئیں۔ چاند کا نور ہادی ہوا مگر ضعف کے ساتھ اور سورج کے ساتھ اس کے ضحٰی (روشنی) بھی ہادی ہوئی اور ضیاء (چمک) بھی ہادی ہوئی اور سراجیت۔۔۔ ہونے والی روشنی بھی ہادی ہوئی جس سے تمام ستاروں میں اس کی ممتاز شان نور بخشی کھل جاتی ہے اور واضح ہو جاتا ہے کہ انبیائے سابقین نجوم ہدایت تھے۔ جن کی ذوات سے دنیا روشن ہوئی تھی لیکن ذوات کے سامنے نہ رہنے سے روشنی ختم ہو جاتی تھی کہ ذوات کے ساتھ پھیلنے والے روشن آثار نہ تھے، جو ذات کے اوجھل ہو جانے پر بھی ضیا پاشی کرتے رہیں لیکن آفتاب نبوت محمدیؐ کے آثار بھی روشنی بخش ہیں۔ جیسے خود ذات روشنی بخش ہے اور ذات کے سامنے نہ رہنے پر بھی اس کی نورانی آثار ذات ہی کا سا کام کرتے ہیں چنانچہ اس کی صبح صادق کے طلوع ہوتے ہی رات غائب ہو جاتی ہے حالانکہ سورج سامنے نہیں آتا مگر اس کی روشنی کے کمالات جو اس سے منفصل ہو کر عالم میں پھیلتے ہیں۔ روشنی اور رہنمائی کا کام ذات ہی طرح کرتے ہیں۔ بخلاف ستاروں کے کہ ان کی کوئی صبح صادق ہوتی ہے نہ شفق ابھرتی ہے، وہ خود ہی طلوع ہو جاتے ہیں۔۔۔۔۔

☆ اور جیسے آفتاب کے لئے محض نور ہی ہونا اصل کمال نہیں بلکہ مصدر نور اور اصل انوار ہونا کمال ہے۔ ایسے ہی آفتاب نبوت، ذات بابرکات نبوی ﷺ کے لئے محض نبی ہونا امتیازی کمال نہیں کہ یہ کمال سارے انبیاء میں مشترک ہے بلکہ مصدر نبوت اور سرچشمہ نبوت ہونا کمال ہے کہ یہ کمال اور انبیاء میں نہیں۔ اس لئے اسکے مخصوص آثار بھی اور انبیاء میں نہیں کہ وہ خاتم بھی نہیں۔

Marfat.com

اور ظاہر ہے کہ جب انبیاء کی نبوتیں آپ کی نبوت سے ماخوذ اور اس کی تربیت یافتہ ہیں تو ولایت و امامت بہ طریق اولیٰ ختم نبوت کا فیض ہوگی۔ اس لئے آپ نبوتوں کا سرچشمہ بھی ہیں اور ولایتوں کا بھی۔ انبیائے سابقین ہوں یا اولیائے لاحقین سب کو نور اس ایک آفتاب سے ملا ہوا ہے۔ فرق اگر ہے تو صرف یہ کہ اگلوں کو آپ سے یہ نور بہ صورت نبوت پہنچا اور پچھلوں کو بہ صورت ولایت۔ پس انبیائے امم بھی آپ ہی سے مستفید ہیں اور اولیائے امت بھی آپ ہی کے دریوزہ گر ہیں۔ نور سب میں ایک اسی آفتاب نبوت کا کارفرما ہے۔ البتہ یہ تفاوت ضرور ہے کہ اگر آئینہ سورج کے سامنے رکھا جائے تو وہ چمک اٹھے گا۔ مگر اس کی یہ چمک دمک جب تک قائم رہے گی جب تک آئینہ سورج کے سامنے حاضر ہے لیکن اگر آئینہ منہ پھیر لے یا اس پر حجاب ڈال دیا جائے تو آئینہ کی چمک دمک اسی وقت ختم ہو جائے گی لیکن اگر آفتاب کی منور شعاعوں سے بیٹری بھر لی جائے جو سورج کی کرنوں کی روشنی اور گرمی دونوں جذب کر لے تو سورج اگر اوٹ میں بھی آ جائے۔ تب بھی بیٹری اپنا کام کرتی رہے گی۔ خواہ اس سے روشنی کا کام لیا جائے یا حرارت ڈالنے کی پہلی مثال اولیائے امت کی ہے اور دوسری انبیاء علیہم السلام کی۔ پس انبیاء علیہم السلام کی نبوت اپنے حدوث میں تو خاتم النبیین کے تابع ہے لیکن بقا میں مستقل ہے مگر اولیائے امت کی ولایت حدوث و بقاء دونوں میں آفتاب نبوت کی محتاج اور دریوزہ گر ہے۔ اس لئے انبیائے سابقین کی نبوتیں جہاں آفتاب کا ظل محض ہیں۔ وہیں ایک گونہ استقلال بھی رکھتی ہیں لیکن ولایت اولیاء حدوث و بقا دونوں میں تابع محض ہے اور آفتاب نبوت سے ہٹ کر کسی درجہ میں باقی نہیں رہ سکتی۔

اب خاتم النبیین کے اس جامع فرائض و رہنمائی کے حاوی نقشہ پر اس تمثیل کی روشنی میں غور کیجئے کہ اس نے عالم میں طلوع ہو کر اس دنیائے کی خدمت کیا کی اور کس طرح اس ظلماتی دنیا کو نورانی سطح کے سب سے اوپر کے حصے پر لے جا کر کھڑا کر دیا جس سے ہر قوم اس کے نور کا اقتباس کرنے پر مجبور ہے اور اس نورانیت کے تدریجی مراتب چونکہ خاتم النبین کی ولادت باسعادت ہی سے شروع ہو جاتے ہیں۔ اس لئے سراج منیر کی اس بلیغ تشبیہ میں ولادت و بعثت اور کارہائے بعثت کا نقشہ دیکھئے۔

Marfat.com

ربیع الاول۔۔

سرمدی بہاروں کا موسم

(مولانا کوثر نیازی)

''ربیع الاول کا مہینہ پوری تاریخ انسانی میں ایک غیری فانی اہمیت کا حامل مہینہ ہے۔ اس مہینے میں وہ ذات بابرکات پہلوئے آمنہ میں ہویدا ہوئی جس نے تاریخ انسانی کے دھارے کا رخ پلٹ دیا۔ جس نے انسانیت کو پستی سے نکال کر عظمت ورفعت کے آسمان پر پہنچایا۔ جس نے دکھی دنیا کو پیغام امن وراحت دیا۔ اسے دکھوں اور آلام کا مداوا بخشا۔ اس کی ان بیڑیوں کو کاٹا جس میں وہ صدیوں سے جکڑی چلی آرہی تھی۔ اس کی پشت پر سے وہ بوجھ اتارے جس کے نیچے وہ قرن ہا قرن سے دبی جارہی تھی اور اسے ایک ایسا اجتماعی نظام حیات دیا جس کو اپنا کر وہ امن وسلامتی کا گہوارہ بن سکتی ہے اور جس میں رنگ ونسل، وطن، قوم اور امارت وافلاس کی بنیاد پر کوئی تفریق اور امتیاز نہیں ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ (فداہ ابی وامی) جس وقت پیدا ہوئے، ساری دنیا ضلالت وگمراہی میں سرگرداں تھی، خدائے واحد سے منہ موڑ کر انسان ہر جگہ ذلیل وخوار ہورہا تھا۔ ہر انسانی معاشرہ مختلف طبقات میں بٹا ہوا تھا۔ اوپر کا طبقہ زیردست طبقے کا خدا بنا ہوا تھا۔ اخلاقی اور اجتماعی امراض پوری طرح گھر کر چکے تھے۔ ہر طرف جنگل کا قانون رائج تھا اور دھرتی انسان کے خون سے انسان کے ہاتھوں لالہ زار ہورہی تھی۔ ایسے عالم میں رسول کریم ﷺ تشریف لائے۔

سید المرسلین کا عالم انسانیت پر بلاشبہ یہ احسان عظیم تھا اور یقیناً وہ دن بڑا ہی اہم تھا جب یہ محسن انسانیت ﷺ عالم آب وگل میں تشریف لائے۔

بہ نظر غائر دیکھا جائے تو عید میلاد النبی ﷺ ہی تمام عیدوں کا مبداء ہے۔ آنحضور ﷺ کا ظہور پر نور ہوا تو خلق خدا کو خدائے تبارک وتعالیٰ کی ہستی کا شعور حاصل ہوا۔

Marfat.com

توحید کا ادراک، وحدانیت کا اقرار، احکام خداوندی کی تعلیم، عبادات کی تفہیم، سب آنحضور ﷺ کی ذات مقدس کی مرہون منت ہیں۔ رمضان شریف اور اس کی فضیلتیں آنحضور ﷺ کی وجہ سے ہم پر ظاہر ہوئیں اور انہی فضیلتوں سے متمتع ہونے کے بعد ہم عید الفطر کی مسرتوں کے مستحق ہوئے۔ اسی طرح آنحضورؐ نے ہی ہمیں حج اور قربانی کے طریقے سکھائے جن کی بنا پر ہمیں عید الاضحیٰ کی خوشیاں نصیب ہوئیں۔ پس جو یوم مبارک عیدین سعیدین کی تقریبات کا مبداء ہے، وہ تو کہیں زیادہ مسرت وابتہاج کا دن ہے جسے ہم سب بڑی عید کا دن کہہ سکتے ہیں"۔

Marfat.com

یوم میلاد ۔۔۔ یوم نجات

(مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی)

میلاد النبی ﷺ بلاشبہ تاریخ انسانی کا عظیم ترین دن ہے۔ اس دن وہ ذات اقدس دنیا میں تشریف لائی، جس نے نہ صرف انسانوں کو بنیادی حقوق عطا فرمائے بلکہ حیوانات، نباتات اور جمادات کے حقوق کو تحفظ دیا۔ بنیادی انسانی حقوق جن کے تحفظ کا اقوام متحدہ کے چارٹر کو ضامن ٹھرایا رہا ہے کل کی بات ہے۔ یہ چارٹر محض الفاظ کا گورکھ دھندہ ہے۔ اس نے اگر کچھ فائدہ دیا تو صرف بڑی طاقتوں کو، تحفظ دیا تو صرف ان کے مفادات کو۔ اس نے ہاتھ مضبوط کیے تو صرف استحصالی طاقتوں کے۔ عملاً یہ چارٹر مظلوم و بیکس قوموں کو ان کے بنیادی حقوق دینے سے قاصر رہا ہے۔ اس کے قوانین سب کے لئے برابر نہیں۔ یہ ادارہ کشمیر اور فلسطین کو آزادی دلانے کے لئے، اپنی ہی قراردادوں پر عمل درآمد کروانے کے لئے وہ طاقت استعمال نہیں کرتا جو کویت سے عراقی قبضہ ختم کروانے کے لئے استعمال کرتا ہے۔ آخر کیوں؟۔

صرف اس لئے کہ کشمیر و فلسطین میں طاقت استعمال کرنے سے مسلمانوں کے حقوق بحال ہوتے ہیں جو بڑے شیطانوں کو منظور نہیں اور کویت پر عراقی قبضہ کے نتیجہ میں ان بین الاقوامی چوروں کی تیل چوری میں رکاوٹ پڑتی تھی۔ کویت کا وہ تیل جو وہ کوڑیوں کے مول حاصل کرتے اور اپنی ضروریات پوری کرنے کے ساتھ ساتھ مہنگے داموں آگے بیچ کر اپنی تجوریاں بھرتے ہیں۔ اس سے محرومی کا خدشہ ہی تھا جس نے ان کو اس تاریخی جرم وظلم پر آمادہ کیا، جس کے نتیجے میں لاکھوں بیگناہ نہتے شہری لقمہ اجل بن گئے۔ آتشیں اسلحے کے بے دریغ استعمال سے بستیاں کھنڈر اور ہرے بھرے کھیت ویرانوں میں بدل گئے۔ کشمیر فلسطین اور کویت کے متعلق یہ متضاد اقدامات، اقوام متحدہ

Marfat.com

کے ذریعے کیے گئے۔ جس سے ثابت ہو گیا کہ عالمی امن کا دعویدار یہ ادارہ کسی قانون یا انسانی قدر کا پابند نہیں بلکہ بین الاقوامی قذاقوں کے ''حقوق'' کا پاسبان ہے۔ بین الاقوامی سطح سے نیچے اتر کر دیکھیں تو حقوق انسانی کے محافظ ملکی قوانین بھی آپ کے سامنے ہیں۔ جہاں نام تو عدل وانصاف کا ہے لیکن حقیقت میں انسانی خون وآبرو کا کاروبار ہو رہا ہے۔ یہاں ملکی وملی آزادی کے سودے ہوتے ہیں۔ عوام احتجاج کریں تو انہیں طفل تسلیاں دینے کے لئے ''تحقیقاتی'' کمیشن بٹھائے جاتے ہیں۔ انہیں غیر متعلقہ امور کی تحقیقات پر مامور کیا جاتا ہے پھر بھی ڈر محسوس ہو کہ حقیقت کسی پہلو سے عیاں ہوا چاہتی ہے تو اسے سرد خانے میں پھینک دیا جاتا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ نمائشی قانون کتنے ہی خوبصورت کیوں نہ ہوں، جب تک ان پر عملدرآمد کی ضمانت ہو، ان کی حیثیت کاغذ کے پھولوں سے مختلف نہیں۔ اس کے برعکس آج سے چودہ صدیاں پہلے تاریکی کے دبیز پردوں کو چیر کر منصۂ عالم پر جلوہ فرما ہونے والے رسول اللہ ﷺ نے دنیا والوں کو جو قانون دیا، اس پر حرف بحرف عمل کر کے دکھایا۔ بقول اقبال۔

ماند شب ہا در حرا خلوت گزید
قوم و آئین و حکومت آفرید

حضور ﷺ کے کارناموں کو جس طرح قرآن نے بیان کیا، اس طرح کوئی کیا بیان کرے گا۔

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ.

''جو لوگ پیروی کریں اس رسول، امی نبی کی۔ جسے اپنے پاس تورات وانجیل میں لکھا پاتے ہیں، یہ نبی ان کو نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے منع کرتا ہے اور ان کے لئے ستھری چیزیں حلال کرتا اور گندی چیزیں حرام کرتا ہے''۔

وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ.

Marfat.com

''اوران سے ان کے بوجھ اتارتا ہے اور وہ پھندے جو ان پر پڑے ہیں''۔

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ.

''تو وہ جو اس پر ایمان لائے اور اس کی تعظیم کی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے ہمراہ اتارا گیا۔ وہی بامراد ہیں''۔ (الاعراف۔۱۵۷)

اس آیت میں حضور ﷺ کا ایک وصف یہ بیان کیا گیا ہے روایات وتفاسیر میں بیان ہے کہ ''کپڑے پر پیشاب لگ جائے تو اسے کاٹ دو۔ مال غنیمت اپنے استعمال میں نہیں لا سکتے۔ حیض والی عورت کے ساتھ بیٹھ نہیں سکتے۔ اس کے ساتھ کھانا کھا نہیں سکتے۔ اس کے ساتھ لیٹ اور اسے ہاتھ نہیں لگا سکتے وغیرہ وغیرہ یہ تو وہ بوجھ تھے جو سرکارؐ نے اتارے اور پھندے مثلاً ہفتہ کے دن مکمل چھٹی۔ کاروبار بند چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے اس دن ایک شخص کو کانوں کا گٹھا لاتے دیکھا تو اس کو قتل کر دی۔ یونہی قتل کے مسئلہ میں دیت کا تصور نہ تھا صرف قصاص تھا۔ توبہ کرنے کے لئے اپنے آپ کو قتل کرنے کا حکم تھا۔

لیکن قرآن، حدیث اور بائبل کے گہرے مطالعے سے جو حقیقت سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ درج بالا احکام شرع بے شک سخت تھے جس کی وجہ وقتی تقاضے اور قوم بنی اسرائیل کی افتاد طبع تھی۔ ان کی عمومی سرشت پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ اللہ و رسولوں کے سخت نافرمان و بے ادب تھے۔ اپنے محسنوں سے بے وفائی کرنے والے متلون مزاج اور احسان فراموش تھے۔ ایسی قوم کے لئے احکام شرع میں سختی ہی مناسب تھی لیکن سوال یہ ہے کہ اس صورت میں احکام خداوندی کو طوق وزنجیر اور بوجھ طوق اتار پھینکتے ہیں۔ ایک عام ذہن میں طرح طرح کے وسوسے پیدا کرتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ایسی آیات پر ذرہ گہری نظر ڈالی جائے اور مفہوم میں توسیع کی جائے۔ سو عرض ہے کہ وہ بہت سے ''طوق ذبوجھ'' ہمیں قرآن کریم سے معلوم ہو جاتے ہیں۔ سنت اور بائبل سے اور تاریخ سے اس کی مزید تائید ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

دنیا میں ظلم کے علمبردار

دین اسلام میں سب سے اہم فرض ظلم کو مٹانا اور عدل قائم کرنا ہے شرک کفر اور دھریت بلاشبہ ظلم ہے کہ خالق و مالک کے مقام عظمت پر مخلوق کو براجمان کرتا ہے لیکن ظلم کی دوسری اور بڑی صورت مخلوق کے حقوق مارنا اور ان کی آزادی سلب کرنا ہے۔ ظلم کی پہلی قسم باوجود ظلم عظیم ہونے کے، اسلامی نظام حکومت میں ایک حد تک قابل برداشت ہے نبی کریم ﷺ نے حرم و مکہ مدینہ شرفھما اللہ میں کافروں اور منافقوں کو اہل ایمان کے مساوی حقوق دیئے۔ ان کی جان و مال، عزت و آبرو کا تحفظ کیا۔ ان کے دینی شعار و تعلیم کی اجازت دی بلکہ بعض مراعات مسلمانوں سے زیادہ ان کو دیں۔ آج اور قیامت تک مسلمان حکومتیں اپنے غیر مسلم رعایا کو ان مراعات سے محروم نہیں کرسکیں اور نہ کرسکتی ہیں۔ خواہ کفار اپنے لینے والے مسلمانوں کو وہ تحفظات دیں یا نہ دیں۔

لیکن مخلوق خدا کو ان کے حقوق سے محروم رکھنا اور ان پر زیادتی کرنا۔ ایک آن کے لئے بھی اسلام میں قابل برداشت نہیں۔ دراصل مخلوق خدا کی گردنوں میں ڈالے گئے طوق اور ان کی کمر توڑنے والے بوجھ ظلم کا یہی نظام ہے، جس نے دنیا کو پہلے کی طرح آج بھی جہنم زار بنا رکھا ہے۔ اس ظلم کے تین بنیادی ستون ہیں۔ ۱۔ ظالم حکمران، ۲۔ جاگیردار اور سرمایہ دار طبقہ، ۳۔ اور وہ علماء و مشائخ جو مذہب کی من مانی تفسیر کر کے ان ظالموں کے وجود و دوام کا بڑا سبب ہیں۔ ظالم حکمران، جاگیرداروں، سرمایہ داروں سے الگ نہیں، ان کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ یہی بڑے مختلف شکلوں میں دنیا میں ہر جگہ ظلم کی آگ بھڑکا رہے ہیں۔ یہی امن و امان کو غارت کرنے والے، فتنہ و فساد برپا کرنے والے، وسائل رزق پر قبضہ جمانے والے اللہ کی نعمتوں کو صرف اپنے نام الاٹ کروانے اور عوام کو بدامنی، مہنگائی اور غربت و محرومی کا ماحول دینے والے ہیں۔ ایسے میں قراردادوں اور قوانین سے امن قائم ہونا محال ہے۔ ناممکن ہے، سراب ہے اور بقول علامہ اقبال

تدبر کی فسوں کاری سے محکم ہو نہیں سکتا
جہاں میں جس تمدن کی بناء سرمایہ داری ہے

Marfat.com

علماء، وارثان انبیاء ہیں۔ اگر اس ظلم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کریں تو ان پر خدا کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں، قیام عدل کے لئے ان کو رب کی طرف سے خلافت ارضی عنایت ہوتی ہے بشرطیکہ یہ مانگنے والے نہ ہوں دینے والے ہوں یہ قرآن میں اللہ کا اپنے نیک بندوں سے وعدہ ہے۔ لیکن ان اللہ کے بندوں نے خدا سے ڈرنے اور اس سے مدد مانگنے کی بجائے انہی ظالموں کو اپنا داتا بنا رکھا ہے۔ یہ اسلامی نظام کے قیام سے متعلق ان کے جھوٹے اعلانات پر ان کی خوشامدانہ تعریف و توصیف کرتے ہیں مگر ان کے حقیقی عملی انکار پر صدائے احتجاج بلند نہیں کرتے۔ ان حضرات نے محدود مفادات کے بدلے اس کافرانہ نظام سے صلح کر لی ہے اور یہی صلح دراصل ظالموں سے عملی تعاون اور ان کے ساتھ انہیں برابر کا شریک ٹھہراتی ہے۔ تاہم سب برابر نہیں۔ ایسے حق کے علمبردار اور غیرت مند بھی ہیں جو اس ظالمانہ نظام کے خلاف برسرپیکار رہے اور ہیں اور بڑی بڑی قربانیاں دے رہے ہیں مگر اکثریت (مشائخ ہوں یا علماء) ان ''بڑوں'' کی حامی رہی ہے اور ہے۔

بہر حال ظالم حکمران، جاگیردار اور سرمایہ داروں سے سرمایہ بٹورنے والے علماء مشائخ جو ظلم کے دوام کا باعث، ان کے مدد و معاون بلکہ دعا گو ہیں۔ انہی تین طبقات پر موجودہ بدامنی، خلفشار، عوام کی پریشانی و بدحالی غربت جہالت اور بیروزگاری اور بے راہ روی کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ لہذا عوام کی اکثریت کا صدیوں سے محروم و محکوم و مجبور ہونا، دراصل وہ طوق بیڑیاں اور بوجھ ہیں، جن کو رحمۃ اللعالمین ﷺ اتار پھینکنے دنیا کو ان استحصالی قوتوں سے نجات دلانے اور اللہ کی بے پایاں نعمتوں کے وہ دروازے جو صدیوں سے عوام پر بند تھے، ان کو ہر اپنے بیگانے پر کھولنے کے لئے رونق بزم کائنات ہوئے۔ بقول علامہ مرحوم

کس نہ باشد در جہان محتاج کس
خلق و تدبیر و ہدایت ابد است
نکتۂ شرع مبیں ایں است و بس
رحمۃ للعالمینی انتہا ست

Marfat.com

پس طوق وزنجیر سودی نظام ہے۔ سرمایہ داری وجاگیرداری اور بادشاہی کا وہ ملعون سسٹم ہے، جس نے نوے فیصد عوام کو محروم اور دس فیصد بڑوں کو وسائل رزق کا مالک بنا رکھا ہے۔ ان دس فیصد میں بہ مشکل دو فیصد فطری ایمانداری سے عوام کی بھلائی کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں، جس سے رفاہی ادارے قائم ہیں۔ باقی ۹۸ فیصد وہ ہیں جو قتل، فساد، چوری، ڈاکے، اغوا، بدکاری، ظلم، سود، جواء، بے حیائی اور دوسرے جرائم کا سبب ہیں۔ سارا قانون اور حکومت کی ساری مشینری اور تمام قومی خزانہ، ان کے قیام وطعام، دوام اور تحفظ کے لئے وقف ہیں۔ یہ وہ طوق اور بوجھ جو صدیوں سے انسانی کمر کو دبائے اور توڑے جارہے ہیں اور مصطفوی انقلاب کی صدا انہی کے خلاف ہے۔

قرآن کا انقلابی اعلان

نبی کریم ﷺ اور قرآن نے ان مظلوموں اور مقہوروں کی دستگیری فرمائی۔ ارشاد باری تعالیٰ۔

اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ.

''بے شک ملوکیت کے نمائندے جب کسی بستی (یا ملک) میں داخل ہوں اسے ویران کر دیتے ہیں اور اس کے عزت والے باشندوں کو ذلیل کرتے ہیں اور یہ (ظالم) یہی کچھ کرتے ہیں''۔ (النمل ۳۴)

آ بتاؤں تجھ کو رمز آیہ اِنَّ الْمُلُوْک
سلطنت اقوام عالم کی ہے اک جادوگری
نیند سے بیدار ہوتا ہے کہیں محکوم اگر
پھر سلا دیتی ہے اس کو حکمراں کی ساحری

چونکہ مفاد پرست علماء ومشائخ کی ایک بڑی تعداد ہر دور میں ان ''بڑوں'' کی پشت پناہ رہی ہے، آج بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گی لہذا قرآن نے دوسرا بڑا اعلان کیا: ''اے ایمان والو، یقین جانو کہ بہت سے علماء اور مشائخ لوگوں کا مال باطل طریقوں سے کھاتے اور اللہ کی راہ

Marfat.com

سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونا چاندی سمیٹتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں ''غریبوں، ضرورت مندوں پر) خرچ نہیں کرتے تو ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو۔ جس دن اسے جہنم کی آگ پر تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیوں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا اور کہا جائے گا، یہ ہے (وہ مال) جسے تم نے اپنے لئے سمیٹا تھا۔ آپ چکھو اپنے سمیٹے ہوئے کا مزہ''۔ (التوبہ ۳۵) علامہ مرحوم نے اسی لئے تو کہا تھا

چیست قرآں خواجہ را پیغام مرگ
دستگیر بندہ بے بال و برگ

یعنی یہ قرآن تو سراسر ''بڑوں'' اور وڈیروں کے لئے پیغام موت ہے جو بے بس مجبور مخلوق پر مسلط ہیں یہی وجہ ہے کہ استحصالی گروہوں کا ہر فرد سر پر ہاتھ رکھ کر نالہ کناں ہے۔

الحذر آئین پیغمبرؐ سے سو بار الحذر
حافظ ناموس زن مرد آشنا مرد آفریں

چونکہ علماء سے شیطان کو ڈر تھا کہ قرآنی تعلیم عام نہ کریں، مبادا کہ انسانیت بیدار ہو جائے اس لئے ان استحصالی طاقتوں کے نمائندہ ایجنٹوں نے انہیں ایسے اختلافی مسائل میں الجھا دیا جن سے فی الحال چھٹکارا ناممکن نظر آتا ہے۔ ان کی توجہ غیر متعلقہ مباحث کی طرف پھیر دی ہے۔

ہے یہی بہتر الہیات میں الجھا رہے
یہ کتاب اللہ کی تاویلات میں الجھا رہے

عید میلاد ستائے ہوئے انسانوں کی ضرورت

اے ظالموں کے ہاتھوں میں محکوم لوگو، قرآن کا ترجمہ پڑھو نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کا مطالعہ کرو، تمہیں پتہ چلے گا کہ اسلام کیا ہے اور اس کو کیوں چھپایا جا رہا ہے۔ اتنا انقلاب آفریں نظام کہ جس کے بھیجنے والے رب نے سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کو تمام فساد کا سبب بتایا جو علماء و مشائخ ان کی اندھی تائید کریں ان کی مذمت کی۔ جس کے بانی رسول ﷺ نے کبھی دنیا

Marfat.com

میں کوئی دولت جمع نہ کی۔ دنیا و آخرت کا بادشاہ ہوتے ہوئے کوئی محل نہ بنایا۔ شان و شوکت یا ٹھاٹھ کی زندگی بسر نہ کی۔ فقیرانہ زندگی بسر کی۔ ہر کام اپنے ہاتھ سے کیا۔ جائز محنت کو کبھی باعث عار نہ سمجھا۔ ہمیشہ غریبوں میں رہے کبھی ان سے جدا نہ ہوئے جو سرمایہ دار مسلمان ہوئے ان کو بھی اپنے رنگ میں رنگ دیا۔ تمام مال و دولت غریبوں پر صرف کر کے وہ بھی فاقہ مست فقیر بن گئے۔ بیوہ یتیم مسکین اور دھتکارے ہوئے انسان کیا، دکھیارے حیوان درد لے کر آئے، درماں پا کر لوٹے۔

ضرورت ہے کہ عوام کتاب و سنت کی تعلیم حاصل کریں۔ عربی نہیں آتی تو اردو، انگلش تراجم سے مدد لیں۔ خود دیکھیں کہ اسلام میں اختلافی فروعی مسائل کی بھرمار ہے، یا مظلوم انسانوں کے لئے پیغام امن و سکون۔ لاکھوں سلام ہوں اس آقا پر جس نے ٹوٹا بوریا اپنا بستر بنا کر خاکساروں اور خاک نشینوں کو عزت بخشی۔ کروڑوں درود ہوں اس آقا پر، جس نے آقاؤں کو حکم دیا کہ غلاموں کو، اپنا بھائی سمجھو غلام نہیں۔ ان کو وہی کھانا کھلاؤ جو خود کھاتے ہو۔ وہی لباس پہناؤ جو خود پہنتے ہو۔ (بخاری و مسلم)

بات سرسری سن کر گزر جانے کی نہیں۔ ٹھہریں غور کر لیں دیندار لوگ انقلابی ذہن بنائیں انقلابی کہلانے والے، انقلاب کا مفہوم سمجھیں اور توفیق ہو تو اس پر عمل کریں، آقائے کائنات فرماتے ہیں غلاموں کو زندگی کی وہی سہولتیں دو جو تمہیں حاصل ہیں۔ ان کے کھانے پینے رہنے سہنے تعلیم علاج اور دیگر ضروریات زندگی اسی طرح پوری کرو جیسے اپنی پوری کرتے ہو۔ مزدوروں اور پریشان کسانوں کے مسائل اسی طرح حل کرو جیسے اپنے۔ چھوٹوں کو غربت کی وجہ سے چھوٹا اور بڑوں کو حرام دولت کی وجہ سے بڑا نہ سمجھو۔ جو اچھا ہے بڑا ہے جو برا ہے چھوٹا ہے ذلیل ہے، حقیر ہے، خواہ کتنا ہی دولت مند فرعون کیوں نہ ہو۔

اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و نظر کا انقلاب
بادشاہوں کی نہیں اللہ کی ہے یہ زمین

سلام ہوں اس آقا پر جس نے کافر سرداروں کی یہ فرمائش کبھی پوری نہ کی کہ اپنی محفل

Marfat.com

سے غریبوں کو نکالو تو ہم آئیں۔ غرور کے ان پتلوں نے نہ آنا تھا نہ آئے لیکن جو غریب اس چوکھٹ پر بیٹھ گئے جنت کے مالک بن گئے۔ پھر دنیا کی کوئی طاقت ان کو آقا کے قدموں سے اٹھا نہ سکی۔

اک دن وہ مل گئے تھے سر رہگذر کہیں
پھر دل نے بیٹھنے نہ دیا عمر بھر کہیں

غریب پروری کا یہی پیغام تھا جسے سرکار کے فقیروں نے دنیا کے کونے کونے میں پہنچایا۔ سلام ہوں غریب پرور آقا ﷺ پر، سلام ہوں آپ کے خدام رضوان اللہ علیہ اجمعین پر اور سلام ہو یقین کرنے والے خواص وعوام پر۔

Marfat.com

اک نئے دور کا آغاز تھا آنا ان کا

(ریاض حسین چودھری)

حضور ﷺ کی ولادت باسعادت تاریخ انسانی کا سب سے بڑا واقعہ ہے اس لئے کہ یہ ایک منفرد نورانی ولادت تھی جس میں بے شمار معجزات رونما ہوئے، بشارتوں کا تانتا بندھ گیا اور قدم قدم پر انوار و تجلیات کا ظہور ہوا کہ آنے والے رسول محتشم ﷺ نے کائنات کے ہر گوشے کو منور و تاباں کرنا ہے۔ ایک طرف حضرت آمنہؓ کی دلجوئی اور جمع خاطر کے لئے جنتی خواتین ''حورالعین'' اور حضرت سیدہ آسیہؑ اور حضرت مریمؑ کو بھیجا گیا کہ وہ بھی حضور ختمی مرتبت ﷺ کے جشن ولادت میں شرکت کا اعزاز حاصل کریں، حضرت آمنہؓ کے لئے تسلی و تشفی کا باعث بنیں۔ نہیں دلاسہ اور حوصلہ دیں اور انہیں باور کرائیں کہ آمنہؓ تیرے قدموں پر کونین کی دولت نثار کہ تو تاجدار کائنات ﷺ کی ماں بننے کی سعادت حاصل کرنے والی ہے۔۔۔ دوسری طرف حضرت آمنہؓ سے ایسے نور کی ضوء فشانی ہوئی جس سے شرق و غرب تک اجالا پھیل گیا۔ مخدومہ کائناتؓ نے اس روشنی میں شام کے محلات دیکھے حتی کہ بصرہ میں چلتے پھرتے اونٹوں کی گردنیں بھی اس سرمدی روشنی میں صاف دکھائی دیں۔

قرن با قرن سے ہوا نے وقت کے چہرے پر ان گنت خراشیں کھینچ دی تھیں۔ قدم قدم پر کفر و شرک کی ظلمتوں نے خیمے گاڑ رکھے تھے۔ شرف انسانی کی بحالی کا ہر تصور تنگی خواہشات کی گرد میں گم ہو چکا تھا۔ کرہ ارضی قریہ جبر میں تبدیل ہو چکا تھا۔ ہر طرف بربریت، درندگی اور وحشت کا راج تھا۔ انسان انسان پر خدائی کا خواب دیکھ رہا تھا۔ ذہنوں میں خدا بننے کا فتور سمایا ہوا تھا اور حیوانی معاشرے کی ساری تاریکیاں، جنگل کی ساری ظلمتیں انسانی معاشروں میں در آئی تھیں۔

Marfat.com

اخلاق نام کی کوئی چیز ڈھونڈے سے نہیں ملتی تھی۔ آئینہ خانے میں ہر عکس اپنی پہچان سے محروم ہو چکا تھا۔ فاران کی چوٹیوں پر آفتاب رسالت کے ظہور سے ظلمت شب کو رخت سفر باندھ کر رخصت ہونا پڑا۔ ہر طرف روشنی ہو گئی۔ ہوائے تازہ نے صدیوں سے مقفل دروازوں پر دستک دی اور حیات انسانی بہار جاوداں کی لذتوں سے ہمکنار ہوئی۔ دختر حوا کے پاؤں کی زنجیریں کٹیں اور ایک نئے دور کا آغاز ہوا، جو خیر اور روشنی کا دور تھا۔ اس نور اول الخلائق کی کیا شان نورانی ہو گی کہ شام اور مصر کے محلات اور بازار ہی نہیں کائنات رنگ و بو کے ہر گوشے اور ہر قریے میں روشنی نے ہر چیز کو رخشندگی اور تابندگی بخش دی تھی۔ وہ رسول اعظم ﷺ دنیا میں تشریف لائے جو اپنی شان اعجازی میں نیکی، طہارت، پاکیزگی اور بندگی کا حرف آخر ہیں۔

ظہور قدسی کے وقت افق کائنات پر تاجدار کائنات ﷺ کی حکمرانی کی بشارتیں طلوع ہوئیں۔ مشرق و مغرب میں حضور ﷺ کے ظہور پر نور کا مژدہ سنایا گیا۔ اے اولاد آدم! مبارک ہو کہ تیرا نجات دہندہ آ گیا ہے۔ اب جھوٹے خداؤں کے پنجہ استبداد سے تیری رہائی کا پروانہ جاری ہو گا۔ اب ہاتھ سے تراشے ہوئے بتوں کے سامنے انسان سربسجود نہیں ہو گا۔ اب اس کے دامن صد چاک میں ایمان کا نور بھر دیا جائے گا۔ اب اسے خوف خدا کے سوا ہر خوف سے آزاد کر دیا جائے گا۔ سیدہ آمنہؓ کو تین پرچم دکھائے گئے۔ ایک شرق عالم کے بُعد میں، دوسرا غرب عالم کی وسعتوں میں اور تیسرا پرچم خانہ کعبہ کی چھت پر نصب تھا۔

تاجدار کائنات ﷺ کی ولادت باسعادت پر کائنات کا ذرہ ذرہ خوشی سے جھوم اٹھا۔ عرش سے فرش تک نور کی ایک چادر سی تان دی گئی۔ اخوت اور محبت کی خنک چاندنی چاروں طرف بکھر گئی۔ خوشبوئے اسم محمد ﷺ سے فضائیں معمور ہو گئیں۔ ساعتیں درود پڑھنے لگیں، مرحبا سیدی یا رسول اللہ ﷺ! آپ آئے تو برہنہ شاخوں پر پھول کھل اٹھے۔ آپ آئے تو کہکشاں نے جھک کر زمین کو سلامی دی، کشت دیدہ و دل میں ابر کرم ٹوٹ کر برسا، نہاں خانہ دل میں ہی نہیں بنجر زمینوں کو بھی روئیدگی کی چادر عطا ہوئی، صحرا کے تشنہ ہونٹوں سے آب خنک کے چشمے پھوٹ

Marfat.com

پڑے، فصیلِ گلستاں پر چراغ جلنے لگے، شبنم کے موتی چاروں طرف بکھر گئے، دھنک کے رنگ آسمانوں سے اتر کر زمین پر جلوہ گر ہوئے، معبدوں میں بت اوندھے منہ گر پڑے، اندھیروں نے غاروں میں منہ چھپالیا اور ہوا کا دامن روشنی سے اور خوشبو کا آنچل چاندنی سے بھر گیا، کائنات عروج آدم خاکی پر جھوم اٹھی اور آسمانوں نے بڑھ کر زمین کے قدم چھو لئے، اس لئے کہ آقا حضور ﷺ اس زمین کو آپ کی قدم بوسی کا اعزاز حاصل ہو رہا ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ! مکے کی یہ زمین جو آپ کے قدموں کو بوسہ دے رہی ہے اس پر کونین کی دولت نثار۔

کائنات انقلاب آفریں تبدیلیوں سے آشنا ہو رہی تھی۔ پیغمبر انقلاب دنیائے رنگ و بو میں تشریف لانے والے تھے۔ فضائیں پیغام تہنیت سے گونج رہی تھیں۔ شاخ تمنا ثمر بار ہوئی اور بارگاہ خداوندی میں جھک کر سجدہ شکر بجالائی کہ اے مالک ارض و سما! تو نے میری فریاد سن لی، تو نے میری دعاؤں کو قبولیت کی خلعت فاخرہ عطا کی، تو نے اپنا محبوب بھیج کر ہم پر احسان عظیم کیا۔ اے رب العالمین اس احسان پر ہم مسرت کا اظہار کرتے ہیں اور تیری بارگاہ میں سربسجود ہیں کہ تو اپنی مخلوقات کی دعاؤں کو قبولیت کا شرف عطا کرتا ہے، تو ان کی دستگیری کرتا ہے اور ان کی مشکل کشائی کرتا ہے تو ان کا روزی رساں ہے اور لمحات غم میں تو ہی ٹوٹے دلوں کا سہارا بنتا ہے۔ اے مالک ارض و سما! تو نے سسکتی اور بلکتی ہوئی انسانیت کے زخموں پر مرہم رکھنے کے لئے محسن انسانیت ﷺ کے وجود مسعود کو دنیا میں بھیج کر اپنے بندوں پر احسان عظیم کیا ہے کہ بنجر زمینوں پر سبزے کی چادر بچھ گئی ہے اور سینہ سنگ کو چیر کر آب شیریں کے چشمے رواں دواں ہو کر تشنہ زمینوں کی پیاس بجھا رہے ہیں۔ تیرے رسول آخر ﷺ کی پذیرائی کے لئے کون و مکاں کا ذرہ ذرہ اپنی آنکھوں میں سمٹ آیا ہے۔

شب ولادت کائنات ارض و سماوات کی ایک منفرد اور عظیم رات تھی۔ اس رات کے جلو میں آفتاب رسالت طلوع ہو رہا تھا۔ مقصود کائنات، فخر موجودات حضرت محمد ﷺ اس عالم رنگ و بو میں تشریف لا رہے تھے۔ اس رات کے انتظار میں تمام مخلوقات خداوندی قرن ہا قرن سے چشم

Marfat.com

براہ تھیں۔ اس لمحہ مسرت کی پذیرائی کے لئے عرش سے فرش تک جشن میلاد بپا تھا۔ آسمان سے زمین تک پیغامات تہنیت کا تانتا بندھ گیا۔ پوری کائنات جھوم اٹھی۔ اجرام فلکی وجد میں آ گئے۔ فضائیں صل علی کے نغموں سے معمور ہوگئیں۔ زمین اپنے بخت رسا پر پھولے نہیں سماتی تھی۔ آج اسے اس شاہکار خداوندی کی قدم بوسی کی سعادت حاصل ہو رہی تھی جس کے تصدق میں اس کائنات رنگ و بو کو تخلیق کیا گیا تھا۔

سب کچھ تمہارے واسطے پیدا کیا گیا
سب غایتوں کی غایت اولیٰ تمہی تو ہو

جنتوں اور آسمانوں کے دروازے کھول دیئے گئے کہ فرشتو اور حورو! جشن میلاد مناؤ کہ آج کی صبح صاحب معراج کے دنیا میں تشریف لانے کی صبح ہے۔ آج کے سورج کی پہلی کرن مکے کی زمین کو بوسے دے گی کہ مبارک ہو در یتیم آمنہؓ جو تمام انبیاء کا سردار ہے، جس کے سر اقدس پر ہم نے ختم نبوت کا تاج سجایا ہے اور جس کے ہاتھ میں شفاعت کا پرچم دیا ہے ہمارا وہ محبوب رسول مکے کی زمین کو اپنی قدم بوسی کا اعزاز بخشے گا۔ بہارو! وجد میں آ جاؤ، ستارو! جھوم جاؤ، خوشبوؤ! بڑھ کر میرے محبوب کے قدموں سے لپٹ جاؤ، یہی تاجدار کائنات ہے، یہی پیغمبر ازل ہے، یہی رسول اول و آخر ہے۔ قسم ہے مجھے اپنی عزت کی اگر محمد ﷺ کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو یہ زمین ہوتی اور نہ یہ آسمان، نہ چاند، نہ ستارے، کائنات میں جو کچھ بھی ہے وہ میرے محمد ﷺ کے قدموں کی خیرات ہے۔

ایمان والو! اس خیرات سے جھولیاں بھر لو، در مصطفیٰ ﷺ پر لوٹ آؤ کہ یہیں سے تمہیں مجھ تک رسائی کا راستہ ملے گا۔ دین و دنیا میں فلاح پانا چاہتے ہو اور دنیا کی امامت کے آرزومند ہو تو آؤ میرے اس رسول کی چوکھٹ پر آ جاؤ، دین و دنیا کے تمام اعزازات تمہاری جھولی میں ڈال دیئے جائیں گے، اسی رسول ﷺ کا راستہ سیدھا راستہ ہے۔ اب حشر تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ تمام انبیاء کی شریعتیں آج سے منسوخ تصور ہوں گی۔ صرف شریعت محمدی ﷺ جاری

Marfat.com

ہوگی۔ ہم اس رسول ﷺ کو اپنی آخری کتاب دیں گے۔ یہ آسمانی ہدایت کی آخری دستاویز ہے۔اس کتاب کا ایک ایک حرف دائمی معجزہ بن کر قیامت تک محفوظ و مامون رہے گا۔

شب میلاد وہ سہانی اور نورانی رات تھی جب کائنات میں معنوی انقلاب کا آغاز ہوا۔ ظلمت شب کافور ہوئی اور ہر چیز انوار و تجلیات الٰہیہ میں نہا گئی۔نور مجسم اس عالم رنگ و بو میں تشریف لائے تو نور کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر پوری کائنات میں موجزن ہوگیا۔نوری اجرام جھک جھک کر اس نوری تموج میں اضافہ کررہے تھے۔فرشتے جھانک جھانک کر اپنے اشتیاق دید اور شوق فراواں کا مظاہرہ کررہے تھے کہ کب وہ نور کا پیکر جلوہ بار ہو اور فرشتوں کے امیر اسے لے کر دیدار عام کرائیں اور کائنات کو زیارت کا شرف بخشیں کہ اب حشر تک اس رسول محتشم کی حکمرانی ہوگی اور اس کی اتباع و اطاعت ہی دنیا میں فلاح اور آخرت میں نجات کی ضامن ہوگی۔

شب میلاد، ستاروں کا جھکنا، انوار کا چمکنا، عناصر فطرت کا اشتیاق، حور و غلمان کا استقبال، محلات شام و بصریٰ کا نظر آنا، حضرت آسیہؓ اور حضرت مریمؑ کی تشریف آوری، جنتوں اور آسمانوں کے دروازوں کا کھلنا، مخدومہ کائنات حضرت آمنہ کو دودھ کی طرح سفید مشروب کا پیش کیا جانا، مشرق و مغرب کے ساتھ خانہ کعبہ کی چھت پر پرچم کا لہرانا، آپ کی پشت مبارک پر مہر نبوت کا ثبت ہونا، سراپا معجزات کا ایک سلسلہ ہے کوئی استعارہ یا علامت نہیں اور نہ یہ ولادت باسعادت کی تخیلاتی تصویر کشی ہے۔ایسا سوچنا مقام ختمی مرتبت اور شان خداوندی کو نہ سمجھنے کے مترادف ہے۔ یہ سب کچھ اللہ رب العزت کی قدرت مطلقہ کے مظاہر ہیں۔ان کا انکار رب کائنات کی قدرت کاملہ کا انکار ہے اور یہ انکار کفر کی دلدل میں لے جاتا ہے۔رب کائنات ہر چیز پر قادر ہے۔ولادت پاک کے حوالے سے معجزات کا ظہور بھی اسی ذات اول و آخر کی رضا و منشا کا مظہر ہے۔ یہ جو کچھ ہوا ایسا ہونا بھی چاہئے تھا۔اس شان و شوکت کے حامل افراد کی آمد پر ماحول میں تغیر آجانا ایک فطری سی بات تھی اور پھر یہ تو شب ولادت تھی اس رسول معظم ﷺ کی جس کی خاطر تمام جہانوں اور تمام مخلوقات کو پیدا کیا گیا تھا۔اس شب عرشیوں اور فرشیوں میں اشتیاق دید

Marfat.com

کا پیدا ہونا ایک فطری امر تھا اور ایسا واقعتاً ہوا بھی۔ ایسے عظیم انسانوں کی آمد پر منجمد زندگی متحرک ہو جاتی ہے، جمود مسلسل کا دامن تار تار ہو جاتا ہے اور موجوں میں تموج کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں، فتنہ و شر کے مراکز پر دھول اڑنے لگتی ہے اور کائنات کی ہر شے جھوم اٹھتی ہے۔ عرش سے فرش تک مسرت کے شادیانے بجائے جاتے ہیں۔ تاریک ویرانے منور اور سنسان مقامات آباد ہو جاتے ہیں۔ تاریک ویرانے منور اور سنسان مقامات آباد ہو جاتے ہیں۔ یہ دستور دنیا اور آئین تہذیب ہے اور ایسے پر مسرت مواقع پر یہ زیب بھی دیتا ہے۔ وہ تو کائنات کے بادشاہ، انسانیت کے محسن، تاجدار ارض و سما، محبوب رب العالمین اور نبی آخر الزماں ﷺ تھے اور ہیں۔

اگر ان کی تشریف آوری پر غیر مرئی جہاں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور ہر طرف نور کی بارش ہونے لگی اور نور کی ان لہروں میں غیر معمولی تموج پیدا ہونے لگا اور اہل نظر نے حضور ﷺ ہی کے رب کی برکت سے ان بے پایاں معجزات کو دیکھ لیا یا قدرت خداوندی نے انہیں گواہی کے لئے دکھا دیا تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے! یہ سب معجزات حضور ﷺ ہی تو ہیں۔ معجزات کہتے ہیں خرق عادت واقعات کو ہیں اور یہ معجزات اللہ کی جلالت اور اس کی حاکمیت کے مظہر ہوتے ہیں۔ ان معجزات، عجائبات اور واقعات کو حقیقی واقعہ کے طور پر تسلیم کر لینے میں کیا امر مانع ہے! ان واقعات کو حقیقت پر محمول کرنا ہی قرین انصاف اور قرین قیاس ہے۔ ایمان و دیانت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ان واقعات کو حقیقت تسلیم کیا جائے۔ تاویلات، استعارات اور تمثیلات و تشبیہات کا سہارا وہاں لیا جاتا ہے جہاں حقیقت متعذر اور ناممکن ہو، یہاں تو حقائق اور سیاق و سباق خود بدل رہے ہیں کہ یہاں کسی مجاز کی ضرورت ہی نہیں۔ مقام نبوت کی رفعت اور شان محبوبیت کی انفرادیت متقاضی ہے کہ ان روایات کو توڑنے مروڑنے کی بجائے انہیں من و عن تسلیم کر لیا جائے کہ اتباع رسول اور اطاعت و اتباع رسول کا بھی یہی تقاضا ہے کہ اپنے نبی ﷺ کے ہر معاملے میں صدیق باوفا کی پیروی کی جائے، معجزہ معراج کی تصدیق کی طرح ہر اس امر کو تسلیم کیا جائے جو حضور ﷺ کی عظمت و رفعت کو آشکار کرتا ہو۔

Marfat.com

حضور ختمی مرتبت ﷺ کی ولادت باسعادت کے پر مسرت موقعہ پر ان حیرت انگیز، حیر العقول اور معجزنما واقعات کے علاوہ ولادت باسعادت کی پورے جزیرہ نمائے عرب میں فوری دھوم اور شہرت کی ایک ظاہری وجہ یہ بھی تھی کہ اس سال اہل عرب اور قریش تاریخ کے سخت ترین قحط اور افلاس میں مبتلا تھے۔ حضور پرنور ﷺ کی ولادت باسعادت کے ساتھ ہی پورے عرب کی تقدیر بدل گئی۔ روش روش پر بہاروں نے ڈیرے ڈال دیئے، خنک موسموں نے ریگ عرب کو اپنے ماتھے کا جھومر بنالیا۔ عرب کا چاند نکلا تو عرب نہیں عجم کا ستارہ بھی اوج ثریا پر چمکنے لگا، عام سختیاں دور ہوگئیں، تمام الجھنیں سلجھ گئیں، تمام کلفتیں ختم ہوگئیں، حزن ویاس کی جگہ امید وار روشنی نے لے لی۔ پژمردگی صحن گلشن سے رخصت ہوئی اور ریگزار عرب قدم قدم نخلستانوں کے خنک موسموں کے لمس سے ہمکنار ہوئی۔ زمین پر سبزے کی چادر بچھ گئی اور کھلیان اناج سے بھر گئے۔ تشنہ زمینوں کی پیاس بجھی اور قحط کے کرب سے خلق خدا کو نجات ملی۔ چنانچہ اس سال کا نام ہی "عام مسرت" رکھ دیا گیا۔

سمٹ رہے ہیں ستارے فلک کی بانہوں میں
غبار نور ہے پھیلا ہوا نگاہوں میں
یہ کس رسول کی آمد ہے بزم ہستی میں
سحر ازل سے مودب کھڑی ہے راہوں میں

Marfat.com

عید میلاد النبی ﷺ

یوم تحدیث نعمت ۔۔۔ یوم تجدید عہد

(علی اکبر قادری الازہری)

ربیع الاول ۔۔۔ رسول رحمت ﷺ کی پیدائش کا مبارک مہینہ، سرور کائنات ﷺ کے ظہور وجود اور رحمۃ للعالمین ﷺ کے نزول کا موسم دلربا ہے۔ ربیع الاول اہل بصیرت و معرفت کے ہاں ربیع النور بھی کہلاتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ''ربیع'' یعنی بہار تو ایسے مختصر موسمی وقت کا استعارہ ہے جو کئی اعتبار سے ناقص ہے، بہار آتی ہے اور چلی جاتی ہے موسم بہار میں اگر ہریالی آتی ہے تو صرف خزاں رسیدہ درختوں اور پودوں پر اور خنکی کا اثر بھی آب و ہوا تک محدود رہتا ہے ۔۔۔ لیکن حضور نبی اکرم ﷺ کا ظہور تو ۔۔۔ نوروں کی بہار تھی۔ ابدی اور دائمی فیوضات کا سرمدی موسم شروع ہوا تھا۔ نبض ہستی کی حرکت و حرارت کا باعث ولادت نبوی ﷺ صرف بہاروں کا پیغام نہیں، دائمی انوار و فیوضات کا سرچشمہ ہے جس نے قیامت تک بلکہ اس کے بعد بھی موجزن رہنا ہے۔ پھر یہ انوار و فیوضات کسی ایک عالم کے لئے نہیں بلکہ عالم جن وانس کے لئے بھی ہیں، عالم نباتات و جمادات کے لئے بھی عالم چرند و پرند کے لئے بھی حتی کہ عالم لاہوت و ملکوت کے لئے بھی۔

عالم آب و خاک میں ترے ظہور سے فروغ
ذرہ ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب

قرآن حکیم نے اسی لئے آپ کی بعثت و ولادت کو اہل ایمان پر اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم قرار دیا، صاف ظاہر ہے اللہ پاک کی ہر نعمت انسانوں پر اس کا احسان ہے لیکن عادت و شان ربوبیت کے برعکس اس نے اس نعمت کبریٰ کا احسان جتلانا شاید اس لئے مناسب سمجھا کہ انسان کی

Marfat.com

طبعی احسان فراموشی رسولِ اعظم و آخر کو عام نعمت سمجھتے ہوئے ناقدری کی مرتکب نہ ہو جائے۔ چنانچہ اہلِ ایمان کا غنچہ دل اس ماہ مبارک کی آمد کے ساتھ ہی کھل اٹھتا ہے وہ اللہ رب العزت کے حضور وفور سپاس سے سربسجود ہو جاتے ہیں کہ اس ذات نے انہیں رسول مکرم ﷺ کے طفیل ایمان کی دولت بے بدل سے نوازا۔ یہی وفور شوق محافل و مجالس میلاد کا سبب ہے اور اسی باطنی ایمانی جذبے کے تحت اہل اسلام آقا ﷺ کی آمد پر اس دن کو جشن اور عید کے طور پر مناتے چلے آئے ہیں۔ اس لئے بعض نادان دوستوں کی ''مخصوص تعبیر دین'' کے برعکس ہر آنے والے سال میں گذشتہ سال کی نسبت میلاد کی دھوم زیادہ ہوتی ہے کیونکہ رفعت ذکر رسول ﷺ کا یہ معجزاتی پہلو قرآن حکیم کے اعلان ''وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی (محبوب آپ کے لئے ہر آنے والی گھڑی پہلی گھڑی سے بہتر ہوگی) کے مطابق عین منشائے الٰہی ہے۔

یوم میلاد۔۔۔ یوم تحدیث نعمت بھی ہے اور یوم تجدید عہد بھی۔ تحدیث نعمت کا تقاضا فرحت، جشن، عید، محفل اور ہر جائز طریقے سے اظہار مسرت کے ذریعے پورا ہو جاتا ہے۔ نعمت چونکہ سب کے لئے ہے اس لئے نعمت کا شکر بجالانے میں بھی خواص و عوام دونوں شامل ہو جاتے ہیں۔ تاہم۔۔۔ تجدید عہد۔۔۔ خواص کے لئے ہے اس لئے اس کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے والے بھی صاحبان علم و فکر، حاملان دعوت و اصلاح اور راہنمایان قوم و ملت ہیں۔ بالخصوص عالم اسلام کی وہ قیادتیں جن کے ہاتھ میں مسلمانان عالم کی زمام اقتدار ہے۔ اس ذمہ دار گروہ میں اسلام کی دینی و مذہبی اور روحانی قیادتیں بھی شامل ہیں۔ نیز وہ لوگ بھی جو کسی نہ کسی اعتبار سے منصب تعلیم و تدریس اور دعوت و اصلاح پر فائز ہیں۔ ان سب لوگوں پر کون سے عہد کی تجدید اور کونسے فریضے کی تکمیل لازم ہے؟ اسی فریضے کی جس کے لئے طویل سلسلہ انبیاء و رسل کے آخر میں تاجدارِ کائنات ﷺ کی بعثت ہوئی اور وہ ہے انسانیت تک اللہ کے پیغام کا صحیح صحیح ابلاغ، اقامت دین اور اسلام کو تمام ادیان و مذاہب کے مقابلے میں زیادہ قابل عمل بنانے کا فریضہ۔

خواتین و حضرات! آیئے ایک لمحے کے لئے اس مقام پر ذرا رک کر غور کریں، اپنے

Marfat.com

گریبانوں میں جھانک کر دیکھیں، وہ بھی جوامت کے سیاہ وسفید کے مالک ہیں اور وہ بھی جو کسی محدود ذمہ داری پر فائز ہیں، وہ بھی جو عشق ومحبت مصطفیٰ ﷺ کا دعویٰ کرتے ہیں اور وہ بھی جنہیں اطاعت واتباع رسول ﷺ پر ناز ہے۔کیا دین کے جن جن حصوں کو ہم اپنائے ہوئے ہیں اور وہ عبادات جن کی ادائیگی کو ہم کل دین سمجھتے ہیں، یہی کچھ مقصد بعثت محمدی ﷺ تھا یا اس کے علاوہ بھی کچھ ہے؟غور کریں مکہ میں حضور ﷺ کے ساتھ اسلام قبول کرنے والے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کیا نماز، روزہ اور حج وغیرہ کی ادائیگی نہیں کر سکتے تھے اگر کر سکتے تھے تو انہیں گھر بار کاروبار حتی کہ ماں باپ اور اولاد چھوڑ کر بے سروسامانی کے عالم میں مدینہ ہجرت کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ مدینہ طیبہ میں جا کر بھی چاہتے تو آرام وسکون سے نماز روزہ کرتے لیکن ہم جانتے ہیں کہ حضور ﷺ اور آپ کی جماعت نے مسلسل جدوجہد کی، جنگیں لڑیں، معاہدے کیے، مواخات قائم کی اور بالآخر ایک آزاد اسلامی ریاست قائم فرمائی۔ایک فلاحی انسانی معاشرہ قائم کیا جو مقصود ومطلوب رسالت ونبوت تھا۔یہی دراصل مصطفوی انقلاب تھا اسی غیر معمولی انقلاب کے حقیقی اثرات، کردار، عمل، یقین اور ایمان کی صورت میں جب پھیلے تو اسلام عالمی قوت بن کر ابھرا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نے قیصر وکسریٰ کی سپر طاقتوں کو اپنے قدموں میں سرنگوں کر دیا۔

حضور ﷺ کی قائم کردہ اسی ریاست کی بنیادوں کو خلفائے راشدین نے اپنی بہترین صلاحیتوں کے ساتھ مضبوط کیا لیکن اسلامی تاریخ کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین کی شبانہ روز محنت اور قربانی سے تیار کی گئی دنیا کی یہ پہلی بڑی فلاحی ریاست نصف صدی بعد ہی بادشاہت میں بدل دی گئی۔اس سے پہلے کہ شاہان وقت اس ریاست کے ذریعے فیضان رسالت مآب ﷺ کے علمی، سیاسی اور فلاحی شعور سے اکتساب فیض کرتے یہاں بھی روایتی مطلق العنان حکمرانوں نے شب خون مار کر پیغمبرانہ مشن کو دنیا میں پھیلنے سے خود ہی روک دیا۔ جمہوریت اور شورائیت اسلام کی روح رواں تھی بادشاہت کے ناپاک قدموں نے بری طرح مجروح کیا۔چاہیے تو یہ تھا کہ تین براعظموں میں پھیلی ہوئی اس فلاحی ریاست کو مزید مستحکم کیا جاتا، عدل و

Marfat.com

مساوات، قانون کی حکمرانی، علم دوستی، تقویٰ، دیانت اور فلاح انسانیت کے فاروقی عزائم کو مضبوط اداروں کے ذریعے پوری دنیا میں متعارف کیا جاتا تا کہ صدیوں سے ظلم سہنے والی اقوام دین انسانیت کے دامن میں پناہ لیتے لیکن ایسا نہیں ہوسکا۔ اسلامی تحریک اور مصطفوی مشن اگرچہ آج بھی جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا لیکن اسلامی تاریخ کے (یزید سے لیکر آخری عثمانی بادشاہ تک الاماشاء اللہ) 97 بادشاہوں نے اس کے تار پود بکھیرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ تاہم اس پورے 14 سوسالہ تاریخی جبر اور پے در پے حملوں کے باوجود اسلام کے موجودہ ڈھانچے کی بقاء کا راز خود اسلام کی حقانیت اور قرآن وحدیث پر عمل کرنے والے بعض نفوس قدسیہ کے اخلاص میں مضمر ہے ورنہ اسلامی ممالک کے حکمران تو انہی بادشاہوں کا تسلسل ہیں اور آج بھی اسلام کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ خود ہیں۔ میلاد النبی ﷺ کے روز تجدید عہد کرنے والے ان باشعور اور بااختیار لوگوں کے سامنے آج اقتصادی، سیاسی، نظریاتی، علمی، تہذیبی اور ثقافتی چیلنج سر اٹھائے کھڑے ہیں۔ ان چیلنجز کی گہرائی میں جب ایک نظر دوڑاتے ہیں تو حقائق (Facts & Figures) ہمیں منہ چڑاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ پوری دنیا میں اس وقت کل آبادی کا تقریباً 22% مسلمان ہیں جبکہ 57 اسلامی ممالک میں سے کئی ایک کے پاس بہترین وسائل معیشت بھی میسر ہیں مگر اس کے باوجود مسلم دنیا کی تجارت کا حجم پوری دنیا کی تجارت میں صرف 3% کے برابر ہے۔ اس وقت 21 منتخب اور نسبتاً فعال اسلامی ممالک کا مجموعی GDP صرف 3.30 ٹریلین ڈالر ہے جبکہ صرف ایک چھوٹے سے ملک جاپان کا GDP 3.55 ٹریلین ڈالر ہے۔ اس ایک مثال سے ہم اسلامی دنیا کی اقتصادی ترقی اور مستقبل کے رجحانات کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

اس طرح سیاسی تناظر میں دیکھیں تو یہ جان کر افسوس ہوتا ہے کہ مسلم ریاستیں UNO کے ارکان کا 31.20% ہیں جہاں کرہ ارض کے 25.3% حصے پر دنیا کی 22% آبادی رہ رہی ہے گویا دنیا کے بہت سے قدرتی وانسانی وسائل مسلم دنیا ہی میں آتے ہیں مگر اتنا بڑا Potential رکھنے والی عالمی Community کا کوئی موثر فورم نہیں، کوئی سیاسی ساکھ نہیں، UNO میں کوئی

Marfat.com

نمائندگی نہیں۔ جہاں تک OIC کا تعلق ہے تو اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔اسی طرح اسلام کو تہذیبی اور ثقافتی محاذ پر ایک بڑا چیلنج یہ بھی درپیش ہے کہ مغربی میڈیا یہود و نصاریٰ کے کنٹرول میں ہے اور وہ جب چاہیں جیسا چاہیں اسلام کا نقشہ دنیا کے سامنے رکھ دیتے ہیں، اس وقت عراق، افغانستان اور کشمیر و فلسطین میں لاکھوں مسلمانوں کے بے دریغ قتل و غارتگری سے اتنا نقصان نہیں ہوا جتنا اس کے پرامن اور انسانیت نواز دامن کو ''دہشت گردی'' سے داغدار کرنے کے ساتھ ہوا ہے۔ اسلام تمام تر حقائق اور ابدی سچائیوں کے باوجود دنیا کا Misunderstood مذہب ہے۔ اس کی سچائیوں سے متعارف کروانا جن علماء اور دانشوروں کی ذمہ داری تھی وہ (الا ماشاء اللہ) اپنے اپنے حلقہ ہائے ارادت بنانے میں مگن ہیں اور اپنے تراشیدہ (قیادتوں کے) بتوں کو پوجنے میں مصروف ہیں۔

ہماری تعلیمی درسگاہوں میں روایتی علم تو وافر ہے مگر ایسے تخلیقی علم اور تحقیقی رجحان کا فقدان ہے جو عصر حاضر کے چیلنجز کا جواب دینے کے اہل افراد پیدا کر سکے۔ اس وقت عرب و عجم ملا کر پورے عالم اسلام میں اتنے سائنسدان نہیں جتنے ایک اسرائیل (جو دنیا کے نقشے پر نظر ہی نہیں آتا) کے پاس ہیں۔ پوری اسلامی دنیا کی جامعات کا کل بجٹ ملا کر بھی تل ابیب کی ایک یونیورسٹی کے سالانہ بجٹ کے برابر نہیں۔ عالم اسلام کی بادشاہتوں کے تحفظ پر جتنے وسائل خرچ ہو رہے ہیں اس کا چوتھائی حصہ بھی اگر سائنس اور ٹیکنالوجی کے حصول پر لگا ہوتا تو آج ملت اس اجتماعی خودکشی کی حالت میں ہرگز نہ گھری ہوتی۔ اب بھی منزل کا تعین ہو سکتا ہے سامان سفر موجود ہے اسے سلیقے سے استعمال کرنا نہیں آیا۔ باقی وسائل ایک طرف چھوڑیں صرف خلیج کے تیل کی یومیہ پیداوار کا 2% بھی مختص کر دیا جائے تو اس سے کئی ادارے قائم ہو سکتے ہیں لیکن اس طرح کی عقلمندی اور دانشمندی ہم کیوں کریں۔ یہی تو زوال ہے کہ مسلمان قوم ایک شکائتی ہجوم کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ اسے ایسی قیادت کی ضرورت ہے جو اسے سوئے منزل گامزن کر سکے۔

یہ عالم اسباب ہے اور موجودہ دور میں وہی قومیں صفحہ ہستی پر عزت و وقار کے ساتھ زندہ رہ سکتی ہیں جن کی معیشت صنعت اور ترقی میں جدید ٹیکنالوجی مضبوط بنیادوں پر قائم ہے۔ ہم آئے

Marfat.com

روز یہود ونصاریٰ کی سازشوں کا رونا روتے ہیں کوسوو، عراق، افغانستان، بھارت اور اسی طرح کے دیگر خطوں میں غیر مسلم قوتوں کے ہاتھوں مسلم قوم کے خون پر آنسو بہاتے ہیں۔ مخالفین کی سازشوں کے قصے اور ان کے مظالم کی داستانیں بیان کرتے ہیں۔ یہ تو نتیجہ ہے، جب تک اصل حقائق دریافت کر کے ان اسباب کا تدارک نہیں ہوگا، ان نتائج میں تبدیلی کیسے آسکتی ہے؟ یہ بالکل ایسا ہے کہ ہم زمین میں گندم کاشت کریں اور چاول حاصل کرنے کی توقع قائم کر لیں۔ ہم نظام فطرت کا ساتھ نہ دیں اور اس سے اپنی مرضی کے نتائج پیدا کرنا چاہیں یہ کیسے ممکن ہے؟ خود کو اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ قوم اور سرور کائنات ﷺ کی امت سمجھتے ہوئے انعامات کا حقدار تو ٹھہراتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم ﷺ کے اصول وضوابط پر عمل کرنے سے کتراتے ہیں۔ ہم میں سے ہر شخص واعظ ہے، ناصح ہے، مفکر اور مربی ہے لیکن ہم میں سے ہر کوئی یہ چاہتا ہے کہ وہ صرف وعظ کرے، نصیحت دے، فکر انڈیلتا رہے اور تربیت کے پلان تیار کرتا رہے، عمل کرنا اس کی ذمہ داری نہیں دوسروں کی ہے۔ ہماری سوسائٹیوں میں عدل وانصاف اور قانون نام کی کوئی چیز موجود نہیں، ہمارے مزاج میں توازن اعتدال اور برداشت جیسی خصوصیات ناپید ہو چکی ہیں۔ اجتماعی اور قومی مقاصد کی بجائے ہم ذاتی مفادات کی دوڑ میں ادھر ادھر بھاگ رہے ہیں۔ تحمل، تعقل اور تدبر سے عصر جدید کے چیلنج کا مقابلہ اب بھی کیا جاسکتا ہے مگر یہ صفات پیدا کیسے ہوں؟ ہم رک کر ترقی یافتہ فعال اور مضبوط اقوام کی کامیابیوں کا کھوج لگانے اور ان طریقوں پر عمل کئے بغیر ان کی منہ زور طاقت کا مقابلہ کرنے نکل پڑے ہیں تو قدرت کیسے ہمارا ساتھ دے۔ ناگاساکی پر بم گرانے والے امریکہ کا مقابلہ کرنے کے لئے جاپانی قوم نے واشنگٹن، نیویارک اور نیوجرسی میں جا کر انتقامی کاروائیاں نہیں کیں بلکہ خود کو خاموشی کے ساتھ اتنا مضبوط اور مستحکم کر لیا کہ پچاس سال بعد امریکہ کا صدر اس قوم سے معافی مانگنے خود چل کر گیا۔ شوق شہادت اور جذبہ جہاد اپنی جگہ درست اور حق سہی لیکن طوفان مغرب کی اندھی طاقت سے بے دست و پا ٹکرانے کی بجائے اپنی توانائیاں مثبت طریقوں پر لگانے کی ضرورت ہے۔ پاکستان کو ہندو سامراج کی دست برد

Marfat.com

ئے اللہ تعالیٰ نے بچایا ہے تو وہ ''لشکروں'' اور ''فوجوں'' کے جوش و جنون کے ذریعے نہیں بلکہ ڈاکٹر عبدالقدیر خان جیسے دھیمے اور مستقل مزاج سائنسدانوں کے ٹھوس اقدامات کے ذریعے۔ آبادی اور رقبے کے لحاظ سے آج دنیا کا سب سے چھوٹا ایک ملک اسرائیل پوری مسلم دنیا کی تقدیر سے کھیل رہا ہے تو یہ اس قوم کا فطری حق ہے جس نے صدیوں کی مربوط منصوبہ بندی کے بعد خود کو اتنا منظم اور مضبوط کر لیا ہے کہ کوئی اس کی طرف میلی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا۔ اس کے برعکس عرب ممالک کے کروڑوں مسلمانوں کا ریوڑ بے حیثیت اور بے وزن ہے تو اس میں غلطی یہودیوں کی نہیں ان کی اپنی ہے۔

یہ ہے اس قوم رسول ہاشمی ﷺ کا ایک منظر نامہ۔۔۔ جس نے پوری دنیا کو سچائی، ایمانداری، اخوت، امن، مساوات اور خدا پرستی کا درس دینا تھا۔۔۔ آیئے اپنے اپنے اداروں، گھروں، محلوں اور حلقہ ہائے اثر میں سیرت و سنت نبوی ﷺ کے اس آفاقی پیغام پر غور و فکر کی دعوت دیں لیکن ایک مرتبہ پھر اپنے ذاتی کردار کو سیرت النبی ﷺ کے آئینے کے سامنے رکھ کر ضرور دیکھ لیں۔ (۲۰ مارچ ۲۰۰۵ء)

Marfat.com

کفر کی کالی گھٹاؤں میں آفتابِ ہدایت کا طلوع

(علامہ محمد معراج الاسلام)

ظہور قدسی سے پہلے پوری دنیا اور خصوصاً خطہ عرب میں آباد غیر مہذب قبائل کی سماجی اور اخلاقی حالت کیا تھی؟ اور وہ کسی قسم کے فاسد اور بے ہودہ نظریات میں الجھے ہوئے اور ذہنی و اعتقادی خرافات میں مبتلا تھے، مہذب دنیا کا انسان اس کے تصور ہی سے کانپ جاتا ہے۔ دین و مذہب کے مثبت ضوابط اور اصولوں پر مبنی عقائد و نظریات سے وہ یکسر نا آشنا تھے البتہ آباء واجداد کی تقلید اور توہم پرستی کے نتیجے میں انہوں نے مذہب کے نام پر کچھ عقائد گھڑے ہوئے تھے جنہیں وہ سرمایہ حیات سمجھتے تھے اور جان سے بھی زیادہ ان کی حفاظت کرتے تھے۔ یہ حقیقت سے عاری تصورات اور احمقانہ خیالات کیا تھے محدثین کرام نے ان کی بڑی وضاحت سے تصویر کشی کی ہے جس سے پورے عرب اور ان کے مذاہب و نظریات کا مکمل نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ ان کا بیان ہے۔

اہل عرب ہدایت سے بھٹک کر مختلف گروہوں میں بٹ چکے تھے۔ ذہن کی پراگندگی اور انتشار نے ان کی جمعیت اور قوت کو پارہ پارہ کر دیا تھا، ان کی زندگی اس اونٹ کے مشابہ تھی جو بے مہار ہو اور منہ اٹھائے بے مقصد چلا جا رہا ہو۔

ان میں ایک ہی عقیدہ اور نظریہ کے لوگ آباد نہیں تھے بلکہ ہر خاندان اور قبیلہ اپنے اپنے صنم کدے سجائے بیٹھا تھا، یہی نہیں بلکہ ہر شخص کا اپنا اپنا نظریہ اور الگ الگ معبود تھا۔ ان میں خدا، حشر و نشر اور رسولوں کے منکر بھی تھے جو یہ کہتے تھے کہ خدا کا کوئی وجود نہیں ہے؟ زمانہ ہی سب کچھ ہے۔ ہمیں زندگی بخشنے اور موت دینے والا زمانہ ہی ہے۔ قرآن پاک نے ایسے کم نظر لوگوں کا تذکرہ اس آیت میں کیا ہے۔

Marfat.com

وَقَالُوا مَاهِيَ اِلَّا حَيٰوتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ.

"وہ بولے، سب کچھ دنیا کی زندگی ہی ہے، ہم مرتے اور جیتے ہیں، زمانہ ہی ہمیں ہلاک کرتا ہے (اللہ تعالیٰ انہیں جواب دیتے ہیں) انہیں علم تو کوئی ہے نہیں ایسے ہی گمان کے گھوڑے دوڑا رہے ہیں"۔

وہ قیامت، حشر و نشر اور دوبارہ زندہ ہونے کے اس لئے قائل نہیں تھے کہ یہ حیرت انگیز حقیقت ان کی ناقص عقل میں نہیں آتی تھی وہ کہتے تھے، قبر میں انسان گل سڑ جاتا ہے، اس کی ہڈیاں بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہو جاتی ہیں، بلکہ سرمہ بن جاتی ہیں پھر وہ کیسے زندہ ہو سکتا ہے؟ قرآن پاک نے ان کا یہ اعتراض وخیال اس طرح بیان فرمایا ہے۔

قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ. "ہڈیوں کو کون زندہ کر سکے گا جبکہ وہ بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہو چکی ہوں گی"۔

ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ اَوَ اٰبَآءُنَا الْاَوَّلُوْنَ.

"جب ہم مرنے کے بعد مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم یا ہمارے باپ دادا دوبارہ اٹھائے جائیں گے"۔

قرآن پاک نے ان کے اعتراض اور فرسودہ خیال کا یہ جواب دیا:

قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ.

"اے میرے رسول! آپ انہیں بتا دیں، دوبارہ وہی پیدا کرے گا جس نے پہلی بار پیدا کیا ہے"۔

مطلب یہ کہ پہلی بار پیدا اور ایجاد کرنا مشکل ہوتا ہے جب وہ اس کیلئے مشکل نہیں ہے تو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہوگا۔ اس لئے حشر و نشر، قیامت اور دوسری زندگی ممکن ہی نہیں، بلکہ وقوع میں آنے والی ایک قطعی حقیقت ہے۔

یہ تھا اس وقت کا عرب معاشرہ جس میں انسان کی اخلاقی حس مردہ اور پاکیزہ فطرت

Marfat.com

مسخ ہو چکی تھی، سینے کے حسین فانوس میں فروزاں ہدایت کی قندیل، کفر و شرک کی تند و تیز آندھیوں اور گمراہی کے طوفانی جھکڑوں سے بجھ گئی تھی، دل کی گہرائیوں سے طلوع ہونے والا، نور معرفت کا آفتاب، ضلالت کی دلدل میں دھنس گیا تھا اور ایمان و یقین کا چشمہ صافی خشک ہو گیا تھا، انسان دکھائی دینے والا ہیولیٰ، انسان نما جانور تھا جس میں انسانی قدریں سرے سے ناپید اور فکری قوتیں یکسر مفقود تھیں، جغرافیائی طبقاتی اور قبائلی آویزش نے اسے ایک خوفناک درندہ بنا دیا تھا، جس کی ایک غراہٹ ہر قدر انسانی کو پامال کرنے کا عنوان ہوتی تھی۔

اس تاریک دور کا انسان، انسانیت کے پر شکوہ نام پر بدنامی کا ایک بدنما داغ تھا، جس میں آدمیت کو شرف و امتیاز بخشنے والے محمود خصائل کی کوئی رمق باقی نہ رہی تھی، ذہن کی تیرگی اور ضعیفی نے زندگی کو سایہ اوہام بنا دیا تھا، شاخ حیات کفر و شرک کی زہر آلود فضاؤں میں مرجھا گئی تھی، دل کا کنول کھلنے سے پہلے ہی، بداعتقادی کی مسموم خزاؤں کی نذر ہو گیا تھا، انسانی آنکھ حقیقت بینی کے خوبصورت شعار سے دست کش ہو کر فانی و بے ثبات اور عارضی حسن کے جلووں میں الجھ کر رہ گئی تھی اور بڑے دھڑلے سے اسے نظارہ غیر گوارا تھا، مگر نگاہ کی اس نامسلمانی پر کوئی فریاد کرنے والا نہ تھا کیونکہ حالات نے فطرت کو مسخ کر دیا تھا اور بتدریج وہی خوب ہو چکا تھا جو ناخوب تھا۔

انسانیت کی اس بے قدری اور شرف آدمیت کی اس ارزانی پر حقیقت شناس ضمیر چیخ اٹھا، اس کی دلدوز آہیں، جاں گداز سسکیاں اور خارا شگاف چیخیں فریاد بن کر لبوں تک آ گئیں، ان تڑپتی بلکتی فریادوں سے کوہ و دمن لرز اٹھے، چٹانوں کا دل ہل گیا، ٹھہری ہوئی منجمد فضاؤں میں ارتعاش پیدا ہوا اور ذرہ ذرہ پتہ پتہ، دامن طلب پھیلا کر رحمت و کرم اور خصوصی لطف و عنایت کے لئے سراپا التجا بن گیا۔ ذرہ نوازی، بندہ پروری اور نگاہ کرم کی بھیک کیلئے، قبولیت کی آرزو میں، آس و امید کے ساتھ آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ ان کے ساتھ، گنے چنے توحید پرستوں کی پرخلوص فریاد بھی رنگ لائی۔ اہل دل کی نیازمندی اور طلب صادق بار آور ہوئی، قدرت کو انکی بے چارگی اور عجز و درماندگی پر رحم آیا، چنانچہ ایک ہمہ گیر عظیم انقلاب برپا کرنے اور اس کے ساتھ اس دور

Marfat.com

کے بے راہ انساں کو ہدایت، وہاں کے تاریک ترین ماحول کو نور اور اندھیروں میں ڈوبے ہوئے ظلمت کدے کو اجالا بخشنے کیلئے مطلع رسالت پر اس آفتاب کو جلوہ بار کیا جس کے پرشکوہ جاہ وجلال کے سامنے ماضی و مستقبل کے تمام سورج، چمکتے چاند، دمکتے ستارے اور نور فشاں مراکز ماند پڑ گئے، یہ مملکت نور، حریم قدس اور سپہر رسالت کا منفرد و یکتا اور سب سے زیادہ منور آفتاب تھا۔

اس آفتاب جہاں تاب نے فاران کی پرجلال چوٹیوں سے طلوع ہوکر اپنی نورانی کرنوں سے گھمبیر ظلمتوں کی دبیز تہوں کا دامن تار تار کر دیا اور ان تاریکیوں کا وجود صفحہ ہستی سے مٹا ڈالا جو صدیوں سے قلب و ذہن، یقین و اعتقاد اور روح و ضمیر کی دنیا پر سرطان کے مہلک اور لاعلاج پھوڑے کی طرح چھائی ہوئی تھیں اور نور ایمان کو گھن کی طرح کھا رہی تھیں، چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے کالے سائے تحلیل ہو گئے، ظلمت کے پردے چھٹ گئے اور فضائیں جگمگا اٹھیں۔

کوہ فاران کی وادیوں سے ایک دلنشیں، شیریں اور نغمہ ریز آواز بلند ہوئی۔

يَـاأَيُّهَـا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا. ''اے لوگو! میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں''۔

ضلالت کے ڈسے ہوئے اور کفر کے ستائے ہوئے، اجالوں کے طلبگار لوگ، لبیک کہتے ہوئے اس مقدس آواز کی طرف لپکے اور پیغام حق کو دل و جاں سے قبول کر لیا پھر ان کی زندگی میں کیا انقلاب آیا اور وہ کیا سے کیا بن گئے، اس کی ایک نورانی جھلک یہ ہے۔

ا۔حضرت حارثہؓ ایمان لائے تو ان کے من کی دنیا ہی بدل گئی، نور کے سانچے میں ایسے ڈھلے کہ فرشتوں کا بھی دیدار کرنے لگ گئے، ایک دفعہ حضور نبی کریم ﷺ کے قریب سے گزرے، اس وقت آپ کسی اجنبی سے گفتگو میں مصروف تھے، حضرت حارثہ نے اسے نہ پہچانا اور سلام کئے بغیر پاس سے گزر گئے۔ مبادا گفتگو میں خلل پڑے۔ جب واپس آئے تو حضور علیہ السلام نے پوچھا۔

تم نے ہمیں سلام کیوں نہیں کیا تھا؟

عرض کی: یارسول اللہ! آپ کسی شخص سے مصروف گفتگو تھے، میں نے بیچ میں دخل دینا

Marfat.com

مناسب نہ سمجھا، اس لئے خاموشی سے گزر گیا۔ فرمایا! کیا تو نے اس شخص کو دیکھا تھا۔ عرض کی: ہاں فرمایا! وہ جبرائیل امین تھے، کہہ رہے تھے اگر یہ سلام کرتا تو ہم بھی سلام کا جواب دیتے، یہ بہت نیک اور جوانمرد شخص ہے، عام معرکوں میں حصہ لے چکا ہے اور ان اسی بہادروں میں سے ہے جو جنگ حنین میں استقلال کے ساتھ ڈٹے رہے تھے اور ان کے پائے ثبات میں کوئی لغزش نہیں آئی تھی۔ قدرت نے ان کی اولاد اور ان کے لئے جنت کا رزق مقدر فرما دیا ہے۔

☆ حضرت حارثہؓ ایک مرتبہ دربار نبوی میں باریاب ہوئے!۔۔۔۔

حضور ﷺ نے پوچھا: كَيْفَ اَصْبَحْتَ يَاحَارِثَةُ.

''آج تمہاری قلبی کیفیات اور روحانی واردات کا کیا عالم ہے؟ کن حالات میں صبح کی ہے؟

عرض کی: میں نے اس حال میں صبح کی ہے کہ مجھے یقین ہے میں مومن برحق ہوں۔

آپ نے پوچھا: ''ہر دعوی کی ایک حقیقت ہوتی ہے، تیرے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ یعنی اپنے دعوے کی دلیل پیش کرو''

عرض کی: یارسول اللہ! میں دنیا اور اس کی خواہشوں سے کنارہ کش ہو چکا ہوں رات، بیداری میں اور دن روزے سے گزرتا ہے اور نگاہ کی تیزی اور دور بینی کا یہ عالم ہے۔

كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی عَرْشِ رَبِّیْ بَارِزًا وَ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی اَهْلِ الْجَنَّةِ يَتَزَاوَرُوْنَ فِيْهَا وَاِلٰی اَهْلِ النَّارِ يَتَعَاوَوْنَ فِيْهَا.

''گویا میں اپنے رب تعالیٰ کا عرش علانیہ دیکھ رہا ہوں اور جیسے اہل بہشت کو ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہوئے اور اہل دوزخ کو چیختے ہوئے دیکھ رہا ہوں''۔

حضور ﷺ نے فرمایا: هٰذَا عَبْدٌ نَوَّرَ اللّٰهُ قَلْبَهٗ. (مفتاح دار السعادہ، ۱۶۲)

''یہ وہ بندہ ہے جس کے دل کو اللہ پاک نے منور فرما دیا ہے''۔

۲۔ ۵۰ھ میں مسلمان افریقہ کے صحراؤں تک اسلام اور انسانیت کا پیغام لے کر پہنچ چکے تھے، دس ہزار کے قریب مجاہدین کا لشکر جب اس جگہ خیمہ زن ہوا، جہاں بعد میں قیروان کے نام سے

Marfat.com

ایک شہر آباد ہوا تو اس جگہ جنگل میں مسلمانوں کو ایک فوجی چھاؤنی قائم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی، یہ جگہ خونخوار درندوں، خوفناک سانپوں اور جنگلی جانوروں کا مسکن تھی۔

حضرت عقبہ بن نافع جو امیر لشکر تھے، اس وقت کو خاطر میں لائے بغیر، ایمانی قوت سے سرشار، جنگل کے کنارے پر کھڑے ہو گئے اور بلند آواز سے ساکنان جنگل کو خطاب کیا:

اَیَّتُهَا الْحَیَّاتُ وَالسِّبَاعُ اِنَّا اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ نَازِلُوْنَ هٰنَا، اِرْحَلُوْا عَنَّا فَمَنْ وَجَدْنَاهُ بَعْدَ ذَالِکَ قَتَلْنَاهُ. (کامل ابن اثیر، ۳:۴۶۶)

''اے سانپو اور درندو! ہم اللہ کے نبی ﷺ کے اصحاب ہیں، یہاں سے کسی اور جگہ منتقل ہو جاؤ، کیونکہ ہم یہاں چھاؤنی بنانا چاہتے ہیں، آج کے بعد ہم نے کسی کو دیکھ لیا تو قتل کر دیں گے''۔

اس روز وہاں کے مقامی باشندوں نے بھی دیکھا کہ

جانور اپنے بچے پشتوں پر لاد کر جنگل سے نکل رہے ہیں، دیکھتے ہی دیکھتے سارا جنگل خالی ہو گیا، یہ حیرت انگیز اور عجیب منظر دیکھ کر وہ لوگ مسلمان ہو گئے۔

۳۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ یمن کے حاکم تھے۔ حضور ﷺ نے جناب سفینہؓ کو مکتوب گرامی دے کر یمن کی طرف روانہ فرمایا یہ جنگل میں راستہ بھول گئے، اچانک ایک شیر سامنے آ گیا اور حملہ کے لئے جسم سمیٹنے لگا، آپ نے فرمایا:

او شیر! میں رسول کریم ﷺ کا غلام ہوں حملہ نہ کر۔

یہ جملہ سنتے ہی شیر کی ساری رعونت اور درندگی کافور ہو گئی اور وہ ایک سدھائے ہوئے کتے کی طرح پاؤں میں لوٹنے لگا اور پھر سیدھے راستے پر لگا کر واپس چلا گیا۔ (الشفاء، فصل: الایات فی ضروب الحیوانات)

Marfat.com

دعائے خلیل اور نوید مسیحا

(علامہ محمد معراج الاسلام)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں، حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

انی عند اللہ مکتوب خاتم النبیین وان ادم لمنجدل فی طینتہ وساخبرکم باول امری دعوۃ ابراھیم و بشارۃ عیسی و رؤیا امی التی رأت حین وضعتنی قد خرج لھا نور اضاء لھا منہ قصور الشام

''ہمارا نام اللہ تعالیٰ کے ہاں اس وقت بھی خاتم النبیین کی حیثیت سے مکتوب تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کا پیکر خاکی ابھی زمین پر ہی پڑا ہوا تھا اور اس میں روح نہیں پھونکی گئی تھی۔ ہم تمہیں اپنے ابتدائی احوال سے آگاہ کرتے ہیں، ہم حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی امی جان کا خواب ہیں جو انہوں نے دیکھا تھا جب ولادت کا وقت قریب آیا تو انہوں دیکھا کہ ایک نور ان سے خارج ہوا جس کے اجالے میں انہیں شام کے محلات نظر آ گئے۔''

ایک باوقار، خودمختار اور زندہ و بیدار قوم کا یہ شعار ہوتا ہے کہ وہ خود کو فعال و سرگرم عمل اور پرجوش رکھنے کے لئے قومی اہمیت کے حامل دنوں کو کبھی فراموش نہیں کرتی بلکہ انہیں ہمیشہ یاد رکھتی ہے اور جب بھی سال بعد وہ دن آتا ہے تو پورے جوش و جذبے اور ذوق وشوق کے ساتھ اسے مناتی ہے تاکہ نئی نسلیں بھی اس کی افادیت و اہمیت سے آگاہ ہوں اور ان کے اندر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا داعیہ پیدا ہو، جس نے انہیں اور ان کے آباء و اجداد کو اور پوری قوم کو اس نعمت عظمیٰ سے نوازا۔ حریتِ فکر، مقامِ بندگی اور حصول سعادت کے آداب و اصول سے آشنا کیا

Marfat.com

اور یہ ذوق بخشا کہ میدان میں آئیں اور اپنی آزادی و بقا، عقائد و نظریات اور تہذیب و شعار کی حفاظت کریں اور کسی کو قومی وجود کی طرف دستِ تعدی دراز کرنے اور نظریاتی سرحدوں پر شب خون مارنے کی اجازت نہ دیں۔

قومیت اور تہذیب و ثقافت کی تاریخ میں ہر وہ واقعہ قومی اہمیت کا حامل ہوتا ہے جو انہیں نئے موڑ پر لے آئے، اجتماعی سلامتی عطا کرے، فکر و نظر کا رخ موڑ دے، یا خود احتسابی کی طرف مائل کر دے، جس کے نتیجے میں انسان کے مزاج میں سنجیدگی، طبیعت میں ٹھہراؤ، کردار میں پختگی، معاملات میں اصول پسندی اور اخلاق میں رواداری آجائے اور وہ خود کو ایک بہتر انسان بنانے اور ثابت کرنے کے لئے عملی جدوجہد شروع کر دے۔ ایسے واقعات ذہنی انقلاب کے بعد خارجی انقلاب پیدا کر دیتے ہیں اور افراد کو ملت کے ساتھ وابستہ رکھنے کا سبب بنتے ہیں۔ جب افراد اجتماعی قومی برادری کو ایک ہی راہ پر چلتے ہوئے دیکھتے ہیں تو اس مشاہدہ سے جہاں ان کے اندر بھی اسی راہ پر چلنے کا عزم پیدا ہوتا ہے وہاں یہ اطمینان بھی نصیب ہوتا ہے کہ یہی راہ برحق ہے جو سب نے اپنائی ہوئی ہے، اس لئے اس پر چلنا ہی بہتر ہے۔

بہت سی احادیث سے اس نظریے کی تائید ہوتی ہے کہ خصوصی ایام کو یاد رکھنے سے اجتماعی اور قومی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ افراد کے ظاہر و باطن میں صالح انقلاب آتا ہے اور وہ ان ایام و مواقع سے نیا جوش و جذبہ اور نیا رنگ ڈھنگ حاصل کرتے ہیں اور دنیاوی و اخروی فلاح و سعادت اور تقرب خداوندی سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں۔ مثلاً

۱۔ قدم رسول الله ﷺ المدينة فوجد اليهود يصومون يوم عاشوراء فسئلوا عن ذالك فقالوا: هذا اليوم الذى اظهر الله فيه موسى و بنى اسرائيل على فرعون فنحن نصومه تعظيماً له فقال النبى ﷺ: نحن اولى بموسى منكم فامر بصومه.

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں: حضور ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہود

Marfat.com

کو دیکھا کہ عاشوراء کا روزہ رکھتے ہیں۔ ان سے سبب پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا: اس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور بنی اسرائیل کو فرعون پر فتح عطا کی تھی، اس لئے ہم اس دن کی تعظیم کرتے ہیں اور اس کا روزہ رکھتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا:

ہم تم سے زیادہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تعلق رکھنے والے ہیں۔ چنانچہ آپ نے بھی اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا۔"

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں، حضور ﷺ سے پوچھا گیا: جمعہ کے دن کو جمعہ کیوں کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں بہت سے اہم امور جمع ہو گئے ہیں۔ سب سے پہلی بات تو یہ کہ پیکرِ آدم اسی روز تیار کیا گیا تھا، دوسری یہ کہ بہت سے واقعات اسی دن ظہور پذیر ہوئے۔ تیسری یہ کہ اس دن کی آخری تین ساعات میں ایک ساعت ایسی بھی ہے جس میں اللہ تعالیٰ سے جو دعا کی جائے وہ قبول ہوتی ہے (مشکوٰۃ:۱۲۱)

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

خير يوم طلعت فيه الشمس يوم الجمعة فيه خلق ادم و فيه ادخل الجنة و فيه اخرج منها ولا تقوم الساعة الا في يوم الجمعة

"جن دنوں میں سورج طلوع ہوتا ہے، ان میں سب سے بہتر جمعہ کا دن ہے، اسی دن حضرت آدم علیہ السلام تخلیق کئے گئے اور اسی دن وہاں سے زمین پر بھیجے گئے اور اسی دن جنت میں داخل کئے جائیں گے۔ قیامت بھی جمعہ کے دن قائم ہوگی۔"

ان حقائق و واقعات سے آگاہ ہو کر انسان کے اندر ایک جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ ان اوقات و ایام کا قدر شناس بنے ان میں غافل نہ رہے اور انہیں اس طرح گزارے کہ وہ برکات حاصل ہو سکیں جن کا ذکر احادیث میں کیا گیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان خصوصی ایام کو خصوصی اہتمام سے بیان فرمایا ہے اور امت کو یہ تاثر، شعور اور پیغام دیا ہے کہ وہ ان ایام کو فراموش نہ کرے بلکہ یاد رکھے اور وہ جب بھی آئیں تو

Marfat.com

ان کے شایانِ شان ان میں مخصوص افعال ادا کرے مثلاً روزہ رکھے، دعا و مناجات کرے اور ذکر الٰہی میں مصروف رہے تاکہ پتہ چل جائے کہ وہ ان ایام کی اہمیت سے غافل نہیں ہے چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بذاتِ خود یہ افعال انجام دے کر یہ سنت قائم کر دی ہے۔ چند مثالیں درج ہیں۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَتَحَرّٰى يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ.

"حضور ﷺ بڑے عزم و اہتمام کے ساتھ پیر اور جمعرات کا روزہ رکھا کرتے تھے"۔

"دیکھنے والوں کے دل میں تجسس پیدا ہو جانا ایک طبعی امر تھا چنانچہ انہوں نے پوچھ ہی لیا کہ آقا! آپ پیر کا روزہ کیوں رکھتے ہیں؟ مسلم شریف کے الفاظ یہ ہیں۔ فسئل عن صوم يوم الاثنين.

آپ نے جواب عطا فرمایا۔ فيه ولدت وفيه انزل على ہم پیر کا روزہ اس لئے رکھتے ہیں کہ اس میں ہماری ولادت ہوئی تھی اور اسی میں نزول وحی کا سلسلہ شروع ہوا تھا۔

امت کے لئے اس سے بڑھ کر قومی اہمیت کا دن اور کوئی نہیں ہو سکتا اس لئے اپنے نبی کی ولادت کے دن کو دھوم دھام سے منانا، جائز حدود کے اندر رہ کر خوشی کا اظہار کرنا، غرباء و مساکین کو کچھ کھلانا، روزہ رکھنا، عبادت کرنا، درود و سلام کا نذرانہ پیش کرنا اس دن کے حوالے سے ضروری ہی نہیں بلکہ سعادت مندی کی دلیل بھی ہے جب حضور علیہ السلام نے خود اس دن کو منایا اور اسے روزے کے لئے خاص کیا تو نیاز مند امت کا بدرجہ اولیٰ یہ فرض بنتا ہے کہ اسے خصوصیت کے ساتھ منائے اسے ذکر و دعا، درود و سلام کے لئے مختص کرے اور اپنے عظیم نبی ﷺ کی سنت پر عمل پیرا ہو۔ پیر کے دن کا روزہ رکھنے کی ایک وجہ اور بھی بیان کی گئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ فَاُحِبُّ اَنْ يُعْرَضَ عَمَلِىْ وَاَنَا صَائِمٌ.

"انسان کے اعمال، بارگاہ خداوندی میں پیر اور جمعرات کو پیش کئے جاتے ہیں، اس لئے

Marfat.com

میں پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل اس وقت پیش ہو جبکہ میں نے روزہ رکھا ہوا ہو"۔

عمل پیش ہونا، تخلیق آدم، وقوع قیامت، فرعون پر فتح، ولادت نبوی، نزول وحی، اپنی اپنی جگہ تمام اہم واقعات ہیں، سرکار نے انہیں ذکر فرمایا تا کہ انہیں اجتماعی سطح پر یاد رکھا جائے اور ان سے دینی وملی جوش وجذبہ حاصل کیا جائے۔

ان تمام واقعات میں ولادت نبوی کو جو اہمیت حاصل ہے وہ سب سے بڑھ کر ہے کیونکہ ظہور نبوت کا تصور، انسان کو جو خوشی، روحانی بالیدگی اور اطاعت واتباع کا جو ذوق وشوق عطا کرتا ہے وہ اسی کا حصہ ہے، آمد حبیب کے تصور سے روحوں میں کیف وانبساط کی ایک لہر دوڑ جاتی ہے اور دل سرور ومستی سے لبریز ہو جاتے ہیں۔

اسی سرور کو دو آتشہ کرنے کے لئے، سرکار نے اس تصور حسین کو خوب نکھار کر بیان کیا ہے اور اس کے ان پہلوؤں کو بھی اجاگر کیا ہے، جن کا تعلق ولادت سے بھی پہلے کے دور کے ساتھ ہے۔

☆ بتایا کہ تعمیر کعبہ سے فارغ ہو کر حضرت خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام نے اس مبارک گھڑی میں یہ دعا کی تھی کہ یا اللہ!

وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ.

"ان میں انہی میں سے رسول مبعوث فرما! جو ان پر تیری آیات تلاوت کرے، کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور انہیں پاک کرے"۔

فرمایا کہ وہ پاک کرنے والا مزکی اور کتاب وحکمت کی تعلیم دینے والا معلم اور تلاوت کرنے والا قاری میں ہی ہوں یعنی اس آیت کا مصداق میں ہی ہوں، دعائے خلیل میں ہی ہوں۔

☆ بتایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا تھا۔

اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَیَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ.

Marfat.com

''میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اور جو تورات پہلے موجود ہے اس کا مصدق ہوں اور بشارت دینے والا ہوں کہ میرے بعد ایک عظیم نبی آئیں گے، ان کا اسم گرامی احمد ہوگا۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ احمد میں ہی ہوں، وہ نوید مسیحا، میں ہی ہوں''۔

☆ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا نے خواب دیکھا تھا کہ نورانی ہستیاں آئیں اور انہوں نے بتایا: کہ تم عظیم خاتون ہو، تمہیں پیغمبر اعظم و آخر کی ماں بننے کا شرف حاصل ہونے والا ہے۔ وہ بے مثل نبی ہوں گے، مخلوق میں کوئی ان جیسا نہیں ہوگا فرمایا کہ میں ہی اپنی والدہ کے اس خواب کی تعبیر ہوں۔

ولادت کی ان تفصیلات اور حقائق کے اظہار سے یہ مقصود ہے کہ امت سنجیدگی سے اس کی طرف متوجہ ہو اور اسے تاریخ انسانی کا معمولی واقعہ قرار نہ دے بلکہ اس کی اہمیت سے آگاہ ہو کر اسے مشعل راہ بنائے اور اس سے زندگی کی تاریک راہوں کے لئے، سنت، اتباع نبوی اور محبت رسول کی روشنی حاصل کرے اور یہ بات دل کی گہرائیوں میں اتار لے کہ اگر وہ تشریف نہ لاتے تو آج اسے معرفت، عبادت اور روحانیت کا وہ نور حاصل نہ ہوتا جو آج اس کے نہاں خانہ دل کو منور کر رہا ہے اور اسے سعادتیں بخش رہا ہے۔

Marfat.com

میلاد النبی ﷺ

نورِ مبیں کا ظہورِ تام

(حاجی فضل احمد۔صاحب سلسبیل)

''اللہ کریم کا نور عرش اعظم اور لا مکان وسعتوں میں نہ سما سکتا تھا۔اس نور مطلع کو اپنے عیانی ظہور کے لئے ایک پاکیزہ اور مقدس مکان کا خیال عزم محبت کے لباس میں دامن گیر ہوا۔ محبت الٰہی کی لطیف اور پر تاثیر ہوائیں ایسے چمنستان کی تلاش میں نکلیں،جس کی ہر کلی اور ہر پتی، اس لطیف اور سرور پرور ہوا کی ہر لہر کو،اپنے سینے کے بہشت بریں میں صدر نشین کر دے۔

ارادہ الٰہی کو باد محبت کی سرسراہٹ نے جنبش دی اور اس محبت کی چمکتی ہوئی لہریں،عرش وساکنان عرش سے پہلے نور محمد ﷺ بن کر نمودار ہوئیں۔اس کے بعد اسی دلربا کے فیض لامتناہی سے حسب مراتب ہر مکین ومکان کو وجود کا نور و مظہر نور عطا ہوا،**لو لاک لما خلقت الا فلاک** (اگر آپ ﷺ کو پیدا نہ کرتا تو آسمانوں کو پیدا نہ کرتا)

تو اصل وجود آمدی از نخست
دگر ہرچہ موجود شد فرع تست

عرفان کی آنکھیں زمین عالم میں بوئے ہوئے ہر تخم میں اس کا شیریں وخوش نما ثمر دیکھتی ہیں اور یہی لذت ولطافت سے بھرا ہوا ثمر تمام محنتوں اور تمام کوششوں کا مقصود ہوتا ہے۔بخدا تخلیق عالم مقصود اور تزئین عرش وفرش کا مطلوب باغ ہدایت کا ثمر شیریں، ہمارا کملی والا نور مبین ہے(ﷺ)

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا! عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

عرش والے کروڑوں سال سے منتظر،فرش والے ابتدائے آدم سے چشم براہ، کائنات کا

Marfat.com

ذرہ ذرہ اسی انتظار میں کہ وہ صبح نور کب نمودار ہوگی، جب حبیب کبریا محمد مصطفیٰ ﷺ اپنے ظہور قدسی سے زمین وفلک کی آنکھ میں جلوہ طور کا سماں پیدا کریں گے۔ رحمت ازلی جوش میں آئی۔ مخلوق کی بے نوائی کو نواہائے بے بہا سے بدلنے کے ارادہ ازلی کو حرکت ہوئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس کے لئے خلت کا خلعت پایا، حضرت یوسف علیہ السلام نے جس کے لئے جمال جہاں آرا دکھایا، حضرت موسیٰ کا شوق دید جس کے صحیفہ محبت کی تمہید بنی اور حضرت عیسیٰ کا دم عیسیٰ جس کی مسیحائی کی نوید بنا، وہی نور مجسم، محبوب دو عالم، عرش کا تارا، اللہ کا پیارا 20 اپریل 571ء ۱۲ ربیع الاول پیر کے دن صبح صادق کے وقت، بزم آرائے عالم امکان ہوا (ﷺ) الحمد للہ محفل کونین میں صدر کی خالی کرسی کو زینت ملی۔

روایت ہے کہ ظہور قدسی کے وقت کسریٰ کے محل کے چودہ کنگرے گر گئے اور آتش کدہ فارس بجھ گیا اور دریائے ساوہ خشک ہوگیا۔ یہ تمہید تھی کہ اب شہنشاہیت کا قصر فلک بوس دربار، ختم رسلؑ میں خاک بوسی کرے گا اور شر وفساد کی آتش قلوب، بنی آدم کے آتش کدوں میں سرد پڑ جائے گی اور ظلم وستم کا دریا خشک ہوکر رہ جائے گا۔ حضور سرور کونینؐ کے ظہور سے اہلبیت اپنی ذریت کو لے کر بحر ظلمات میں جا چھپی اور شیطنیت اپنے ہتھکنڈوں سمیت شش جہات عالم سے بھاگ کھڑی ہوئی۔

ہدایت کا آفتاب چمکا، رحمت کا بادل برسا، آدمیت نے اپنے بھولے ہوئے سبق یاد کیے، ہدایت کی راہیں کھل گئیں، معرفت الٰہی کا دربار لگ گیا۔ محبت الٰہی کی دولت لٹنے لگی۔ سارے عالم کے زیاں کار بھی جب اس بازار میں آئے تو صاحب اعتبار ہوکر گئے۔ یہ اسی نور مبین کی برکت ہے کہ آج بھی اس دور ظلمت میں ہدایت کے آفتاب کی شعاعیں گھر گھر پہنچ رہی ہیں اور اس مادہ پرستی کے زمانے میں، خدا پرستی اور حق شناسی کی راہیں کھلی ہیں۔

یہ اسی ظہور قدسی کے طفیل ہے کہ نگاہیں آج بھی آسمان کے اس پار پہنچ جاتی ہیں جب کہ عصیاں کوشی اور خدا فراموشی کے اندھیرے، دل کی آنکھوں کو اندھا کر چکے ہیں۔ حیات ابدی کا متلاشی اور صراط مستقیم کا طالب اگر اس طوفانی دریائے ضلالت میں نجات کا کنارا چاہے تو دین محمد رسول اللہ (ﷺ) کے بغیر اسے کوئی کشتی سلامت مل نہیں سکتی''۔

Marfat.com

عید میلاد النبی ﷺ

دنیا کا سب سے بڑا دن

(ابوالکلام آزاد)

رات لیلۃ القدر بنی ہوئی نکلی اور خیر من الف شھر کی بانسری بجاتی ہوئی ساری دنیا میں پھیل گئی۔ موکلان شب قدر نے من کل امر سلام کی سیجیں بچھا دیں۔ ملایکان ملاء الاعلیٰ نے تنزل الملئکۃ والروح فیھا کی شہنائیاں شام سے بجانی شروع کر دیں۔ حوریں باذن ربھم کے پروانے ہاتھوں میں لے کر فروس سے چل کھڑی ہوئیں اور ھی حی مطلع الفجر کی میعادی اجازت نے فرشتگان مغرب کو دنیا میں آنے کی رخصت دے دی۔ تارے نکلے اور طلوع ماہتاب سے پہلے عروس کائنات کی مانگ کا موتی بھر کر غائب ہو گئے۔ چاند نکلا اور اس نے فضائے عالم کو اپنی نورانی چادر سیمیں سے ڈھک دیا۔ آسمان کی گھومنے والی قوسیں آپ اپنے مرکز پر ٹھہر گئیں۔ بروج نے سیاروں کے پاؤں میں کیلیں ٹھونک دیں۔ ہوا جنبش سے، افلاک گردش سے، زمین چکر سے اور دریا بہنے سے رک گئے اور کارخانہ قدرت کسی مقدس مہمان کا خیر مقدم کرنے کے لئے رات کے بعد اور صبح سے پہلے بالکل خاموش ہو گیا۔ انتظام و اہتمام کی تکان نے چاند کی آنکھوں کو جھپکایا، نسیم سحری کی آنکھیں جوش خواب سے بند ہونے لگیں۔ پھولوں میں نکہت، کلیوں میں خوشبو، کونپلوں میں بو محو خواب ہو گئی۔

درختوں کے مشام خوشبوئے قدس سے ایسے مہکے کہ پتا پتا مخمور ہو کر سربسجود ہو گیا۔ ناقوس کے مندروں میں بتوں کے سامنے، سر جھکانے کے بہانے آنکھ جھپکائی، برہمن سجدے کے حیلے سر بہ زمین ہو گیا۔ غرضیکہ کائنات کا ذرہ ذرہ اور قطرہ قطرہ ایک منٹ کے لئے غیر متحرک

Marfat.com

ہوگیا۔اس کے بعد وہ منٹ آ گیا،جس کے لئے یہ سب انتظامات تھے۔فرشتوں کے پرے خوشیوں سے بھرے آسمانوں سے زمین پر اترنے لگے اور دنیا کے جمود میں ایک بیدار انقلاب پوشیدہ طور پر کام کرتا ہوا نظر آنے لگا۔ملہم غیب نے منادی کی کہ افضل البشر، خاتم الانبیاء، سراپردہ لاہوت سے عالم ناسوت میں تشریف لانے والے ہیں۔رات نے کہا: میں نے شام سے اس کا انتظار کیا ہے،اس گوہر رسالت کو میرے دامن میں ڈال دیا جائے۔دن نے کہا: میرا رتبہ رات سے بلند ہے، مجھے کیوں محروم رکھا جائے۔دونوں کی حسرتیں قابل نوازش نظر آئیں کچھ حصہ دن کا لیا، کچھ رات کا۔نور کے تڑکے نور علیٰ نور کی نورانی آوازوں کے ساتھ دست قدرت نے دامن کائنات پر وہ لعل بابہار رکھ دیا، جس کے ایک سرسری جلوے سے دنیا بھر کے ظلمت کدے منور اور روشن ہو گئے۔

سرزمین حجاز جلوہ حقیقت سے لبریز ہوگئی۔دنیا جو سرور و جمود و کیفیت میں تھی،اک دم متحرک نظر آنے لگی۔پھولوں نے پہلو کھول دیئے،کلیوں نے آنکھیں واکیں، دریا بہنے لگے، ہوائیں چلنے لگیں، آتش کدوں کی آگ سرد ہوگئی، صنم خانوں میں خاک اڑنے لگی، لات ومنات، ہبل، وعزات کی توقیر پامال ہوگئی، قیصر وکسریٰ کے فلک بوس بروج گر کر پاش پاش ہو گئے، درختوں نے سجدہ شکر سے سر اٹھایا، رات کچھ روٹھی ہوئی سی، چاند کچھ شرمایا ہوا سا، تارے نادم و محجوب سے رخصت ہوئے اور آفتاب شان وفخر کے ساتھ مسرت ومباہات کے اجالے لئے ہوئے کرنوں کے ہار ہاتھ میں،قرص نور تھال میں، ہزاروں ناز وادا کے ساتھ افق مشرق سے نمایاں ہوا، حضرت عبداللہ کے گھر میں، آمنہ کی گود میں، عبدالمطلب کے گھرانے، ہاشم کے خاندان اور مکہ کے ایک مقدس مکان میں خلاصہ کائنات، فخر موجودات، محبوب خدا، امام الانبیاء، خاتم النبین رحمۃ اللعالمین یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف فرما کے عز وجلال ہوئے۔سبحان اللہ ربیع الاول کی بارہویں تاریخ کتنی مقدس تھی جس نے ایسی سعادت پائی اور پیر کا روز کتنا مبارک تھا جس میں حضور ﷺ نے نزول واجلال فرمایا۔فتبارک اللہ احسن الخالقین۔

"جس طرح جسم کی غذا اور زمین کی مادی حیات ونمو کے لئے آسمانوں پر بدلیاں

Marfat.com

پھیلتیں، چمکتیں اور موسلا دھار پانی برستا ہے، ٹھیک اسی طرح روح وقلب کی فضا میں بھی تغیرات ہوتے ہیں۔ یہاں اگر زمین کی مٹی، پانی کے لئے ترستی ہے، تو وہاں بھی انسانیت کی محرومی، ہدایت کے لئے تڑپنے لگتی ہے۔ یہاں پتے جھڑتے ہیں، ٹہنیاں سوکھنے لگتی ہیں اور پھولوں کے رنگین ورق بکھر جاتے ہیں تو تم کہتے ہو کہ آسمان کو رحم کرنا چاہئے۔ وہاں جب سچائی کا درخت مرجھا جاتا ہے، نیکی کی کھیتیاں سوکھ جاتی ہیں، عدالت کا باغ ویران ہو جاتا ہے اور خدا کے کلمہ حق وصدق کا شجرہ طیبہ، دنیا کے ہر گوشہ اور ہر حصہ میں بے برگ و بار نظر آنے لگتا ہے تو اس وقت روح انسانیت چیختی ہے کہ خدا کو رحم کرنا چاہئے۔ یہاں زمین پر موت طاری ہوتی ہے تو خدا کی بارش اسے زندگی بخشتی ہے، وہاں انسانیت ہلاک ہو جاتی ہے تو خدا کی ہدایت پھر اسے اٹھا کر بٹھا دیتی ہے۔

عالم انسانیت کی فضاء روحانی کا ایک ایسا ہی انقلاب تھا جو چھٹی صدی عیسوی کے وسط میں ظاہر ہوا۔ وہ رحمت الٰہی کی بدلیوں کی ایک عالم گیر نمود تھی، جس کے فیضان عام نے تمام کائنات ہستی کو سرسبزی و شادابی کے بشارت سنائی اور زمین کی خشک سالیوں اور محرومیوں کی چوٹیوں پر کہا تھا کہ میں اپنی قدرت کی بدلیوں کے اندر آتشیں بجلیوں کے ساتھ آؤں گا اور دس ہزار قدسیوں کے ساتھ میرے جاہ وجلال الٰہی کی نمود ہوگی۔ سو بالآخر وہ آ گیا اور سعیر اور فاران کی چوٹیوں پر اس کے ابر کرم کی بوندیں پڑنے لگیں۔

یہ ہدایت الٰہی کی تکمیل تھی، یہ شریعت ربانی کے ارتقاء کا مرتبہ آخری تھا، یہ سلسلہ ترسیل رسل ونزول صحف کا اختتام تھا، یہ سعادت بشری کا آخری پیام تھا، یہ وراثت ارضی کی آخری بخشش تھی، یہ امت مسلمہ کے ظہور کا پہلا دن تھا اور اس لئے یہ حضرت ختم المرسلین ورحمۃ اللعالمین محمد بن عبداللہ کی ولادت باسعادت تھی۔

یہی واقعہ ولادت نبوی ہے، جو دعوت اسلامی کے ظہور کا پہلا دن تھا اور یہی ماہ ربیع الاول ہے جس میں اس امت مسلمہ کی بنیاد پڑی، جس کو تمام عالم کی ہدایت وسیادت کا منصب عطا ہونے والا تھا۔ یہ ریگستان حجاز کی بادشاہت کا پہلا دن نہ تھا، اس میں صرف نسلوں اور ملکوں کی

Marfat.com

دعوت نہ تھی۔ جیسا کہ ہمیشہ ہوا ہے اور جیسا کہ دنیا کی تمام تاریخ کا انتہائی سرمایہ ہے، بلکہ یہ تمام عالم کی ربانی بادشاہت کا یوم میلاد تھا۔ یہ تمام دنیا کی ترقی وعروج کے بانی کی پیدائش تھی۔ یہ تمام کرہ ارضی کی سعادت کا ظہور تھا۔ یہ تمام نوع انسانی کے شرف واحترام کا قیام عام تھا۔ یہ انسانوں کی بادشاہتوں، قوموں کی بڑائیوں اور ملکوں کی فتوحات کا نہیں، بلکہ خدا کی ایک ہی اور عالم گیر بادشاہت کے عرش وجلال وجبروت کی آخری اور دائمی نمود تھی۔

پس یہی دن سب سے بڑا ہے کیونکہ اسی دن کے اندر دنیا کی سب سے بڑی بڑائی ظاہر ہوئی۔ اس کی یاد نہ تو قوموں سے وابستہ ہے اور نہ نسلوں سے، بلکہ وہ تمام کرہ ارضی کی ایک عام اور مشترکہ عظمت ہے، جس کو وہ اس وقت تک نہیں بھلا سکتی جب تک کہ اس سچائی اور نیکی کی ضرورت ہے اور جب تک کہ اس کی زمین اپنی زندگی اور بقاء کے لئے عدالت اور صداقت کی محتاج ہے"۔

Marfat.com

میلاد النبی ﷺ

کا پیغام دنیائے انسانیت کے نام

(علی اکبر قادری الازہری)

۱۲ ربیع الاول تاریخ انسانی کا ہی نہیں کائنات عالم کا بھی عظیم ترین دن ہے۔ یہ دن توحید باری تعالیٰ کی پرچم کشائی اور ظلم و ستم میں جکڑی ہوئی اقوام اور سسکتی ہوئی انسانیت کی رہائی کا دن ہے۔ یہ دن صداقتوں کا امین اور سعادتوں کا پیامبر ہے۔ اس کے بعد آنے والے وقت نے یہ ثابت کر دیا کہ واقعی اس مطلع صبح ازل نے تاریخ انسانی کو فیصلہ کن موڑ پر لا کھڑا کیا تھا۔ وہ دن دنیا کے لئے نئی روشنی کا دن تھا۔ ایک ایسی روشنی جس نے تاریخ انسانی کو افراط و تفریط سے ہٹا کر اعتدال و توازن کے صراط مستقیم پر گامزن کیا اور اسے جہالت کے ان گنت دبیز پردوں سے نکال کر زندگی کی روشن راہوں پر لا یا۔ تمام طبقاتی، نسلی، لسانی اور جغرافیائی بتوں کو توڑ کر صفحہ ہستی پر ایسے نئے خدائی نظام نے جنم لیا جس کے تحت محبت و مروت کے جذبوں کی نشو و نما ہوئی۔ بتکدۂ عالم میں توحید ربانی کے نغمے گونجنے لگے اور صدیوں سے غافل انسان اپنے خالق و مالک کی دہلیز پر جھک گیا۔

لاکھوں اور کروڑوں درود و سلام ہوں اس ذات اقدس ﷺ پر جس کے سر انور پر خود خالق کائنات نے رحمۃ للعالمین کا تاج سجا کر پوری انسانیت کیلئے سرچشمہ ہدایت و رحمت بنایا اور آپ ﷺ کو خاتم المرسلین کے منصب جلیلہ پر فائز فرمایا۔ آغاز تخلیق کائنات سے لے کر آج اور آج سے قیامت و مابعد تک جس کو جو کچھ ملا یا ملے گا، آپ ﷺ کے فیضان کرم کا تصدق ہو گا بلکہ ظہور [illegible]ت سے لے کر اس میں پھیلی ہوئی ہر چیز کا وجود اور ان اشیاء میں موجود نور و نکہت، رنگ و بو اور [illegible] کی رعنائیاں آپ ﷺ کے دم قدم سے قائم و دائم ہیں۔ اقبال کی زبان میں......

Marfat.com

عالمِ آب و خاک میں ترے ظہور سے فروغ
ذرہ ریگ کو دیا تونے طلوعِ آفتاب

حضرات محترم! میلاد النبی ﷺ کی اس صبح سعادت سے آج تک تقریباً ساڑھے چودہ سو سال سے زائد کا طویل عرصہ بیت چکا ہے۔ آپ ﷺ کے نام لیوا ہر سال اس صبح سعید کا استقبال حتی المقدور جذبۂ ایمانی اور ملی جوش وخروش سے کرتے آئے ہیں۔ یوم میلاد کو کما حقہ منانے کیلئے اس سے لاکھوں درجے جوش و جذبہ، جشن، تقریبات اور جلوس وغیرہ کا اہتمام ہونا چاہئے کیونکہ یہ دن امت محمد ﷺ کیلئے سال بھر میں افضل ترین دن ہے۔ اسے شایان شان طریقے سے منانے کیلئے جتنی کوشش، محنت اور جانی و مالی قربانی ہو سکے کرنی عین تقاضائے ایمان ہے لیکن ایک زندہ و باشعور امت ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اس دن کو بطور عید منانے کے ساتھ ساتھ یوم تجدید عہد کے طور پر بھی منائیں۔

ہمارے سوچنے سمجھنے اور غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ہماری زندگیوں میں یہ ماہ مبارک جتنی مرتبہ پلٹ کر آیا، کیا ہم نے ایک مرتبہ بھی اس کے دامن میں تشریف لانے والی ہستی نبی اکرم ﷺ کے پیغام پر کان دھرے؟ کیا ہم نے جشن میلاد النبی ﷺ مناتے ہوئے کبھی سوچا کہ آج کے دن پیدا ہونے والے نبی اکرم ﷺ و آخر کا مقصد بعثت کیا تھا؟ انہوں نے زندگی بھر کیا امور سرانجام دیئے۔ ہم پر کیا فرائض عائد ہوتے ہیں اور ان کے نام لیوا ہونے کی حیثیت سے ہم نے ان کے پاکیزہ مشن کیلئے کتنی قربانیاں دی ہیں؟ اس سے پہلے کہ آج ہم اپنی ذمہ داریوں کا مختصر جائزہ لیں یہ اچھی طرح ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کو کس لئے مبعوث فرمایا اور زندگی بھر آپ ﷺ نے اس مقصد کی تکمیل کے لئے کیا کچھ کیا۔

قرآن حکیم میں حضور ﷺ کی بعثت مبارکہ کا مقصد و مدعا یوں بیان ہوا ہے۔ ''وہی (اللہ تعالیٰ) ہے جس نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ وہ اس (دین) کو سب ادیان (باطلہ) پر غالب کر دے خواہ مشرک لوگ اس کی کتنی ہی

Marfat.com

مخالفت کیوں نہ کریں''(الصّف:۹)

گویا آپ ﷺ کی بعثت مبارکہ کا مقصد محض دعوت وتبلیغ ہی نہیں بلکہ دین حق کا عملی نفاذ اور اسے دیگر ادیان باطلہ پر غالب وفائق کرنا بھی تھا۔یہی وہ ذمہ داری تھی جسے سرکار دو جہاں ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں کما حقہ پورا فرمایا۔اس راہ میں خواہ آپ ﷺ کو اپنا جسم انور لہولہان کرانا پڑا' گلے مبارک میں پھندے ڈلوانے پڑے' تین تین سال شعب ابی طالب میں اپنے خاندان اور مشرکی ساتھیوں سمیت بھوکے پیاسے رہنا پڑا' معاشرتی بائیکاٹ ہوا' طائف کے بازاروں میں پتھروں کی بارش برداشت کرنا پڑی' مکہ جیسا وطن چھوڑا' عزیز واقارب' دوست احباب چھوڑ کر ہجرت فرمائی ٬سیدنا صدیق اکبرؓ کے ہمراہ تین دن رات غار ثور کی تاریکیوں میں بسر کئے' مدینہ پہنچے تو بے شمار معاشرتی' معاشی اور سیاسی معاملات نمٹانے کے ساتھ ساتھ کثرت سے اسلام دشمنوں کی سازشوں اور کفار کے مسلسل حملوں کا نہ صرف مقابلہ کیا بلکہ ہر بار ان کو عبرت ناک شکست دی۔

تاریخِ انسانیت میں دس سالہ مختصر عرصے میں کسی قیادت' جماعت یا ریاست کو اتنی کثرت سے اتنی سخت مزاحمت کا مقابلہ نہیں کرنا پڑا۔یاد رہے کہ اس دس سالہ مدنی دور نبوت میں تقریباً چھوٹی بڑی ۱۰۰ جنگیں ہوئیں جن میں سے ۲۶ میں آپ ﷺ خود بطور سپہ سالار شریک ہوئے ۔یہ سب کچھ کیوں ہوتا رہا؟ کیا کفار مکہ کو مسلمانوں کی مذہبی رسومات سے خطرہ تھا؟ ہرگز نہیں۔مسلمان اپنی جگہ اللہ اللہ کرتے رہتے اور اس بات پر معاہدہ کر لیتے کہ کعبۃ اللہ ہمارے حوالے کر دو ہم پانچ وقت اذان دے کر نمازیں پڑھتے رہیں گے۔سال میں ماہ رمضان آئے گا تو روزے رکھ لیا کریں گے۔حسب توفیق زکوٰۃ ادا کر دیں گے اور حج کا مہینہ آئے گا تو ہم حج بھی کر لیں گے'بس یہی ارکان اسلام تھے جن کی ادائیگی بغیر جنگ وجدال کے بآسانی ہو سکتی تھی۔

اگر اسلام محض ان ارکانِ اسلام پر عمل کر لینے' بعض معاملات میں حلال وحرام کی تمیز برتنے اور حسب ضرورت خدا کی راہ میں مستحقین پر تھوڑا بہت مال خرچ کر دینے کا ہی نام ہوتا تو حضور ﷺ اپنے جانثار صحابہؓ سمیت اپنے جسم تیروں سے چھلنی نہ کرواتے' صحابہ گھر بار چھوڑ کر ہجرت

Marfat.com

حبشہ اور بعد ازاں ہجرت مدینہ نہ کرتے۔ بڑی آسانی سے قریش مکہ کے ساتھ سمجھوتہ ہوسکتا تھا کہ تم ہمارے مذہب کو نہ چھیڑو' ہم تمہارے باطل اور منافقانہ نظام کو نہیں چھیڑتے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ پھر مسلمان جب ہجرت کر کے مکہ سے سینکڑوں میل دور جا بسے تھے' چاہیئے تو یہ تھا کہ یہاں دونوں فریق کبھی نہ الجھتے لیکن جب تک مکہ فتح نہیں ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے فتح مبین کے ذریعے پورے عرب پر اسلام کا پرچم لہرا نہیں دیا' کفار نے مسلمانوں کے ساتھ اس وقت تک شدید مزاحمت جاری رکھی اس لئے کہ کفار کو اسلام کے اس انقلابی منشور سے خطرہ تھا جس کے تحت ہر سطح پر ان کی اجارہ داریاں ختم ہو رہی تھیں اور منصفانہ اسلامی نظام سیاست و معیشت کی موجودگی میں انہیں اپنے مذموم مفادات خطرے میں پڑتے نظر آ رہے تھے۔ چنانچہ جب سرزمین عرب اسلام کے زیر نگیں آ چکا اور وہاں ایک فلاحی سیاسی قوت دنیا کے نقشے پر ابھر آئی تو حجتہ الوداع کے تاریخی موقع پر اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو آخری پیغام بھیجا۔ "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ" "محبوب آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی"۔

اگر دین محض عبادات و ریاضات کی ادائیگی اور تکمیل کا نام ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ آیۂ مبارکہ فتح مکہ کے بعد نہ اتارتے اور نہ ہی اس سیاسی غلبہ و تفوق کو اتمام نعمت سے تعبیر فرماتے۔ جب تک بعثت نبوی ﷺ کے اس حوالے سے مسلمان اپنی ذمہ داریاں نبھاتے رہے زمانہ گواہ ہے ہر جگہ اور ہر دور میں باعزت اور باوقار رہے، غالب و فائق رہے لیکن جیسے ہی ہماری نظروں سے مقصد بعثت نبوی ﷺ اوجھل ہوا ہم نے حالات سے سمجھوتہ کر لیا۔ ہم انفرادی' قومی اور بین الاقوامی سطح پر نہ صرف پستی کا شکار ہوئے بلکہ کفر و طاغوت ہم پر مسلط ہوگیا۔ آج جب ہم جشن میلاد النبی ﷺ مناتے ہیں تو ہمیں اس حقیقت پر بھی غور کرنا ہوگا کہ اس وقت پوری امت مسلمہ شکست خوردگی کے عالم میں زخموں سے کیوں کراہ رہی ہے؟ مسلمان دنیا کے ہر خطے میں موجود ہیں لیکن یہ موثر قوت نہیں' ان کے پاس دولت کے انبار بھی ہیں مگر بے دست و پا ہیں۔ ان کا کوئی پرسان حال نہیں۔ فلسطین' لبنان' آذربائیجان' بھارت' کشمیر' بوسنیا' چیچنیا اور بے شمار دوسرے ممالک میں نہتے

Marfat.com

مسلمانوں پرظلم کی ناقابل بیان داستان دھرائی جارہی ہے لیکن اسلام دشمنوں کو کوئی پوچھنے والا نہیں۔

یہ تو ہے مسلمانوں کا حال! دوسری طرف اس ترقی یافتہ سائنسی دور کا جائزہ لیں تو ہر انسان مضطرب ہے۔ اپنے ہاتھوں کے بنائے ہوئے خطرناک آتشیں ہتھیاروں نے اسے غیر محفوظ کر دیا ہے۔ مادیت پرستی نے پوری دنیا میں حیات بخش روحانی اقدار کو مسمار کر دیا ہے۔ قتل و غارت گری' بے حیائی' عریانی' فحاشی اور بدکاری کے ماحول نے موجودہ تہذیب کو صدیوں پیچھے دھکیل دیا ہے۔ الغرض انسانیت آج پھر سسک رہی ہے۔ عدل و انصاف کے دروازوں پر تالے پڑ گئے ہیں۔ آج پھر نسلی' لسانی' اور جغرافیائی بتوں کی پوجا ہو رہی ہے۔ انسانوں نے پھر بے جہت منزلوں کا سفر شروع کر دیا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نیا نبی نہیں آئے گا جو اس بھٹکتی ہوئی انسانیت کو راہ راست پر لگائے۔ ان حالات میں مسلمانان عالم کا فرض ہے کہ وہ علم و عمل اور سیرت و کردار کے زیور سے آراستہ ہو کر اپنا تاریخی کردار ادا کریں اور مقصد بعثت نبوی ﷺ کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی تمام تر صلاحیتیں بروئے کار لائیں اور اسلام کا پیغام محبت و رسالت پوری دنیا میں پھیلا دیں۔

امتِ مسلمہ کے غیور نوجوانو! آج آقا ﷺ کا دین تمہیں پکار رہا ہے۔ حضور ﷺ کی پوری امت زبوں حالی کا شکار بنی آپ کی راہیں دیکھ رہی ہے۔ دین کے نام نہاد علمبردار (الا ماشاء اللہ) خود غرضی' مفاد کوشی اور نفس پرستی کا شکار ہو چکے ہیں۔ اسلامی معاشروں میں اخلاقی و روحانی اقدار تیزی کے ساتھ ختم ہو رہی ہیں۔ کسی کو اصلاح احوال کی فکر نہیں کوئی ابترا احوال ملت پر دل گرفتہ نہیں...... ایسے میں آپ کے سامنے اب دو راستے ہیں....

☆ ایک یہ کہ آپ اپنی اس بے حسی اور منافقت کی زندگی کو جاری رکھیں اور یہ سوچنے کی ضرورت ہی محسوس نہ کریں کہ امت مسلمہ کے افراد کی حیثیت سے آپ کی بھی کچھ ذمہ داریاں ہیں یا نہیں۔ اس کے برعکس

☆ دوسرا راستہ یہ ہے کہ آپ ملت اسلامیہ کو درپیش داخلی و خارجی اور نظریاتی و جغرافیائی چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ عظیم قوم کے عظیم فرزندوں کی طرح اٹھ

Marfat.com

کھڑے ہوں اور اپنے اسلاف کے طریقوں پر عمل کرتے ہوئے خود کو اسلام کے مطلوبہ معیار کے مطابق ڈھالیں اور باہم متحد و متفق ہو کر دنیا پر چھائی ہوئی تمام استحصالی قوتوں کے خلاف سینہ سپر ہو جائیں۔ یہ دوسرا راستہ ہی دین حمیت و غیرت اور تقاضائے غلامی رسولؐ کو نبھانے کا راستہ ہے' اسی راستے پر چل کر مصطفوی انقلاب کا سویرا طلوع ہو سکتا ہے۔ یہ اتنا آسان کام نہیں کہ گھر بیٹھے کامیابی مل جائے۔ اس کیلئے آپ کو حضورﷺ کے جاں نثار صحابہؓ کی طرح مصائب و آلام کی بھٹی سے گزرنا ہو گا' اس راستے میں بڑے نشیب و فراز آئیں گے، جگہ جگہ رکاوٹوں کے پہاڑ آپ کا راستہ روکیں گے۔ اپنوں اور بے گانوں کی مخالفت ہو گی' جان مال اور بیوی بچوں کی محبت کے حصار سے اوپر اٹھ کر اس دین کیلئے کمربستہ ہونا پڑے گا۔ علم، ہنر، دولت اور جملہ ذاتی مفادات کی قربانی دینا ہو گی۔ (اگست ۹۵ء)

Marfat.com

میلاد النبی ﷺ

کارسازِ قدرت کا شاندار دن

(مولانا نعیم الدین مراد آبادی)

''دائرہ کائنات کا مرکز، مجموعہ مخلوقات کا حرف اولین، گلزار خلائق کا سب سے نفیس پھول، آسمان وجود کا نیر اعظم، وہ تاباں و درخشاں نور عالم افروز ہے جس کے ظہور نے اپنے پرتو جمال کے فیضان سے کائنات کو مالا مال کر دیا۔ اس ہستی مقدس کا کوئی نظیر ہے نہ مثیل، نہ ہمتا نہ عدیل، لاثانی نے لاثانی بنا دیا ہے، بے نظیر نے بے مثال پیدا کیا ہے۔ اس روح مصوز، جان مجسم پر بے شمار درود جس کے وجود نے وجود بے کیف کا پتا دیا، جس کے حسن ملیح نے محبوب حقیقی کے حسن کا خطبہ پڑھا۔ جو آنکھ میں نہ اتر سکتا تھا، وہ دل میں سمایا، جس کا پتا نہ تھا، وہ رہنما ہوا۔

کائنات میں کسی ہستی کا ظہور، کسی نئے نقش کی نمود، کسی وجود کا نہاں خانہ عدم سے قدم نکالنا بڑی پرلطف بات ہے، جس کے لئے خوشیاں منائی جاتی ہیں، انتظار کھینچے جاتے ہیں، آنکھیں شوق دیدار کے لئے وا ہوتی ہیں، دلوں کو سرور کی لذت حاصل ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ انسانی مصنوعات، جو اپنے ہی جیسے افراد کی عقل و تدبیر کا نتیجہ ہیں، ان پر کس قدر خوشیاں کی جاتی ہیں۔ ریل جب ایجاد ہوئی، اس کی تعریف سے ہر زبان نے استلزاذ کیا۔ ہوائی جہاز کی خبریں کس شوق سے سنی جاتی ہیں۔ جب ادنیٰ درجے کی موجودات اور اپنے وہم و خیال کی بنیادوں پر تعمیر کی ہوئی عمارت تک کا عالم ہستی میں نمودار ہونا ایک وقعت رکھتا ہے اور فرح و انبساط کا موجب ہوتا ہے، تو کسی اعلیٰ مخلوق کا پیکر وجود میں ظاہر ہونا اور صناع عالم کی قدرت کے کرشمے اور بدیع نگاری کے مرقع کا رونما ہونا کتنی شان و شوکت، کیسی عظمت و جلالت، کس قدر فرح و طرف کے لوازم اپنے ساتھ رکھتا ہو گا اور دنیا میں اس کے ظہور سے کیسی تجلی اور روشنی اور کیسی دھوم دھام ہو گی۔

Marfat.com

ہر طرف کفر وضلالت کی گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ کعبہ معظّمہ اور بیت المقدس کے درو دیوار اس غم میں خون دردل تھے، حرم شریف فریاد کر رہا تھا، بیت اللہ ہمہ تن آنکھ بن کر اس مقدس آنے والے کی راہ تک رہا تھا، جس کے قدوم پاک کے ساتھ اس کی عزت وعظمت، حق کا ظہور اور خلق کی اصلاح ودرستی وابستہ تھی۔ صفا ومروہ گردنیں اٹھائے ہوئے اس ہادی اعظم کا راستہ دیکھ رہے تھے۔ جس کی تشریف آوری کا مژدہ مسیحؑ وخلیلؑ ہی نہیں بلکہ تمام انبیاء دیتے آئے تھے۔ سرزمین حجاز کا ذرہ ذرہ محبوب حق کے قدموں سے پامال ہونے کی تمنا میں دل پرارمان بنا ہوا تھا۔ زمزم کا دل ایک بحر جود وکرم کی یاد میں پانی پانی ہو رہا تھا۔

بیت المقدس کی آنکھیں اس مقتدائے عالم کا انتظار کر رہی تھیں، جس کے ورود سے اس کی دوبارہ آبادی متوقع تھی اور جو اس گروہ انبیاء کی امامت فرمانے والا تھا۔ بطحا کا ہر سنگریزہ اس عالم نواز ربانی کی قدم بوسی کا تمنائی تھا جس کی جلوہ افروزی کا غلغلہ ابتدائے عالم سے تمام دنیا میں مچا ہوا تھا۔

کارساز قدرت نے اس وجود اقدس کو نرالے انداز کے ساتھ عجیب شان وشوکت سے ظاہر فرمایا۔ دنیا میں تبدیلیاں ہوئیں، قحط سالی رفع ہوئی، خشک اور چٹیل میدان سرسبز وشاداب ہوئے، سوکھے ہوئے درخت پھل لائے، دبلے جانور فربہ ہوگئے، عالم کا نقشہ بدل گیا، دنیا کی کایا پلٹ گئی، نظام قدرت کے عظیم الشان تبدل نے ایک بشر الٰہی کے ظہور کا پتا دیا۔ بت خانوں میں ہلچل مچی، بت سر بخاک ہوئے، جھوٹی خدائی کی جھوٹی شوکت خاک میں ملی۔ باطل معبودوں کی رسوائی وخواری نے ان کے بطلان کی شہادت دی۔ آتش خانوں کی صدہا سالہ آگ سرد ہوئی، عزت وجبروت والے بادشاہوں کے قصر وایوان زلزلے میں آئے۔ فلک رفعت قلعوں کی کوہ ساماں دیواریں شق ہوئیں، کنگرے سربسجود ہوئے، شیاطین کے تخت الٹ گئے، ربانی انوار خطہ خاک کی طرف متوجہ ہوئے، آرزومندان جمال کی چشم تمنا وا ہوئی، نرگس منتظر کا فرش بچھا، رحمت الٰہی کا شامیانہ تنا، گلشن تمنا میں باد مراد چلی، بام کعبہ پر علم سبز نصب ہوا، کونین کے تاجدار کی آمد آمد کا غلغلہ ہوا، جہان نور سے معمور ہوا، فرح وطرب نے عالم پر قبضہ کیا، شب غم نے بستر اٹھایا، صبح امید نے چہرہ دکھایا، ۱۲ ربیع الاول صبح صادق کے وقت نے طلوع فرمایا''۔

Marfat.com

میلاد النبی ﷺ

جب جنت زمیں پر اتری

(ماہر القادری)

''زندگی خواب ہے۔۔۔اور بہت سے خواب سچ مچ زندگی بن جاتے ہیں۔ ہر کسی کو ایسے سچے خواب دکھائی نہیں دیتے۔ بہت سے لوگ خوابوں کو تصورات کی افسانہ طرازی اور اوہام کی بت گری بتاتے ہیں۔لیکن اپنی اپنی وسعت فکر و خیال اور دل و نگاہ کی پاکیزگی کی بات ہے۔ بعض خواب اوہام کی شیشہ گری سے بلند ہوتے ہیں، حال و مستقبل کے برزخ کی اس طرح مثالی سیر کرائی جاتی ہے کہ آنے والے واقعات کا عکس آئینہ ادراک پر پڑنے لگتا ہے۔۔۔ یہ خواب دوسروں کی بیداریوں سے زیادہ سچے، کارآمد بلکہ مقدس ہوتے ہیں۔

اس دنیا میں بہت سے ایسے بھی ہیں جو جاگتے ہیں مگران کے دل سوتے رہتے ہیں۔ نفس و آفاق کی ایک نشانی میں بھی انہیں ہدایت کا کوئی اشارہ نہیں ملتا، ماضی اور حال کے واقعات کی رصدگاہ سے مستقبل کی ایک پرچھائیں بھی ان کو نظر نہیں آتی، ساری زندگی بے خبری میں گزر جاتی ہے۔۔۔مگر کچھ سعید روحیں عالم خواب میں بھی بیداری کی نعمتوں سے بہرہ مند ہوتی ہیں اور مستقبل ان کے سامنے آپ ہی آپ آ کھڑا ہوتا ہے۔۔۔

آمنہ کو خواب نظر آنے لگے۔نہایت ہی عجیب و مساک خواب! کبھی یہ کہ بی بی آمنہ کا جسم خاکی یکبارگی آئینہ کی طرح جھلکنے لگا اور روئیں روئیں سے سرد شعائیں نکلنے لگیں، کبھی کانوں سے سنا کہ بہشت کی حوریں، آسمان کے فرشتے اور مقدس روحیں مبارک باد دے رہی ہیں۔کبھی سوتے میں ایسا محسوس کیا کہ وہ اپنے نورانی اور شفاف جسم کے ساتھ بلندی پر ہے۔اونچے سے اونچے پہاڑ پست

Marfat.com

نظر آتے ہیں۔ آمنہ کے تلوے ستاروں کو چھو رہے ہیں اور چاروں طرف تہنیت اور تبریک کے زمزمے چھڑے ہیں۔

دستور کے مطابق قبیلہ کی عورتیں آمنہ کی مزاج پرسی کے لئے آتیں تو انہیں کچھ ایسا نظر آتا جیسے بام کعبہ سے لے کر عبداللہ کے گھر تک نور کا شامیانہ تنا ہوا ہے، جسے کافوری شمعوں سے زیادہ اجلے اور روشن ہاتھ تھامے ہوئے ہیں۔ گھروں میں چرچے ہونے لگے کہ آمنہ پر آسمان کی نورانی دیویاں بہت مہربان ہیں۔ وہب کی بیٹی، عبدالمطلب کی بہو، عبداللہ کی شریک حیات اور ہونے والے بچہ کی ماں آمنہ خود زہرہ و مشتری بنی جا رہی ہے۔

۔۔۔''اے لو! ستارے زمین پر جھک آئے۔ یہ آج کیا ہو رہا ہے۔۔۔ عبداللہ کی پھوپھی نے کہا''۔

۔۔۔۔''میں بھی تو یہی دیکھ رہی ہوں کہ جتنی روشن یہ پچھلی رات ہے اتنے اجلے تو دن بھی نہیں ہوتے''۔۔۔ ایک بوڑھی عورت نے جواب دیا۔

۔۔۔ام معبد! اور یہ خنک ہوائیں، باد صبح گاہی کے جھونکے، نسیم سحر کی اٹھکیلیاں، در و دیوار جھومے جا رہے ہیں، طائف کے سبزہ زاروں اور باغیچوں کی بھی میں نے صبحیں دیکھی ہیں پر آج کی صبح تو سب سے عجیب ہے۔۔۔ اور خوشبو کی لپٹیں جیسے یمن کا تمام عطر جمع کر کے کسی نے چھڑک دیا ہے۔ کاش! اس رات کی صبح نہ ہوتی اور ہم سدا یہی منظر دیکھتے رہتے۔۔۔ تیسری عورت نے دوپٹہ کا آنچل موڑتے ہوئے کہا۔

قریش کے جن گھرانوں میں لوگ آج جلد اٹھ بیٹھے تھے وہ اپنے بتوں کو تھامتے تھامتے اور اٹھاتے اٹھاتے تھک جاتے تھے۔۔۔ مگر بت کس طرح کھڑے رہنے کے لئے تیار نہ تھے۔ ان کی پیشانیاں آپ ہی آپ سجدے میں جھکی جا رہی تھیں۔

۔۔۔آج کیا ہو گیا ہے میرے معبود کو، لیٹے جاتے ہیں، گرے جاتے ہیں، شاید نیند آ رہی ہے مگر بت تو سویا نہیں کرتے۔ کہیں مجھ سے ناراض تو نہیں ہو گئے، لاؤ پھر ایک بار خلوص

Marfat.com

عقیدت کے ساتھ سجدہ کروں۔۔۔بوڑھے قریشی نے بت کو دیوار کے سہارے کھڑا کر کے سجدہ کیا اور پھر جو سر اٹھایا تو بت کا ماتھا بھی زمین پر دیکھا۔ اتنے میں ایک عورت دوڑی ہوئی آئی اور بوڑھے کا ہاتھ تھام کر بولی۔

۔۔۔"میرے ساتھ چل کر دیکھو، فریسہ کا معبود، زہیر کا حاجت روا، قیس کا بت اور خود میرا خدا سب کے سب خاک پر پیشانی کے بل گرے پڑے ہیں"۔

اس پر بوڑھے عرب نے عورت کا ہاتھ جھٹک کر کہا:

۔۔۔"میں خود اس پریشانی میں مبتلا ہوں، میرے معبود کو نہیں دیکھ رہی ہو، خاک پر سر رکھا ہے! تم اپنے معبودوں کو سنبھالو، میں اپنے خدا کو تھامتا ہوں"۔

جہاں عبدالمطلب کے گھر میں آمنہ پر سرور آمیز غنودگی سی طاری تھی، اسی عالم میں اس کے کانوں نے سنا:

۔۔۔"یہ اسماعیل ذبیح اللہ کی ماں ہاجرہ ہیں"۔۔۔

آواز تھوڑی دیر کے لئے رک گئی اور وقفہ کے بعد زیادہ شیریں لہجہ میں کسی نے کہا:

۔۔۔"ام احمد! دعائے ابراہیم مبارک!"

پھر فضا میں قدرے سکوت کے بعد ایک صدا گونجی:

۔۔۔"آمنہ! یہ عیسیٰ روح اللہ کی ماں مریمؑ ہیں، کنواری مریم! شہر جلیل کے مبلغ کی والدہ محترمہ!۔۔۔۔

پھر دوسری آواز:

۔۔۔"ام احمد! نوید مسیحا مبارک!"

ابھی دن رات ملے جلے تھے اس لئے دونوں کی تقدیروں کو ایک ساتھ چمکنا تھا۔ سپیدہ سحر نمودار ہو ہی رہا تھا، غنچوں کی نازک گرہیں کھل رہی تھیں، لالہ و گل کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر رہی تھی، بنفشہ و شقیق کی نازک پتیوں پر شبنم کے موتی ڈھلک رہے تھے۔ سرو و شمشاد نے پھولوں کی

Marfat.com

مہک پا کر انگڑائی لی۔ طائران خوشنوا کی چہکاروں سے تمام فضا نغمہ زار بن گئی، جنت آج سچ مچ زمین پر اتر آئی تھی۔ صفا کی وادی، مروہ کے سنگریزے، قیس کی چوٹیاں اور عرفات کا میدان نور کی جھلکیوں میں جھم جھم کر رہا تھا۔

ستارے جھلملا رہے تھے، کلیاں چٹک رہی تھیں اور پھول مہک ہی رہے تھے کہ اتنے میں گھر کی عورتیں خوشی سے بے تاب ہو کر پکاریں:

---"کوئی عبدالمطلب کو جا کر مبارک باد دو!"

عبدالمطلب اس مژدے کے سنتے ہی تیزی کے ساتھ آئے، خوشی کے مارے پاؤں بہکے بہکے سے پڑ رہے تھے۔ عبدالمطلب کے رخساروں کی جھریوں میں مسرت جھل مل، جھل مل کر رہی تھی۔ آمنہ نے فرط غیرت سے چادر منہ پر ڈال لی۔ عبدالمطلب نے پوتے کو دیکھا، پیشانی کو چوما۔ ان کی آنکھوں میں بجلیاں سی چمک رہی تھیں۔

---سید القریش! اتنا نورانی چہرہ آپ نے آج تک دیکھا نہ ہوگا---عورتوں نے یک زبان ہو کر کہا۔

---لاریب نہ صرف میں نے شاید دنیا میں کسی آنکھ نے ایسے جلوے نہ دیکھے ہوں، چاند، سورج، کہکشاں، قوس قزح، پھول، غنچے، حیران ہوں کہ کس چیز سے اس نونہال کے چہرے کو تشبیہ دوں! اس کے حسن و جمال کے سامنے تو یہ سب پھیکے اور بے رنگ ہیں! اور یہ باتیں مجھ سے محبت میں نہیں کہلوا رہی ہیں، یہ حقیقت ہے جو عبدالمطلب کی زبان سے آپ ہی آپ بول رہی ہیں---عبدالمطلب کے جواب پر عورتوں میں باہم سرگوشیاں ہونے لگیں۔ جیسے کوئی اپنے دل کی بات کہنا بھی چاہے اور کسی سبب سے کھل کر نہ کہہ سکے۔

---یہ کیا سرگوشیاں ہو رہی ہیں! اچھا! گیت گانا چاہتی ہو، میں چلا جاؤں، مجھ بوڑھے کے سامنے دف بجاتے ہوئے شرم آتی ہوگی---عبدالمطلب کے کہنے پر عورتیں بولیں:

"یا ابا عبداللہ! رات ہم نے اپنی ان آنکھوں سے جو کیفیت دیکھی ہے، اگر کسی کے

Marfat.com

سامنے بیان کریں تو لوگ کہیں گے کہ یہ عورتیں دیوانی ہوگئی ہیں، کسی نے ان پر جادو کر دیا ہے، ان کے دماغ میں خلل آ گیا ہے، رات کا سماں لفظوں میں ادا نہیں ہوسکتا، وہ دیکھنے ہی کی چیز تھی، کہنے کی نہیں! اور کوئی کہنا بھی چاہے تو وہ کیفیتیں لفظوں میں کہاں سما سکیں گی''۔۔۔عبدالمطلب نے مسکرا کر جانا چاہا۔

۔۔۔''ابن عبداللہ کہا کریں اس ہاشمی نونہال کو؟''۔۔۔ایک خاتون نے دریافت کیا۔

۔۔۔اچھا! نام کی طرف اشارہ ہے! بہت خوب! عبداللہ کے لخت جگر اور آمنہ کے نور نظر کا نام ہم نے رکھا۔ احمد ہاں محمد بھی، تمام دنیا میں تعریف کی جائے گی، میرے چاند کی! (فضا میں معاً ایک دھیما سا غیبی نغمہ گونجا۔۔۔زمینوں میں ہی نہیں آسمانوں میں بھی اس کی حمد و ستائش کے نغمے بلند ہوں گے) عبدالمطلب کا جواب سن کر آمنہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگی جیسے اس کے دل کی بات عبدالمطلب کی زبان پر آ گئی''۔

Marfat.com

مقصود کائنات ﷺ

کا جشن ولادت

(غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمیؒ)

ربیع الاول کا نورانی مہینہ، وہ مقدس مہینہ ہے جس میں سید الطیبین والطاہرین، سید المرسلین جناب احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اس دنیا میں جلوہ گر ہوئے۔

اے ماہ ربیع الاول تیری عظمتوں کو سلام، تیرے دامن میں اللہ کے محبوب کی ولادت باسعادت کے جلوے نظر آ رہے ہیں۔ میرا ایمان ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت نے حقائق کائنات کو منور کر دیا۔ حضور اکرم ﷺ کی ذات مقدسہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا: هُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى. "وہی ہے اللہ جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ بھیجا" یہاں حضور نبی کریم ﷺ کو بھیجنے کا ذکر ہے۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً. "اللہ نے ایمان والوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ان میں سے رسول بھیجا قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ "تمہارے پاس نور آیا اور روشن کتاب آئی"۔

یا ایھا النبی انا ارسلنک شاھدا "اے پیارے نبی! ہم نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا"۔ قرآن پاک کے عنوانات کو دیکھئے کہ حضور اکرم ﷺ کے آنے، بھیجے جانے، مبعوث ہونے اور جلوہ گر ہونے کے لئے کیسے کیسے عنوانات اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیان فرمائے ہیں اور اس سے حضور ﷺ کے تشریف لانے کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔ ایک اور مقام پر فرمایا۔ وما ارسلنک الا رحمة للعلمین. اور ہم نے نہیں بھیجا آپ کو (اے محبوب) مگر رحمت سارے جہانوں کے لئے" (الانبیاء: ۱۰۷) نبی کریم ﷺ کی ذات مقدسہ تمام کائنات کے لئے رحمت ہے

Marfat.com

اورحضور نبی اکرم ﷺ تمام عالم کے لئے ہدایت بن کر تشریف لائے اور قرآن نے صاف کہا:

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی "وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ بھیجا" حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کا مضمون جب ذہن میں آتا ہے تو تین چیزیں اپنے ساتھ لاتا ہے۔

ا۔خلقت محمدی ﷺ، ۲۔ولادت محمدی ﷺ، ۳۔بعثت محمدی ﷺ۔

خلقت سے مراد ہے ساری کائنات سے پہلے حضور نبی کریم ﷺ کا پیدا ہونا، زبان نبوت نے فرمایا۔ اول ماخلق اللہ نوری. سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا کیا" ایک اور حدیث میں ارشاد ہوا یا جابر اول ماخلق اللہ نور نبیک (روح المعانی) "اے جابر جو چیز اللہ نے سب سے پہلے پیدا کی وہ تیری نبی کا نور ہے"۔امام مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات شریف میں ایک حدیث نقل کی ہے

قال رسول اللہ ﷺ خلقت من نور اللہ. حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میں اللہ کے نور سے پیدا کیا گیا ہوں ۔ یہ ہمارا عقیدہ ہے، ہمارا مسلک ہے، ہمارا مذہب ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نور ہیں اور حضور ﷺ، اللہ کے نور سے پیدا ہوئے اور حضور ﷺ نے فرمایا۔ انا اولھم خلقا "میں سب سے پہلے پیدا ہوا ہوں" واخرھم بعثا "اور سب نبیوں کے بعد آیا"۔حضور کریم ﷺ نے اپنی اولیت کا ذکر اور مقامات پر بھی فرمایا ہے۔ایک حدیث میں آیا ہے کنت نبا و آدم بین الماء والطین "یعنی میں نبی تھا جب آدم مٹی اور پانی میں تھے" ایک اور مضمون اسی حدیث کا ترمذی شریف میں بروایت حسن، امام ترمذی نے رایت کیا قال رسول اللہ ﷺ کنت نبیا وادم بین الروح والجسد "فرمایا میں نبی تھا اور آدم علیہ السلام ابھی جسد اور روح کے مرحلے میں تھے" یعنی ان کی روح ان کے جسم میں داخل نہیں ہوئی تھی اس وقت بھی میں نبی تھا۔

بعض لوگوں نے یہ کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کی روح ان کے بدن میں نہیں پڑی تھی تو میں اللہ کے علم میں نبی تھا۔اب کوئی ان سے پوچھے کہ خدا کے بندو! کیا اس

Marfat.com

وقت حضور نبی کریم ﷺ ہی اللہ کے علم میں تھے اور کوئی نبی اللہ کے علم میں نہیں تھا؟ بھائی یہ کیا تماشا ہے اور اگر حضور نبی کریم ﷺ کے علاوہ سب نبی اللہ کے علم میں تھے تو پھر حدیث کا کیا مطلب ہوا؟ اس لئے محققین نے صاف کہا کہ کنت نبیاو آدم بین الروح و الجسد کا مفہوم یہ ہے کہ میں مسند نبوت پر جلوہ گر تھا اور ارواح انبیا علیہم السلام کو نبوت کا فیض عطا فرمایا جارہا تھا۔

ہمارا مسلک ہے کہ حضور ﷺ مبداء کائنات ہیں، حضور مخزن کائنات ہیں، حضور منشاء کائنات ہیں اور مجھے کہنے دیجئے کہ حضور مقصود کائنات ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے۔ لولاک لما خلقت الدنیا ''یعنی اے پیارے حبیب تو نہ ہوتا تو میں دنیا کو نہ بناتا''۔ ایک حدیث میں آیا لولاک لما خلقت الافلاک ''یعنی میرے نبی اگر تجھے پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو بھی پیدا نہ کرتا''۔ اور تفسیر حسینی میں ایک اور حدیث نقل کی گئی۔ لولاک لما اظہرت الربوبیہ ''پیارے اگر تو نہ ہوتا تو اپنے رب ہونے کو ظاہر نہ کرتا'' اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ احادیث ضعیف ہیں، یہ نہیں کہتے کہ ہمارا عقیدہ ضعیف ہے اور میں تو حضور نبی کریم ﷺ کے اول ہونے کا مضمون قرآن سے سمجھتا ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں صاف فرمایا ہے، وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین ''پیارے حبیب ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر سارے عالموں کے لئے رحمت بنا کر'' اب بتائیے کہ سارے عالموں میں سوائے اللہ کے سب کچھ شامل ہے یا نہیں؟ جو ہم سے پہلے تو وہ بھی العالمین میں شامل ہیں اور جو ہمارے بعد آئیں گے وہ بھی العالمین میں شامل ہیں جو اب موجود ہیں وہ بھی العالمین میں شامل ہیں تو بتائیے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا حضور ﷺ سب کیلئے رحمت کرنے والے ہیں کہ نہیں؟ اور ضرور ہیں۔

رحمت مصدر ہے اور راحم کے معنی میں ہے۔ صاحب روح المعانی علامہ سید محمود آلوسی حنفی بغدادی نے وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے وما ارسلنک الا راحما للعلمین ''یعنی اے پیارے حبیب ہم نے آپ کو نہیں بھیجا۔ مگر سارے عالموں کے لئے رحم کرنے والا بنا کر۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ سارے عالموں میں اللہ کے سوا

Marfat.com

سب کچھ شامل ہے کہ نہیں، زمین بھی، آسمان بھی، فرش بھی، عرش بھی، ملک بھی، فلک بھی، تمام جواہر بھی، اعراض بھی، عناصر بھی، تمام عالم اجسام، تمام عالم ارواح، موالید ثلاثہ، عالم خلق، عالم امر، عالم تحت، عالم فوق، کل کائنات، العالمین میں داخل ہے اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے میرے پیارے میں نے آپ کو سارے عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

میرے عزیزو! یہ بات ہمارے سامنے قرآن کی آیت سے واضح ہے کہ آپ سارے عالموں کے لئے رحمت ہیں اور رحمت مصدر ہے اور فاعل کے معنی میں ہے۔ یعنی آپ سارے عالموں کے لئے راحم ہیں جو سارے عالموں کے لئے رحمت کرنے والے ہوں تو ایمان سے کہنا کہ سارے عالموں کی حاجت ان کے دامن سے وابستہ ہوگی کہ نہیں، بے شک ہوگی۔ صاحب روح المعانی نے عارفین کا ایک قول نقل کیا ہے اور یہ بتایا کہ حضور ﷺ کے رحمۃ للعالمین ہونے کی وجہ کیا ہے؟ فرماتے ہیں وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ اصل ہیں اور العالمین فرع، اصل جڑ کو کہتے ہیں اور فرع شاخ کو۔ اب یہ بتائیں جڑ نہ ہو کیا شاخیں باقی رہیں گی؟ اگر درخت سوکھ جائے، تو کیا شاخیں ہری رہیں گی، یقیناً نہیں۔ ارے درخت کی جڑ سے تو سارا کام ہوتا ہے، جڑ تنے کو غذا پہنچاتی ہے اور جڑ کی پہنچائی ہوئی غذا تنے سے شاخوں میں پہنچتی ہے اور پھر پھولوں اور پھلوں میں پہنچتی ہے تو معلوم ہوا کہ سارا تنا اس جڑ کا محتاج ہے اور شاخیں اس جڑ کی محتاج ہیں اور ہر پتہ اور ہر پھول اور پھل اس کا محتاج ہے۔ جب تک اس جڑ کا فیض جاری ہے تو شاخیں ہری ہیں اور اگر جڑ کا فیض ختم ہو جائے تو شاخیں بھی سوکھ جائیں گی۔ جس طرح جڑ کو شاخوں کے ساتھ طبعاً رحمت کا جذبہ دینا پایا جاتا ہے اسی طرح حضور ﷺ کی ذات پاک میں العالمین کے ہر ذرے کے لئے رحمت کا جذبہ پایا جاتا ہے۔

میرے آقا حضرت محمد ﷺ تمام کائنات کے ذرے ذرے کے لئے اصل ہیں اور اس کائنات کا ہر ذرہ ذرہ ہر فرد اور ہر گل جو ہمیں نظر آتا ہے خواہ وہ زمین کے اوپر ہے خواہ زمین کے نیچے ہے، وہ ہواؤں میں ہے، وہ فضاؤں میں ہے، وہ خلاؤں میں ہے، وہ دریاؤں میں ہے،

Marfat.com

وہ پہاڑوں میں ہے، وہ کہیں ہے زمین میں ہے، آسمان میں ہے، تحت میں ہے، فوق میں ہے، جہاں بھی کوئی ذرہ ہے، مصطفیٰ ﷺ کی جڑ کے لئے شاخ ہے اور حضور ﷺ کا فیض اسی طرح کائنات کے ہر ذرے کو پہنچ رہا ہے، جیسے جڑ کا فیض شاخ کے ہر جز کو پہنچ رہا ہے۔ اب بتایئے کہ جڑ پہلے ہوگی یا شاخ، یقیناً جڑ پہلے ہوگی۔ یوں کہئے کہ شاخیں العالمین ہے اور جڑ حضور ﷺ ہیں، تو حضور ﷺ پہلے ہوئے اور العالمین بعد میں۔ اب آپ بتائیں کہ شاخ کو جڑ کی حاجت ہے کہ نہیں؟ یقیناً ہے، تو یوں کہئے کہ ساری کائنات کو مصطفیٰ ﷺ کی حاجت ہے اور کائنات کی ہر چیز حضور کی محتاج ہے اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ جس کی حاجت ہو وہ پہلے ہوتا ہے اور حاجت والا بعد میں ہوتا ہے تمام کائنات کو حضور ﷺ کی حاجت ہے اس لئے حضور ﷺ پہلے ہیں اور کائنات بعد میں ہوئی۔ میرا تو ایمان ہے کہ اگر حضور ﷺ نہ ہوں تو کائنات زندہ نہیں رہ سکتی۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ بھی نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں، وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

یہ کیا تصور ہے کہ وہ مر کر مٹی میں مل گئے (نعوذ باللہ) ارے وہ مر گئے تو ہم کیسے زندہ رہ گئے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ پاور ہاؤس میں تو بجلی ہے نہیں مگر میرے گھر کے تمام بلب روشن ہیں، کیا آپ اس کی بات کو مان لیں گے؟ یقیناً نہیں۔ اے خدا کے بندے یہ تو ہو سکتا ہے کہ پاور ہاؤس میں بجلی موجود ہو اور تیرے گھر میں اندھیرا ہو۔ اس لئے کہ تو نے فٹنگ صحیح نہ کروائی ہو اور شاید فٹنگ بھی کرائی ہو تو کنکشن نہ لیا ہو اور ممکن ہے کنکشن بھی لیا ہو تو ابھی بلب نہ لگایا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بلب بھی لگا ہو مگر فیوز ہی اڑ گیا ہو۔ مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ پاور ہاؤس میں تو بجلی نہ ہو اور تیرے گھر میں روشنی ہو۔ یہ تو ممکن ہے کہ حضور ﷺ زندہ ہوں اور ہم مردہ ہو جائیں لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ حضور ﷺ معاذ اللہ مردہ ہوں اور ہم زندہ رہیں کیونکہ حضور ﷺ اصل ہیں، حضور مخزن حیات ہیں، منبع حیات ہیں، معدن حیات اور ساری کائنات کے لئے بنیاد ہیں اور بنیاد کے بغیر کوئی شے زندہ نہیں رہ سکتی۔

Marfat.com

یہاں شاید کسی کے دل میں یہ شبہ پیدا ہو کہ حضور اکرم ﷺ پانی بھی پیتے تھے۔ حضور ﷺ زمین پر چلتے تھے، ہوا میں سانس لیتے تھے تو پھر حضور ﷺ کو بھی ان ساری چیزوں کی حاجت ہوئی۔ اگر ہمیں حاجت ہے تو پھر حضور ﷺ کو بھی حاجت ہوئی۔ اگر کوئی اپنے ذہن میں یہ تصور رکھتا ہے تو معراج کی رات کا تصور قائم کرے۔ اگر زمین ہمارے پاؤں تلے نہ ہو تو ہم کیسے ٹھہریں گے، ہوا نہ ہو تو ہم سانس کہاں لیں گے، پانی نہ ہو تو ہماری زندگی کیسے برقرار رہے گی لیکن جب معراج کی رات آئی تو مسئلہ حل ہو گیا، کیا ہوا، ایمان سے کہنا زمین نیچے رہی مصطفیٰ ﷺ اوپر چلے گئے، تم زمین چھوڑ کر ذرا اوپر جا کر تو دکھاؤ۔ معراج کی رات یہ مسئلہ حل ہو گیا اور بتا دیا کہ دیکھ لو زمین نیچے ہے، مصطفیٰ ﷺ اوپر ہیں، اگر وہ اس کے محتاج ہوتے تو اس کے بغیر کیسے رہ گئے، سمجھ لو کہ مصطفیٰ ﷺ ان کے محتاج نہیں اور جب حضور ﷺ معراج پر گئے تو ایمان سے کہنا کہ پانی نیچے رہا کہ نہیں رہا۔ آگ نیچے رہی، ہوا نیچے رہی۔ پتہ چلا کہ حضور ﷺ نہ آگ کے محتاج تھے نہ پانی کے محتاج تھے، نہ ہوا کے محتاج تھے اور نہ زمین کے محتاج تھے۔ شاید کوئی یہ گمان کرے کہ حضور ﷺ آسمان کے محتاج ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا پیارے پہلے آسمان کو چھوڑ کر دوسرے پر آ جا تو آسمان کا محتاج نہیں ہے اور شاید کوئی یہ سمجھتا کہ دوسرے کے محتاج ہیں اللہ نے تیسرے پر بلایا، پھر چوتھے پر بلایا، پانچویں، چھٹے اور ساتویں پر بلایا، پھر عرش پر بلایا، حضور ﷺ جب عرش پر پہنچے تو شاید لوگ یہ سمجھتے کہ یہ عرش کے محتاج ہیں۔ اللہ نے فرمایا پیارے عرش کو نیچے چھوڑ دے تو اوپر چلا آ۔

اگر مجھ سے پوچھتے ہو تو میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں کہ حضور ﷺ تو وہاں گئے جہاں نہ مکان تھا نہ لامکان۔ کیا مطلب ہوا، مکان نیچے رہا، حضور ﷺ اوپر ہوئے لامکان نیچے رہا مصطفیٰ ﷺ اوپر ہوئے۔ معلوم ہوا کہ جو کسی کا محتاج ہو وہ اس کے بغیر نہیں رہ سکتا اور ہمارے نبی کریم ﷺ نہ زمین کے محتاج ہیں نہ آسمان کے نہ وہ مکان کے محتاج ہیں نہ لامکاں کے، ارے وہ تو ساری کائنات میں کسی کے محتاج نہیں وہ تو فقط خالق کائنات کے محتاج ہیں۔ یہاں ایک شبہ پیدا ہو گیا کہ جو کسی کا محتاج ہو وہ اس کے بغیر نہیں رہ سکتا کیونکہ پرندہ ہوا کا محتاج ہے اور مچھلی پانی کی

Marfat.com

محتاج ہے۔ پرندوں کو ہوا سے الگ کر دو تو پرندے ہوا کے بغیر مر جائیں گے۔ اسی طرح اگر مچھلی کو پانی سے الگ کر دو تو پانی کے بغیر مچھلی مر جائے گی۔

اگر یہ بات ہے تو شبہ یہ ہے کہ معراج کی رات حضور ﷺ ساری کائنات کو چھوڑ کر لامکان پر چلے گئے بلکہ لامکاں کو بھی چھوڑ کر اوپر چلے گئے۔ تو اگر یہ کائنات حضور ﷺ کی محتاج تھی تو یہ حضور ﷺ کے بغیر کیسے رہ گئی؟ کیونکہ جو کسی کا محتاج ہوتا ہے وہ اس کے بغیر رہ نہیں سکتا۔ یہ کیا بات ہوئی کہ حضور ہیں نہیں اور زمین ہے، حضور ہیں نہیں اور آسمان ہے، حضور ہیں نہیں اور پانی ہے، حضور ہیں نہیں اور آگ ہے، حضور ہیں نہیں اور ہوا ہے، حضور ہیں نہیں اور جواہر ہیں، حضور ہیں نہیں اور اجسام ہیں، حضور ہیں نہیں اور ارواح ہیں، حضور ہیں نہیں اور عرش ہے، حضور ہیں نہیں اور فرش ہے۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے یہ تو حضور ﷺ کے محتاج ہیں تو اگر حضور نہیں تو یہ کیسے رہ گئے؟ بس یہ بات آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ قرآن کریم نے ان سب مسائل کو ہمارے سامنے رکھ دیا اور فرمایا۔ یضرب الله الامثال للناس ''یعنی اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے'' اللہ کی بیان کی ہوئی مثالوں کو دیکھو اور حقائق کو سمجھو۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا۔ وکذلک نری ابراهیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین. (الانعام: ۷۵)

''اور اسی طرح دکھائی ہم نے ابراہیم کو ساری بادشاہی (کل مخلوقات) آسمانوں اور زمینوں کی اور اس لئے کہ (علم الیقین کے ساتھ) عین الیقین والوں میں سے (بھی) ہو جائے''

اور اپنے پیارے حبیب ﷺ کے بارے میں فرمایا۔ انا ارسلنک شاهداو مبشرا ونذیرا وداعیا الی الله باذنه سراجا منیرا. (سورہ احزاب: ۴۵)

''پیارے حبیب ہم نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا، ہم نے آپ کو مبشر بنا کر بھیجا، ہم نے آپ کو نذیر بنا کر بھیجا ہے اور حبیب ہم نے آپ کو سراج منیر بنا کر بھیجا''۔

اللہ تعالیٰ نے میرے آقا حضور پرنور ﷺ کو سراج کس کے لئے بنایا؟ یقیناً العالمین

Marfat.com

کے لئے بنایا۔ اللہ فرماتا ہے۔ تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ''بڑی برکت والا ہے وہ جس نے فیصلہ کرنے والی کتاب اپنے (مقدس) بندے پر اتار دی تاکہ وہ تمام جہانوں کے لئے ڈرانے والا ہو''۔ (الفرقان: ۱) تو بھائی جیسا ماحول ہوگا سراج بھی ویسا ہوگا کوئی کسی چھوٹے کمرے کا چراغ ہوگا، کوئی کسی بڑے ہال کا چراغ ہوگا، کوئی پورے گھر کا چراغ ہوگا، کوئی پورے شہر کا چراغ ہوگا اور کوئی پورے ملک کا چراغ ہوگا۔ لیکن محمد مصطفیٰ ﷺ تو ساری کائنات کے چراغ ہیں۔ اب بتائیے کہ چراغ ایک جگہ ہوتا ہے اس کی لو ایک جگہ ہوتی ہے لیکن اس کی روشنی کہاں تک جاتی ہے اس کی روشنی زمین پر بھی ہوتی ہے اور زمین کی ہر چیز پر بھی۔ میرے آقائے نامدار ﷺ تو سراج منیر ہیں۔ تو سمجھ لو کہ میرے آقا فرش پر ہیں تو ان کی روشنی عرش پر جا رہی ہے۔ اگر وہ چراغ مکان میں ہے تو اس کی روشنی لامکان تک جاتی ہے اور اگر وہ چراغ لامکاں میں ہے تو مکاں تک اس کی روشنی جا رہی ہے تو جہاں اس کی روشنی ہے وہاں حضور ﷺ موجود ہیں اور جب موجود ہیں تو سوال یہ پیدا ہی نہیں ہوتا کہ ان کے بغیر کائنات زندہ رہ سکے۔ اے زبان نبوت تجھ پر کروڑوں درود و سلام، حضور ﷺ نے فرمایا۔ من رانی فقد رای الحق ''جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا'' یہ حدیث متفق علیہ ہے بخاری میں بھی ہے اور مسلم شریف میں بھی ہے۔

ہم حضور ﷺ کو خدا کا شریک نہیں مانتے، ہم حضور ﷺ کو خدا تعالیٰ کا مثیل نہیں مانتے، ہم حضور ﷺ کو خدا کا نظیر نہیں مانتے تعالیٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا ''اللہ تعالیٰ نظیر سے پاک ہے'' وہ مثل سے پاک ہے وہ شریک سے پاک ہے۔ ارے حضور ﷺ کے شریک نہیں ہیں واللہ باللہ ثم تاللہ! حضور تو خدا کی ذات و صفات کا آئینہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے جمال الوہیت کو اپنے حبیب ﷺ کی ذات میں ظاہر کیا۔ میں حیران ہوں کہ اگر یہ شرک ہے تو پھر ساری کائنات شرک سے بھری پڑی ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ میں کوئی خوبی ہے تو وہ کس کی ہے میری اور تمہاری ہے یا خدا کی دی ہوئی ہے؟ یقیناً خدا کی عطا کردہ ہے تو جب خدا کا کمال تم میں اور مجھ میں ظاہر ہو تو کوئی شرک نہیں اور حضور ﷺ میں ظاہر ہو تو شرک ہو جائے کیا تماشہ ہے؟

Marfat.com

میرے دوستو! ہم حضور ﷺ کو خدا کا جز نہیں سمجھتے۔ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ "تم تو حضور ﷺ کو خدا کے نور سے مانتے ہو تو جتنا نور حضور میں آیا اتنا نور خدا میں کم ہو گیا۔ لہذا تم نے حضور کو خدا کے نور سے مان کر خدا کے نور کو ناقص کر دیا لا حول و لا قوة الا بالله العلی العظیم۔

دیکھئے یہ بات تو تب ہو کہ جب خدا کوئی جز ہو، وہ تو جز سے پاک ہے اور مجھے کہنے دیجئے وہ جز ہی نہیں بلکہ وہ تو کل سے بھی پاک ہے۔ نہ خدا کو جز کہہ سکتے ہیں اور نہ کل کہہ سکتے ہیں۔ ہاں وہ جز کا خالق ہے اور کل کا بھی خالق ہے۔ خود نہ جز ہے نہ کل ہے۔ جز اس لئے نہیں اگر ہم خدا کو جز مان لیں تو ترکیب ہوگی اور جہاں ترکیب ہوگی وہاں حدوث ہوگا، اگر حدوث ہو تو خدا تعالیٰ کا وجود ختم ہو گیا اور اگر ہم خدا کو کل مان لیں گے تب بھی یہی بات ہوگی۔ کیونکہ کل کے معنی تو یہ ہیں کہ بہت سے اجزاء کو جمع کر لو اور سب کو ملا لو۔ اجزاء کے مجموعے کا نام کل ہوتا ہے۔ اجزا ہوں گے تو مجموعہ ہوگا اور اگر مجموعہ نہیں تو کل نہیں اور اجزا نہیں تو کل نہیں۔ اگر خدا کو کل کہو گے تو پہلے اجزاء ماننے پڑیں گے۔ ایمان سے کہنا کہ کیا خدا کے اجزاء ہیں، اگر اجزاء نہیں تو مجموعہ کہاں سے آئے گا۔ مجموعہ نہیں تو کل کس کو کہو گے۔ اس لئے مان لو کہ خدا کل نہیں، خدا تو ہر کل کا خالق ہے۔ لہذا حضور ﷺ خدا کا جز نہیں ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور ﷺ خدا کے نور سے کیسے پیدا ہو گئے کیونکہ خدا کا نور تو کبھی جز نہیں ہوا۔

دیکھئے سورج آسمان پر چمک رہا ہے، آپ نیچے زمین پر آئینہ رکھ دیں۔ ایمان سے کہنا کہ اس شیشے میں سورج چمکتا ہوا نظر آئے گا یا نہیں؟ اس آئینے میں روشنی اور نور آئے گا یا نہیں؟ یقیناً آئے گا۔ اب بتائیے کہ اس میں جو روشنی ہے وہ سورج کی ہے یا نہیں؟ اب اگر کوئی یہ کہے کہ نہیں جناب یہ سورج کی روشنی نہیں اگر یہ سورج کی روشنی ہے تو جتنی روشنی اس میں آئی اتنی روشنی سورج میں کم ہونی چاہیے، کیا آپ اس بات کو مان لیں گے؟ یقیناً نہیں مانیں گے آپ دوسرا آئینہ رکھ دیں، تیسرا رکھ دیں، لاکھوں بلکہ کروڑوں شیشے زمین پر بچھا دیں، ہر آئینہ میں پورا سورج نظر آئے گا، مگر وہاں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ اگر کوئی یہ کہے کہ نہیں صاحب کمی تو ہو ہی گئی تو میں ان سے یہ پوچھتا ہوں کہ ایک دو شیشے رکھنے سے کچھ کمی ہو اور اگر ہزاروں لاکھوں شیشے رکھ دیئے جائیں تو سورج کا بالکل صفایا ہی

Marfat.com

ہو جائے اور سورج کا سارا نور ان آئینوں میں تقسیم ہو کر ختم ہو جائے تو بھائی اگر کروڑوں شیشے بھی دیئے جائیں تو وہاں کمی نہیں آئے گی، جب وہاں کمی نہیں آئے تو پتہ چلا کہ شیشہ جو سورج کے نیچے رکھا ہے وہ سورج کا جز نہیں ہے اور سورج جو اس میں چمکتا ہوا نظر آ رہا ہے آپ اس شیشے کے نور کو کیا کہیں گے، سورج کا جز نہیں کہہ سکتے بلکہ سورج کا جلوہ کہیں گے کیونکہ نہ تو اصل سورج شیشے میں آیا اور نہ ہی شیشہ سورج کا حصہ بنا بلکہ شیشہ سورج کے نور کا مظہر بنا۔

میرے آقا حضور ﷺ نے فرمایا انی مراۃ جمال الحق ''یعنی میں تو حق کے جمال کا آئینہ ہوں'' شیشے میں جو نور نظر آئے گا وہ آفتاب کا نور ہوگا اور مصطفی ﷺ میں جو نور نظر آئے گا وہ خدا کا نور ہوگا۔ بس میں یہ کہتا ہوں کہ حضور ﷺ میں جو علم نظر آیا وہ حضور کا نہیں بلکہ خدا کا علم ہے۔ جو قدرت حضور میں نظر آئی وہ حضور کی نہیں وہ خدا کی ہے۔ اگر حضور میں خدا کی قدرت کا ظہور نہ ہوتا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ جبل ابوقیس پر حضور ﷺ نے چاند کو انگلی کا اشارہ فرمایا اور چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ یہ حضور کی قدرت نہ تھی بلکہ خدا کا ظہور تھا۔ ہمیں دین ملا تو رسول اللہ کی زبان سے، خدا کی معرفت ملی تو رسول کی زبان سے، قرآن ملا تو رسول کی زبان سے، قرآن اللہ کا کلام ہے لیکن اللہ کا کلام ہونے کے باوجود وہ رسول کا کہا ہوا ہے، میں نہیں کہتا قرآن کہتا ہے، انه لقول رسول کریم ''یعنی قرآن (کلام میرا ہے) قول رسول کریم کا ہے'' اگر رسول کریم کہہ کر نہ بتاتے تو تمہیں کیا پتہ چلتا کہ کیا ہے۔ لہذا خدا کے کلام کا جلوہ، حضور کے کلام میں، اللہ تعالیٰ کے علم کا جلوہ، حضور کا علم، اللہ تعالیٰ کی قدرت کا جلوہ، حضور کی قدرت میں، اللہ تعالیٰ کی سمع کا جلوہ حضور ﷺ کی سمع میں سبحان اللہ! وہ کیسی سمع ہے! بخاری شریف کی حدیث ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ معراج سے واپس تشریف لائے تو حضرت بلالؓ کو بلایا اور فرمایا! بلال تو وہ عمل تو بتا جو تو کرتا ہے میں نے جنت میں اپنے آگے تیرے چلنے کی آواز سنی ہے؟ یہاں لوگوں نے کہا اگر حضور ﷺ کو علم ہوتا تو آپ حضرت بلالؓ سے کیوں پوچھتے، ارے یہ بات نہ تھی کیونکہ بلال نے تو ایسا کوئی عمل نہیں کیا جس کا حضور ﷺ کو علم نہ ہو جس عمل کرنے سے حضرت بلالؓ کو یہ مرتبہ ملا اگر اُس عمل کا علم حضور ﷺ کو نہ ہو تو عمل کرنے والا جنت میں کیسے جا سکتا ہے دراصل بات یہ تھی کہ بلال تم خود اپنے منہ سے کہو

Marfat.com

تا کہ اس اہمیت والے عمل کا پتہ چلے اور لوگوں کو شوق پیدا ہو۔ یہ ایک نفسیاتی بات ہے۔ حضرت بلالؓ نے کہا کہ میرے آقا تحیۃ الوضو بھی پڑھتا ہوں اور تحیۃ المسجد بھی پڑھتا ہوں۔

اب یہاں میں ایک بات آپ سے پوچھتا ہوں کہ جب حضور کریم ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تو کیا حضرت بلال ساتھ گئے تھے؟ یقیناً نہیں گئے تھے اور جب گئے نہیں تو وہاں تھے نہیں اور جب تھے نہیں تو چلے بھی نہیں اور جب چلے نہیں تو چلنے کی آواز پیدا نہیں ہوئی اور جب پیدا نہیں ہوئی تو حضور ﷺ نے کیا سنا؟ تو یہ کیا بات ہوئی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بلال زمین پر چل رہے تھے حضور نے وہاں ان کی آواز سن لی اگر یہ بات ہے تو یہ بھی تمہارے لئے مصیبت ہے تو تم کہتے ہو کہ رسول ﷺ کو یارسول اللہ مت کہو کیونکہ آپ دور سے نہیں سنتے تو بھائی جو جنت میں رہ کر یہاں کی بات سن لے تو وہ یارسول اللہ کی آواز کیسے نہیں سنیں گے۔ مگر یہاں تو زمین پر چلنے کی بات نہیں۔ حضور ﷺ فرما رہے ہیں اے بلال میں تیرے چلنے کی آواز اپنے کانوں سے سن رہا ہوں۔ بات تو جنت میں چلنے کی ہے اور حضرت بلال حضور ﷺ کے ساتھ گئے نہیں تو یہ کیا ہو گیا؟

اب میرے ذوق کی بات ہے کوئی مانے یا نہ مانے مجھے چھوڑ دیں۔ بات یہ ہے کہ حدیث میں آتا ہے کہ جنت میں کوئی نبی داخل نہ ہوگا جب تک حضور کی امت داخل نہ ہو جائے۔ حضور ﷺ کی حدیث ہے "سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹانے والا میں ہوں" اور حضور ﷺ بڑی شان سے جنت میں جائیں گے۔ حضور اپنی اونٹنی (ناقہ) پر سوار ہوں گے اور اس کی مہار بلالؓ کے ہاتھ میں ہوگی۔ اب ایمان سے کہنا کہ جس کے ہاتھ میں مہار ہو وہ پہلے آگے ہوگا کہ نہیں؟ یقیناً وہ آگے ہوگا۔ شاید آپ دل میں یہ سوچیں کہ ہم تو سنتے تھے کہ حضور ﷺ سے پہلے تو نبی بھی نہیں جائیں گے یہاں تو بلال پہلے چلے گئے۔ تو سنئے حضرت بلالؓ پہلے نہیں گئے یہ تو مہار کی برکت ہے مہار چھوڑ دیں پھر دیکھیں بلال کیسے جنت میں جاتے ہیں۔ حقیقت میں تو حضور ﷺ پہلے جا رہے ہیں، ورنہ بلال تو حضور کے ساتھ لگ کر جا رہے ہیں تو حضور ﷺ ناقہ (سواری) پر سوار ہوں گے، حضرت بلالؓ کے ہاتھ میں مہار ہوگی۔ بلال آگے آگے چلتے ہوں گے۔ جب جنت میں چلیں گے تو آواز پیدا ہوگی تو جو آواز لاکھوں برس بعد پیدا ہوگی حضور ﷺ نے پہلے وہ سن لی۔ سبحان اللہ! میرے آقا آپ کی قوت سمع پر لاکھوں سلام۔

Marfat.com

میلاد النبی ﷺ

کی تاریخی حیثیت اور عالم اسلام کے معمولات

(محمد مظفر عالم صدیقی)

مکہ مکرمہ میں میلاد النبی ﷺ

روز پیدائش نبی کریمؐ مکہ مکرمہ میں بڑی خوشی منائی جاتی اور اس کو عید یوم ولادت رسول اللہ کے نام سے موسوم کیا جاتا۔ حرم شریف میں حنفی مصلیٰ کے پیچھے مکلّف فرش بچھایا جاتا۔ شریف مکہ اور کمانڈر حجاز مع اسٹاف لباس فاخرہ زیب تن کر کے آ موجود ہوتے اور نبی کریمؐ کی جائے ولادت پر نعت خوانی کرکے آتے۔ حرم شریف سے مولد النبیؐ تک دو رویہ لالٹینوں کی قطاریں روشن کی جاتیں۔ جائے ولادت اس روز بقعہ نور بنی ہوتی۔ ۱۱ ربیع الاول بعد نماز عشاء حرم شریف میں محفل میلاد منعقد ہوتی۔ ۱۱ ربیع الاول کی مغرب سے ۱۲ ربیع الاول کی عصر تک ہر نماز کے وقت ۲۱ توپ سلامی قلعہ جیاد سے ترکی توپ خانہ سر کرتا۔

مکہ مکرمہ میں مولد النبیؐ پر محفل میلاد کے انعقاد کا ذکر متعدد علماء نے کیا ہے۔ علامہ ابن جوزی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شیخ قطب الدین الحنفی، جمال الدین محمد بن جار اللہ بن ظہیرہ، مفتی عنایت احمد کاکوری اور شیخ محمد رضا مصری نے ۱۲ ربیع الاول کو مکہ مکرمہ میں میلاد منائے جانے کے سلسلہ میں اپنی کتب میں نشان دہی کی ہے۔ نیز مولد النبیؐ کی زیارت اہل مکہ کا صدیوں پرانا معمول تھا۔

برکات مولد النبی ﷺ کے حوالے سے امام قطب الدین حنفی (المتوفی ۹۸۸ھ) رقم طراز ہیں

''مولد پاک معروف مشہور جگہ ہے۔ اب تک اس کی زیارت کی جاتی ہے۔ وہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اہل مکہ وہاں ہر سوموار ذکر کی محفل سجاتے ہیں اور ہر سال بارہ ربیع الاول کی رات اس کی زیارت کی جاتی ہے۔''

Marfat.com

مدینہ منورہ میں عید میلاد النبی ﷺ

بارہویں ربیع الاول کو مدینہ منورہ میں محفل میلاد مسجد نبوی میں ہوتی ہے۔(۱)

سید محمد سلطان شاہ کے پاس مدینہ منورہ کے نور حزیں کی ایک تحریر موجود ہے، جس میں انہوں نے بتایا کہ مدینہ منور میں بارہ ربیع الاول کو عید میلاد النبیؐ اہل محبت اپنے اپنے گھروں میں اپنی اپنی حیثیت کے مطابق مناتے ہیں۔ لوگ حرم نبوی میں جوق در جوق آتے ہیں اور ایام حج کا سا منظر ہوتا ہے۔

حکیم محمد موسیٰ امرتسری بتاتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی کے خلیفہ شاہ ضیاء الدین احمد مدنی روزانہ محفل میلاد کراتے تھے۔ مولوی نور اللہ بصیر پوری نے بھی ان کی تصدیق میں لکھا ہے کہ مولانا ضیاء الدینؒ نے قریباً ۷۵ سال جنت البقیع میں دفن ہونے کی آرزو میں دیار حرم میں گزار دیئے اور انہوں نے آقاؐ کی محفل میلاد میں کبھی کوتاہی نہیں ہونے دی۔

بغداد میں میلاد النبی ﷺ

بغداد میں میلاد النبیؐ کی ابتداء کے بارے میں مولانا حسن مثنیٰ ندوی لکھتے ہیں:

''عہد عباسی میں جب سلطان ملک شاہ سلجوقی کو عروج ہوا تو اس کے ایک سردار ابن آبق خوارزمی نے ۴۶۸ھ میں دمشق کو فتح کیا اور خلیفہ مقتدی بامر اللہ اور سلطان ملک شاہ سلجوقی کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ یہ وہی خلیفہ ہے جس کے زمانے میں دوسری طرف یوسف بن تاشفین کو عروج ہوا اور اس نے درخواست بھیجی کہ جس قدر ملک میرے قبضہ میں ہے اس کی سند مجھ کو دے کر سلطان کا لقب مرحمت ہو۔ مقتدی نے اسے سند بھیجی۔ سلطان کا لقب اور امیر المومنین کا خطاب عطا کیا۔ اسی یوسف بن تاشفین نے شہر مراکش کی بنیاد رکھی تھی۔ سلطان ملک شاہ سلجوقی اپنی مہمات سے فارغ ہو کر سالہا سال کے بعد جب بغداد پہنچا تو یہ ۴۸۴ھ تھا۔ اس نے ۴۸۵ھ میں ایک مجلس مولود دھوم دھام سے بغداد میں منعقد کی۔ اس کا بڑا چرچا ہوا۔ یہ ایک سرکاری اہتمام کی مجلس تھی۔ اس لئے اس کو تاریخ کے صفحات میں جگہ ملی۔ عید میلاد النبیؐ کا آغاز اس سے کہیں پہلے ہو چکا تھا۔''(۲)

Marfat.com

جنوبی افریقہ میں عید میلاد النبی ﷺ

جنوبی افریقہ کے مسلمان بھی عید میلاد النبیؐ پورے مذہبی جوش و خروش اور دھوم دھام سے مناتے ہیں۔ ابراہیم عمر جیلو نے اپنے ایک مضمون تین عیدیں (Three Eids) میں جشن میلاد النبیؐ کا ذکر کیا ہے۔ ان کا یہ مضمون ڈربن (Durban) سے شائع ہونے والے "دی مسلم ڈائجسٹ" کی اشاعت دسمبر ۱۹۴۴ء میں شائع ہوا تھا۔" (۳)

شہر اربل میں عید میلاد النبی ﷺ

شہر اربل میں قدیم زمانے میں عید میلاد النبیؐ منائی جاتی تھی۔ اس دن غرباء کو صدقات دیئے جاتے تھے اور رؤساء خیرات دیتے تھے۔ شیخ امام ابوشامہؒ نے لکھا ہے:

"ہمارے زمانے میں شہر اربل میں نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت کے دن جو صدقات، اظہار زینت اور خوشی کی جاتی، اس سے فقراء کی خدمت کے علاوہ نبی کریمؐ کی محبت، جلال اور تعظیم کا اظہار ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بصورت رحمۃ للعالمینؐ جو عظیم نعمت عطا فرمائی اس پر شکریہ بھی ہے۔" (۴)

مصر میں عید میلاد النبی ﷺ

مصر میں بھی قدیم دور سے سرکاری سطح پر عید میلاد النبیؐ منائی جارہی ہے۔ شیخ محمد رضا لکھتے ہیں:

"ہمارے زمانے میں بھی مسلمانان عالم اپنے اپنے شہروں میں میلاد کی محفلیں منعقد کرتے ہیں۔ مصر کے علاقوں میں یہ محفلیں مسلسل منعقد کی جاتی ہیں اور ان میں برابر میلاد نبویؐ سے متعلق بیانات ہوتے ہیں۔ فقراء و مساکین کو خیرات تقسیم کی جاتی ہے۔ خاص شہر قاہرہ میں اس روز ظہر کے بعد ایک پیادہ جلوس کمشنر آفس کے سامنے سے گزرتا ہوا عباسیہ میدان کی طرف روانہ ہوتا ہے۔ یہ جلوس مقامات غوریہ، اشرافیہ، کوملہ بازار اور حسینیہ سے گزرتا ہوا عباسیہ میدان میں ختم ہوتا ہے۔ عباسیہ میں وزراء و حکام کے لئے شامیانے نصب کئے جاتے ہیں۔ شاہ وقت یا ان کے نائب جلسہ گاہ میں حاضر ہوتے ہیں۔ شاہ کی آمد پر فوج سلامی دیتی ہے پھر صوفیاء و مشائخ اپنے اپنے جھنڈے لے کر وہاں حاضر ہوتے

Marfat.com

ہیں جن کا بادشاہ استقبال کرتے ہیں۔ پھر شاہ خود شیخ المشائخ کے شامیانے میں حاضر ہوکر ذکر میلادالنبیؐ سنتا ہے۔ اختتام محفل پر مولود خواں کو بادشاہ شاہانہ خلعت عطا کرتا ہے پھر حاضرین میں شیرینی وشربت تقسیم ہوتا ہے۔ اس کے بعد شاہانہ سواری پر بادشاہ کی مراجعت توپوں کی گونج میں ہوتی ہے۔ اس دن تمام دفاتر میں تعطیل ہوتی ہے۔ بہترین آتش بازی چھوڑی جاتی ہے۔"(۵)

ایڈورڈ ولیم لین ربیع الاول ۱۲۵۰ھ میں قاہرہ گیا۔ اس نے وہاں منائے جانے والے جشن میلادالنبیؐ کا ذکر اپنی کتاب (Modern Egyptians) میں ان الفاظ میں کیا ہے:

"ربیع الاول کا چاند نظر آتے ہی قاہرہ میں جشن میلادالنبیؐ کی تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں۔ قاہرہ کے جنوب مغرب کی جانب محلّہ "برکۃ الاذبکیہ" کے ایک بڑے میدان میں یہ جشن منایا جاتا ہے۔ تماشائیوں اور خصوصاً درویشوں کے لئے یہاں کئی بڑے بڑے ڈیرے اور شامیانے نصب کردیے جاتے ہیں اور بارہویں ربیع الاول کے دن تک ذکر وشغل کے لئے ان درویشوں کی آمدورفت جاری رتی ہے۔" اس سے صدیوں پہلے محفل میلاد پر خرچ ہونے والے اخراجات کے بارے میں "انوار ساطعہ" میں ہے کہ ۷۸۶ھ میں مصر کے شہنشاہ نے محفل میلاد کے اہتمام کے لئے دس ہزار مثقال سونا خرچ کیا۔(۶)

اس دور کے معروف بین الاقوامی عالم حسن البنا شہید مصری بانی جماعۃ اخوان المسلمون مصر، عید میلادالنبی ﷺ کے جلوس میں شمولیت کا ایک نہایت ہی پردرد، روح پرور، ایمان افروز واقعہ اپنی ڈائری میں درج کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔ "مجھے یاد ہے کہ جب ربیع الاول کا مہینہ آتا ہے تو یکم ربیع الاول سے لے کر ۱۲ ربیع الاول تک معمولاً ہر رات ہم حصافی اخوان، میں سے کسی ایک کے مکان پر محفل ذکر منعقد کرتے اور میلادالنبی ﷺ کا جلوس بنا کر باہر نکلتے، اتفاق سے ایک رات برادرم شیخ شلبی الرجال کے مکان پر جمع ہونے کی باری آ گئی، ہم عادۃ عشاء کے بعد ان کے مکان پر حاضر ہوئے، دیکھا پورا مکان خوب روشنیوں (چراغاں) سے جگمگا رہا ہے، اسے خوب صاف و شفاف اور آراستہ وپیراستہ کیا جا چکا ہے۔ شیخ شلبی الرجال نے رواج کے مطابق حاضرین کو شربت

Marfat.com

اور قہوہ اور خوشبو پیش کی اس کے بعد ہم جلوس بنا کر نکلے اور بڑی مسرت وانبساط کے ساتھ مروجہ مناقب اور نظمیں (میلاد یہ نعتیں) پڑھتے رہے۔ جلوس ختم کرنے کے بعد ہم شیخ ثلمی الرجال کے مکان پر واپس آ گئے اور چند لمحات ان کے پاس بیٹھے رہے جب اٹھنے لگے تو شیخ ثلمی الرجال نے بڑے لطافت آمیز اور ہلکے پھلکے تبسم کے ساتھ اچانک اعلان کیا ''انشاء اللہ کل آپ حضرات میرے ہاں علی الصبح تشریف لے آئیں تا کہ ''روحیہ'' کی تدفین کر لی جائے''۔

روحیہ شیخ ثلمی کی اکلوتی بچی ہے، شادی کے تقریباً گیارہ سال بعد اللہ تعالیٰ نے شیخ کو عطا کی ہے، اس بچی کے ساتھ انہیں اس قدر شدید محبت و وابستگی ہے کہ دوران کام بھی اسے جدا نہیں کرتے یہ بچی نشوونما پا کر اب جوانی کی حدود میں داخل ہو چکی ہے شیخ نے اس کا نام روحیہ تجویز کر رکھا ہے کیونکہ شیخ کے دل میں اسے وہی مقام حاصل ہے جو جسم میں روح کو حاصل ہے۔ شیخ کی اس اطلاع پر ہم حیران رہ گئے، عرض کیا:

روحیہ کا کب انتقال ہوا! فرمانے لگے آج ہی مغرب سے تھوڑی دیر پہلے، ہم نے کہا آپ نے ہمیں پہلے کیوں نہ اطلاع کر دی کم از کم میلاد ﷺ کا جلوس کسی اور دوست کے گھر سے نکالتے؟ کہنے لگے جو کچھ ہوا بہتر تھا اس سے ہمارے حزن و غم میں تخفیف ہو گئی اور سوگ مسرت میں تبدیل ہو گیا، اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت درکار ہے۔ (۷)

یمن اور شام میں میلاد النبی ﷺ

یمن اور شام میں میلاد النبیؐ کے بارے میں علامہ ابن جوزیؒ رقمطراز ہیں:

''میلاد النبیؐ ہمیشہ سے حرمین شریفین یعنی مکہ و مدینہ، مصر و یمن و شام، تمام بلاد عرب اور مشرق و مغرب ہر جگہ کے رہنے والے مسلمانوں میں جاری ہے۔ میلاد النبویؐ کی محفلیں قائم کرتے ہیں اور ربیع الاول کا چاند دیکھتے ہی خوشیاں مناتے، عمدہ عمدہ لباس پہنتے، زیب و زینت اور آراستگی کرتے، عطر و گلاب چھڑکتے، سرمہ لگاتے اور ان دنوں خوب خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہیں اور جو کچھ میسر ہوتا ہے نقد و جنس وغیرہ میں سے خوب دل کھول کر خرچ کرتے ہیں اور میلاد مبارک کے سننے اور پڑھنے پر زیادہ تزک و اہتمام

Marfat.com

کرتے ہیں اور اس اظہار مسرت وخوشی کی بدولت خوب اجر وثواب اور خیر و برکت، سلامتی وعافیت، کشادگی رزق، مال ودولت، اولاد اور پوتوں نواسوں میں زیادتی ہوتی ہے اور آبادی وشہروں میں امن وامان اور سلامتی اور گھروں میں سکون وقرار نبی کریم ﷺ کی محفل میلاد کی برکت سے رہتا ہے۔" (۸)

لیبیا میں میلاد النبی ﷺ

لیبیا میں ہر سال عید میلاد النبیؐ نہایت تزک واحتشام سے منائی جاتی ہے۔ ربیع الاول کا چاند نکلتے ہی تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں۔ کاروباری مراکز میں لوگوں کا ہجوم دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ گھروں اور دکانوں کی آرائش کے لئے خصوصی گلدستے تیار کئے جاتے ہیں۔ ہر شخص اپنے معیار کے مطابق ان کی خریداری ضرور کرتا ہے۔ یہ گلدستے آویزاں کئے جاتے ہیں اور شب میلاد گھروں میں ان کی سجاوٹ عید میلاد کی روایت کا ایک حصہ ہیں۔ لیبیا میں عید میلاد کا ذکر کرتے ہوئے ہفت روزہ "احوال" کراچی نومبر ۸۹ء نے طرابلس کے بارے میں لکھا ہے: "روشنیوں کا موجیں مارتا سمندر لیبیا کی راج دھانی طرابلس کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے تھا۔ یہ شہر جسے اصحاب رسولؐ کی پابوسی کا شرف حاصل ہے، دل کی آنکھیں اس مادی روشنی کے ساتھ ساتھ نجوم ہدایت کے قدموں کا لمس پانے والے مقدس ذروں کی ضیاء پاشیوں کا مشاہدہ بھی کررہی تھیں۔ یہ ساری آرائش وزیبائش ربیع الاول کی عید میلاد کے انتظار میں برقرار رکھی گئی تھی چنانچہ لوگوں نے اپنے اپنے گھروں کو طرح طرح کی آرائشی چیزوں، برقی قمقموں اور روایتی مومی شمعوں سے بھی سجا رکھا تھا۔"

عہد شاہ جہاں میں میلاد النبی ﷺ

سلاطین دہلی اور شاہان مغلیہ کے زمانہ میں ۱۲ ربیع الاول کو عید میلاد کی تقریب نہایت شان وشوکت سے منائی جاتی تھی۔ یہ دن نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کی نسبت سے اسلامی ممالک میں عیدین سے بھی زیادہ مذہبی عقیدت واحترام اور نہایت تزک واحتشام سے منایا جاتا چلا آرہا ہے۔ اس دن ذکر رسولؐ ہوتا تھا۔ مواعظ حسنہ کے ذریعے سیرت طیبہ بیان کی جاتی تھی اور عمل کی

Marfat.com

تلقین کی جاتی تھی۔ اظہار مسرت اور مجلسی تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے شرینی اور مٹھائیاں تقسیم کی جاتی تھیں۔ فقراء وغرباء کو کھانا کھلایا جاتا تھا۔ یہ تقریب ہر دور میں منائی جاتی تھی۔ ملا عبدالحمید نے شاہ جہانی عہد میں میلاد النبیؐ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

''اس مبارک اور سعید مجلس میلاد کو پورے اہتمام سے ترتیب دیا گیا، جس میں علماء و مشائخ اور دیگر معززین مدعو کئے گئے۔ شاہ جہاں بذات خود بڑی تعظیم کے ساتھ مسند پر آ کر بیٹھا۔ بارہ ہزار روپے تقسیم کئے اور لوگوں کو ان کی حیثیت و مرتبہ کے مطابق شال مرحمت کئے گئے اور ایک بڑی جماعت کو پر تکلف دعوت دی گئی اور عطریات کے علاوہ دیگر اشیاء تقسیم کر کے خوشی کا اظہار کیا گیا۔'' (۹)

دہلی، آگرہ، لکھنو وغیرہ میں عید میلاد النبیؐ

دہلی، آگرہ، لکھنو اور برصغیر کے تمام شہروں اور قصبات میں ہر جگہ محافل میلاد منعقد ہوتی تھیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کہ عید کا زمانہ آ گیا ہے، گھر گھر، محلے محلے میں یہ محفلیں جمتیں اور ذکر ولادت رسولؐ سے تمام فضا گونج اٹھتی۔ ہر سال سیرت پاکؐ کے جاننے والے نئے نئے میلاد نامے لکھتے اور بہتر سے بہتر والہانہ عقیدت کے ساتھ محافل میلاد میں آپؐ کی ولادت، سیرت مقدسہ اور شمائل وخصائل بیان کرتے اور ہدیہ درود وسلام پیش کرتے۔

برصغیر میں جشن اور محافل میلاد

۱۲۷۰ھ میں سلطان غیاث الدین بلبن کے لڑکے سلطان محمد کے عہد میں ملتان میں جلوس عید میلاد کا آغاز ہوا۔ حاکم ملتان جلوس کی پا پیادہ رہنمائی کرتا تھا۔ عمائدین شہر اور نعت خواں اس میں شامل ہوتے تھے۔ نعت خوانوں کے پیچھے پیچھے مخدوم، سادات اور قریش ملتان کا معزز گروہ ہوتا تھا۔ یہ جلوس تمام شہر کا چکر لگا کر قلعے پر جا کر ختم ہوتا اور رات کو شہر میں چراغاں کا خصوصی اہتمام کیا جاتا تھا۔''

۱۸۸۰ء میں مولانا شاہ سلیمان پھلواریؒ نے اپنی بستی پھلواری شریف میں تحریک میلاد کا آغاز کیا اور ماہ ربیع الاول کی چاند رات سے شب دوازدھم (بارہویں) تک ہر روز سیرت النبیؐ بیان فرماتے اور ان کا یہ بابرکت سلسلہ آج تک چلا آ رہا ہے، وہاں سے یہ آواز سارے صوبے

Marfat.com

میں اور پھر خیبر سے رنگون تک جا پہنچی۔ انہوں نے انجمن اسلامیہ پٹنہ، مسلم ایجوکیشنل کانفرنس، انجمن حمایت اسلام لاہور اور اجلاس ندوۃ العلماء کو بھی میلاد و سیرت کا پلیٹ فارم بنا دیا۔(۱۰)

سید شاہ سلیمان پھلواریؒ کے بعد سید ممتاز علی نے ''تہذیب نسواں'' میں ۲۵ دسمبر ۱۹۰۹ء کے شمارے میں عید میلاد کو باقاعدہ منانے کی تجویز پیش کی۔ البتہ ہفت روزہ ''اہل حدیث'' لاہور کے مطابق متحدہ ہندوستان میں غالباً سب سے پہلے امرتسر میں عید میلاد النبیؐ منائی گئی۔ اس کا انتظام کشمیری بزرگ مولنا عبدالسلام ہمدانی کرتے تھے اور اس کی غرض و غایت غیر مسلموں کے سامنے مسلمانوں کی دینی و سیاسی شوکت کا اظہار تھا۔ اس کے بعد یہ تقریب اپنی گونا گوں افادیت کے سبب ہندوستان کے دوسرے شہروں میں پھیلنے لگی۔

لاہور میں میلاد شریف کا باقاعدہ اجتماع ۱۹۱۱ء میں اسلامیہ کالج لاہور میں منعقد ہوا، جس کی صدارت پیر سید جماعت علی شاہؒ (دربار علی پور سیداں، سیالکوٹ) نے کی۔ مقررین میں علامہ اقبالؒ بھی شامل تھے اور اس جلسہ کی روداد رسالہ ''تہذیب نسواں'' میں بھی شائع ہوئی تھی۔(۱۱)

۱۹۳۵ء کے میلاد النبیؐ کے جلسے اور جلوس جالندھر چھاؤنی میں علامہ اقبالؒ موجود تھے۔ انہوں نے اس میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''چند سال ہوئے میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ خدا تعالیٰ مولود شریف کے ذریعے سے اس امت کو متحد کرے گا۔ مجھے عرصہ تک حیرت رہی کہ یہ واقعہ کس طرح رونما ہوگا۔ اب تحریک یوم النبیؐ نے اس خواب کی تعبیر کو حقیقی طور پر نمایاں کر دیا ہے۔''(۱۲)

اس سے پہلے ۱۹۲۹ء اور ۱۹۳۰ء میں علامہ اقبالؒ نے دیگر اکابرین ملت کے ساتھ عید میلاد کے جلسے اور جلوسوں کی اہمیت اور انعقاد کی تحریک کی تھی اور اخبارات میں یہ بیان شائع ہوا تھا۔ ''اتحاد اسلام کی تقویت، نبی کریم ﷺ کے احترام و اجلال، نبی کریم کی سیرت کی اشاعت اور ملک میں بانیان مذاہب کا صحیح احترام قائم کرنے کے لیے ۱۲ ربیع الاول کو ہندوستان کے طول و عرض میں ایسے عظیم ترین تبلیغی جلسوں اور مظاہروں کا انتظام کیا جائے جو حضور سید المرسلین ﷺ کی عظمت قدر کے شایان شان ہوں۔'' (۱۳)

اس اپیل پر سید غلام بھیک نیرنگ، انبالہ، ۲۔ مولانا غلام مرشد، لاہور ۳۔ مولانا شوکت علی، بمبئی، ۴۔ مولانا حسرت موہانی، موہان، ۵۔ پیر سید مہر علی شاہ، گولڑہ شریف، ۶۔ مولانا قطب الدین عبدالوالی، لکھنو، ۷۔ دیوان سید محمد، پاکپتن شریف، ۸۔ مولانا قمرالدین، سیال شریف، ۹۔ مولانا فاخر، الہ آباد، ۱۰۔ پیر سید فضل شاہ، جلالپور شریف، ۱۱۔ مولانا سید حبیب، مدیر ''سیاست''

Marfat.com

۱۲۔اور مولانا محمد شفیع داؤدی، بہار وغیرہم نے دستخط کئے۔'' (۱۴)

ان اکابرین کی اپیل پر برصغیر کے گوشے گوشے میں نبی کریمؐ کا یوم ولادت انتہائی عقیدت واحترام اور شایان شان طریقے سے منایا جانے لگا۔

• آج اس دن کی عظمت واہمیت سے نئی نسل کو صحیح خطوط پر روشناس کرانا، وقت کی سب سے اہم ضرورت ہے۔ذرائع ابلاغ عامہ، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور اخبارات وغیرہ سے اس سلسلہ میں مثبت کام لینا چاہئے جس سے پوری قوم کی تربیت وتہذیب اسلامی خطوط پر ہو سکے۔آپ ﷺ کی بعثت اور میلاد کی خوشیوں میں اظہار محبت وعقیدت ہر جگہ نمایاں نظر آنا چاہیے تاکہ اس مقدس اور پاکیزہ تقریب میلاد کے ثمرات وبرکات سے صحیح معنوں میں فائدہ اُٹھایا جا سکے۔

قرآن مجید اور کتب احادیث کے علاوہ نبی کریم ﷺ کی ولادت مبارکہ، مبشرات اور شمائل وخصائل وغیرہ الہامی صحائف تورات، زبور، اناجیل اور دیگر مذاہب کی کتب مقدسہ میں موجود ہیں۔ان میں آپؐ کی بحیثیت پیغمبر آخرالزمان بعثت کی پیش گوئیاں کی گئی ہیں۔ان میں آپؐ کو ایسے مدحیہ انداز میں سراہا گیا ہے کہ آپؐ سے پہلے کسی اور پیغمبر کیلئے یہ اسلوب اختیار نہیں کیا گیا۔ان میں آپؐ کو ایسے توصیفی اسماء سے بھی یاد کیا گیا ہے جو آپؐ سے پہلے کسی دوسرے پیغمبر کے لئے بیان نہیں کئے گئے۔ان تمام مبشرات کی وضاحت وصراحت سے ایسی جامع شہادتیں ملتی ہیں جن کے مصداق نبی کریمؐ ہی قرار پاتے ہیں۔

حوالہ جات ۱۔(تواریخ حبیب اللہ، مفتی عنایت احمد کاکوری ص ۱۵) ۲۔(البدایہ والنہایہ ج ۱۲ ص) ۳۔(دی مسلم ڈائجسٹ، ڈربن دسمبر ۱۹۴۴ء ص ۱۷۶)

۴۔(الباعث علی انکار البدع والحوادث) ۵۔(محمد رسول اللہ، شیخ محمد رضا صفحہ ۳۴) ۶۔(انوار ساطعہ ص ۲۱) ۷۔(حسن البناء کی ڈائری، خلیل احمد حامدی، ص ۱۹۶) ۸۔(بیان المیلاد النبویؐ محدث ابن جوزی) ۹۔(بادشاہ نامہ، ملا عبدالحمید ج ا ص ۲۱۴) ۱۰۔(سیارہ ڈائجسٹ لاہور، رسول نمبر ج ۲ ص ۴۵۹) ۱۱۔(اقبال ریویو، جولائی ۱۹۷۸ء) ۱۲۔(اخبار، ایمان لاہور ۴ تا ۱۱ مئی ۱۹۳۵ء) ۱۳۔(میلاد شریف اور علامہ اقبال، سید نور محمد قادری ص ۶) ۱۴۔(میلاد شریف اور علامہ اقبال، سید نور محمد قادری ص ۶)

Marfat.com

میلاد النبی ﷺ

الہامی صحائف و کتب اور دیگر مذاہب کی روشنی میں

(محمد مظفر عالم صدیقی)

تورات میں بشاراتِ مصطفیٰ ﷺ

تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ۱۴۵۰ ق م کے لگ بھگ نازل ہوئی۔ تورات، زبور اور انجیل ان تینوں کتابوں کا ذکر قرآن مجید میں جا بجا ملتا ہے اور ان کے ماننے والوں کو اہل کتاب کا خطاب دیا گیا ہے۔ تورات آج کل بائبل میں شامل ہے۔ تورات کے پانچ حصے ہیں جن کو پانچ کتابیں کہا جاتا ہے۔ ان میں سے پانچویں کتاب استثناء میں ہے:

جَآءَ الرَّبُّ مِنْ سِینَاءَ اَشْرَقَ لَنَا مِنْ سَاعِیر اسْتَعْلَنَ مِنْ جَبَلِ فَارَانَ.

''آیا رب، پہاڑ سینا سے اور روشن ہوا ساعیر سے اور ظاہر ہوا فاران کے پہاڑ سے''۔(۱)

اس آیت میں تین جلیل القدر پیغمبروں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ حضورت موسیٰ پر کوہ سینا میں توات اتری، ساعیر پہاڑ پر حضرت عیسیٰ کو انجیل ملی اور فاران کے پہاڑ پر حضورؐ پر نزول قرآن ہوا۔ یہ پہاڑ مکہ معظّمہ کے قریب ہے جس میں غار حرا واقع ہے۔ فاران یا پاران، اس پہاڑی کا نام ہے جو مکہ کے نزدیک ہے۔ (۲)

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے فرمایا: ''میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کر کہے گا، نہ سنے گا، تو اس کا حساب اس سے لوں گا۔''(۳)

یہ بشارت بالکل واضح ہے بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسماعیل کے سوا اور کون ہوسکتے ہیں

Marfat.com

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بنی اسماعیل میں ہوگا اور تجھ سا ایک نبی سوائے نبی کریمؐ اور کسی پر صادق ہی نہیں آ سکتا کیونکہ تورات خود اس کی گواہی دے رہی ہے کہ بنی اسرائیل میں کوئی نبی موسیٰ کے مانند ہوا ہی نہیں۔ ''پھر قائم نہ ہوا کوئی نبی، بنی اسرائیل میں موسیٰ کے مانند، جس نے پہچانا ہو اللہ کو دو بدو'' (۴)

تورات میں ایک اور جگہ مذکور ہے: ''اور یعقوب نے اپنے بیٹوں کو یہ کہہ کر بلوایا کہ تم سب ایک جگہ جمع ہو جاؤ تا کہ میں تم کو بتاؤں کہ آخری دنوں میں تم پر کیا گذرے گی۔ اے یعقوب کے بیٹو! جمع ہو کر سنو اور اپنے باپ اسرائیل کی طرف کان لگاؤ۔ یہوداہ کی سلطنت نہیں چھوٹے گی اور نہ اس کی نسل سے حکومت کا عصا موقوف ہوگا۔ جب تک شلوہ نہ آئے پھر لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو جائیں گے۔ (۵)

شلوا یا شلوہ کے معنی میں لوگ اختلاف کرتے ہیں۔ اس آیت کی وضاحت سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کی بادشاہت کے بعد حضرت محمدؐ تشریف لائیں گے اور ان دونوں پیغمبروں کے بعد جو اس دنیا میں کتاب و قانون لائے وہ آنحضرت ﷺ ہیں۔

اشعیاء کی صحیح تورات باب ۴۱ میں مذکور ہے: ''اے جزیرے والو! خاموش ہو جاؤ اور سب قبیلے اپنی اپنی قوت کی از سر نو تنظیم کر لیں اور باہم مل جائیں پھر اس بارے میں مشورہ کریں کہ ہم سب مل کر فیصلہ کے لئے اس ہستی کے سامنے پیش ہو جائیں جو مشرق سے نمودار ہوگی اور فتح و نصرت اس کے قدم چومے گی۔ اس کے سامنے دوسری قومیں ہیچ ہو جائیں گی۔ دنیا کے بادشاہوں پر اس کا غلبہ ہو جائے گا۔ وہ انہیں اپنی تلوار سے کاٹ کر مٹی میں ملا دے گا اور اپنے تیر و کمان سے شکست دے کر خشک گھاس کی طرح کر دے گا۔ وہ انہیں اپنی راہ سے ہٹا دے گا اور خود اس راستے سے صحیح و سالم گزر جائے گا جس پر کوئی دوسرا نہ چلا ہوگا۔ وہ ابتدائی انسانی نسلوں کے سامنے اس کا مدعی ہوگا کہ میں ہی پہلا رب ہوں اور بعد کو آنے والی نسلوں سے کہے گا کہ میں ہی پہلا رب ہوں۔'' اس میں قبائل سے مراد عرب کے قبائل ہیں اور تلوار و کمان والے حضرت محمدؐ ہیں اس لئے کہ حضرت عیسیٰ نے کبھی کسی سے جنگ ہی نہیں کی۔ (۶)

تورات میں مذکور وصفِ مصطفیٰ ﷺ

حضرت عبداللہ بن سلامؓ راوی ہیں کہ تورات میں آپؐ کا وصف اس طرح مذکور ہے: ''اے نبی! ہم نے آپ کو شاہد، مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ آپ میرے بندے اور

Marfat.com

رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے۔ آپ نہ ترش رو ہیں اور نہ سخت مزاج ہیں اور نہ بازاروں میں پھرنے والے ہیں۔ آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے بلکہ درگذر فرمادیتے ہیں اور معاف کردیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس وقت تک نہیں اٹھائے گا، یہاں تک کہ آپ ؐ کی تعلیم سے امت درست نہ ہو جائے اور وہ سب ''لا الہ الا اللہ'' نہ کہہ لیں۔ اللہ تعالیٰ آپ ؐ کے ذریعے سے اندھی آنکھوں کو بینا بناتا، بہرے کانوں کو سننے کے قابل بناتا اور تالے پڑے ہوئے دلوں کو کھولتا ہے۔'' (۷)

تورات نے حضرت حبقوق کے اس بیان کی تصدیق کی ہے کہ پروردگار فاران کی پہاڑیوں سے قوت کے ساتھ آیا تو نام احمد ؐ کی تسبیح سے آسمان معمور ہو گئے اور اس کی امت کا سمندروں پر تصرف ایسا ہی ہوگا جیسا خشکی پر۔ وہ ایک ایسی نئی کتاب لے کر آئے گا جس کا تعارف بیت المقدس کی تقریب کے بعد ہوگا۔ (۸)

اور حضرت سلیمانؑ نے تورات میں حضور ؐ کی آمد کی پیش گوئی ان الفاظ میں فرمائی: ''مہر نبوت ان کی پشت پر ہوگی اور ان کا نام احمد ؐ ہوگا۔'' (۹)

تورات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دار الہجرت کا ذکر

تورات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دار الہجرت کا ذکر بھی موجود ہے اور اس کے آثار وضاحت سے بیان کیے گئے ہیں: جب حضرت موسیٰؑ ارکان حج ادا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لائے تو اس سفر میں بنی اسرائیل کی کثیر جماعت آپ ؑ کے ہمراہ تھی۔ حج سے لوٹتے وقت ان لوگوں کا گزر مدینہ طیبہ کی زمین پر ہوا اور اس مقام میں وہ تمام آثار و اوصاف موجود دیکھے جو نبی آخر الزماں ؐ کے وطن میں توریت کی پیش گوئی کے مطابق ہونا چاہئے تھے تو ان میں سے ایک گروہ نے حضرت موسیٰؑ کی ہمراہی ترک کرنے کے متعلق مشورہ کیا اور جدا ہو کر اسی مقام پر مقیم ہو گئے۔ (۱۰)

تبع بادشاہ نے بھی مدینہ کا احترام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مسکن کی وجہ سے کیا

تبع نے جب مدینہ پر حملہ کرنے کی کوشش کی تو اس وقت یہود کے بعض علماء اس کے

Marfat.com

سامنے آئے اور کہا کہ یہ شہر حفاظت الٰہی میں محفوظ ہے اس کو کوئی شخص برباد نہیں کر سکتا۔ ہم نے اپنی کتاب میں اس کے اوصاف پڑھے ہیں اور اس کا نام طیبہ ہے۔ یہ پیغمبر آخر الزماں کا دار الہجرت ہے جو حضرت اسماعیلؑ کی اولاد سے ہوں گے۔ آپ اس کی ویرانی کے ارادہ سے باز رہیں۔ علماء یہود کی باتوں سے اس نے نصیحت پکڑی اور چار سو علماء توریت نے اسے چھوڑ کر مدینہ منورہ میں نبی آخر الزماں کی صحبت کے لئے اقامت اختیار کی۔ تبع نے ان میں سے ہر ایک کے لئے ایک ایک مکان تعمیر کرا دیا اور مال کثیر دے دیا اور ایک کتاب لکھی جس میں اپنے اسلام لانے کی شہادت کا اظہار کیا۔ یہ کتاب مہر کر کے اس جماعت کے سب سے بڑے عالم کو سپرد کر کے وصیت کر دی کہ اگر وہ نبی آخر الزماں کا زمانہ پائے تو وہ یا پھر ان کی اولاد اسی طرح آگے منتقل کرتی رہے۔ اس کتاب میں دیگر اشعار کے علاوہ یہ شعر بھی ہے:

شَهِدْتُ عَلٰی اَحْمَدَ اَنَّهٗ

رَسُوْلٌ مِنَ اللّٰهِ بَادِی اَکْثِیم

گواہی دیتا ہوں میں اوپر احمد کے، کہ بے شک وہ رسول ہیں اللہ کی جانب سے وہ اللہ جو پیدا کرنے والا ہے روحوں کا۔"

یہ بھی روایت ہے کہ اس نے حضورؐ کے لئے بھی ایک مکان تعمیر کرایا تاکہ تشریف آوری کے وقت اس میں نزول فرمائیں۔ علمائے یہود میں سے ایک کو اس کا متولی بنا دیا۔ حضورؐ جب مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مکان میں قدم رنجہ فرمایا اور یہ ابو ایوب انصاریؓ اسی عالم کی اولاد میں سے ہیں۔ اہل مدینہ میں سے جن لوگوں نے حضورؐ کی مدد کی وہ انہی علماء کی اولاد میں سے تھے۔ (۱۱)

زبور میں بشارات مصطفیٰ ﷺ

زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر ۱۰۰۰ ق م کے قریب نازل ہوئی۔ حضرت داؤدؑ نے آپ ﷺ کے نزول کی خبر دی اور وحی الٰہی کے تحت اس شہر کا بھی تعین کر دیا، جہاں حضورؐ مبعوث ہونے والے تھے۔ زبور میں حضرت داؤدؑ فرماتے ہیں: "مبارک ہیں وہ جو تیرے گھر میں بستے ہیں، وہ سدا

Marfat.com

تیری حمد کریں گے۔ وہ بکہ کی وادی سے گزرتے ہوئے ایک کنواں بناتے ہوئے۔ (۱۲)

یہاں بکہ سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ مارگولیوتھ (Margoliuth) نے بھی گواہی دی کہ زبور کا بکہ، عرب کے کے مکہ مکرمہ کے سوا اور کوئی جگہ نہیں۔ (۱۳)

علامہ سیوطیؒ نے حضرت وہب بن منبہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کو خوش خبری دی۔ ''اے داؤد تمہارے بعد ایک نبی آئے گا۔ جس کا نام احمدؐ اور محمدؐ ہوگا۔ جس سے میں کبھی ناراض نہیں ہوں گا اور وہ کبھی میری نافرمانی نہیں کرے گا۔ میں نے محمدؐ اور ان کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی ہے۔'' (۱۴)

ابن ابی حاتم نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداءؓ نے کہا کہ میں نے زبور کے ایک نسخے میں ایک سو پچاسی سورتیں دیکھیں جن کی چوتھی سورت میں یہ الفاظ تھے۔ ''اے داؤد سنو! اور سلیمان سے کہہ دو کہ لوگوں کو بتا دیں کہ زمین میری ہے میں اس کا وارث محمدؐ اور ان کی امت کو بناؤں گا۔ (۱۵)

انجیل میں بشارات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے ۵۷۱ سال پہلے نازل ہوئی۔ انجیل مقدس پانچ انجیلوں کی صورت میں ملتی ہے:

۱۔ متی کی انجیل، ۲۔ لوقا کی انجیل، ۳۔ مرقس کی انجیل، ۴۔ یوحنا کی انجیل، ۵۔ برنباس کی انجیل۔ آج کل قدیم ترین انجیل چوتھی پانچویں صدی کی ملتی ہے وہ بھی یونانی زبان میں ہے جبکہ حضرت عیسیٰؑ اور ان کے حواریوں کی زبان آرامی تھی۔

انجیل متی:

انجیل متی باب ۳، آیت ۸ میں حضرت یوحنا (یحییٰ) کی زبانی اس طرح مرقوم ہے:

''میں تو تم کو توبہ کے لئے پانی سے بپتسمہ (عیسائی مذہب کی ایک رسم، جس میں بچے کی پیدائش پر اس کے سر پر مقدس پانی کے چھینٹے ڈال کر اسے عیسائی مان لیا جاتا ہے) لیکن جو میرے

Marfat.com

بعد آتا ہے وہ مجھ سے زور آور ہے میں اس کی جوتیاں اٹھانے کے لائق نہیں وہ تم کو روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دے گا۔"

"متی باب ۱۰، آیت ۱۶ میں ہے کہ حضرت مسیح نے ان بارہ (رسولوں) کو بھیجا اور ان کو حکم دے کر کہا۔ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا اور چلتے

چلتے یہ منادی کرنا کہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آ گئی ہے۔"

یہ آسمان کی بادشاہی سے مراد نبی کریم کی بعثت تھی یعنی "یہ لوگ اندھیرے میں بیٹھے تھے انہوں نے بڑی روشنی دیکھی اور جو موت کے ملک میں بیٹھے تھے ان پر روشنی چمکی۔" (متی باب ۴ آیت ۱۶)

یہی وجہ ہے کہ آج حضورؐ کا ابدی پیغام بنی نوع انسان کے لئے مشعل راہ سے بڑھ کر ہے۔

انجیل لوقا:

"انجیل لوقا باب ۳، آیت ۱۶، ۱۷ میں انجیل متی کی پہلی بشارت حرف بحرف موجود ہے۔"

انجیل مرقس:

مرقس کی انجیل میں بھی نبی کریمؐ کی عظمت کا اقرار انجیل متی اور انجیل لوقا کی متذکرہ بالا پہلی بشارت کے حوالے سے پہلے باب آیت ۶ تا ۸ میں موجود ہے:۔ "اور یوحنا اونٹ کے بالوں کا لباس پہنے اور چمڑے کا پٹکا اپنی کمر سے باندھے رہتا۔ ٹڈیاں اور جنگلی شہد کھاتا تھا اور منادی کرتا تھا کہ میرے بعد وہ شخص آنے والا ہے جو مجھ سے زور آور ہے۔ میں اس لائق نہیں کہ جھک کر اس کی جوتیوں کا تسمہ کھولوں میں نے تم کو پانی سے بپتسمہ دیا مگر وہ تم کو روح القدس سے بپتسمہ دے گا۔"

انجیل یوحنا:

یوحنا کی انجیل حضورؐ کے مبعوث ہونے کا اعلان کر رہی ہے۔ درج ذیل پیش گوئیاں حضرت عیسیٰؑ نے نبی کریمؐ کی بابت کی ہیں:

Marfat.com

''اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں۔'' (۱۶)

''مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہیں مگر اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ (محمدؐ) یعنی روح حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی مرضی سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔'' (۱۷)

انجیل برناباس:

انجیل برناباس ۳۲۵ء تک مستند انجیل تسلیم کی جاتی رہی۔ ۴۹۶ء میں بابائے گلائیس اول نے اور بہت سی کتابوں کی طرح برناباس کو گمراہ کن قرار دے کر عیسائیوں کے لئے اس کو اپنے پاس رکھنا جرم ٹھہرایا۔ رفتہ رفتہ یہ کتاب غائب ہوگئی۔ ۳۸۳ء میں پوپ نے اس کا ایک نسخہ حاصل کر کے اپنی لائبریری میں محفوظ کر لیا۔ اطالوی زبان میں لکھا ہوا نسخہ ۱۷۱۳ء میں شہزادے یوگین نے جے۔ ایف کریمر سے حاصل کیا جو ''وی آنا'' کے شاہی کتب خانے میں ۱۷۳۸ء میں منتقل ہوا اور یہ مسودہ اب بھی وہاں محفوظ ہے۔ ۱۹۰۷ء میں اس کا انگریزی ترجمہ آکسفورڈ کے کلیرنڈن پریس سے چھپا۔ اس کا عربی ترجمہ مصری عیسائی عالم ڈاکٹر خلیل سعادت نے ۱۹۰۸ء میں کیا۔ عربی ترجمہ کو محمد حلیم انصاری نے اردو میں منتقل کر کے ۱۹۱۰ء میں لاہور سے شائع کیا۔ ۱۹۷۳ء میں انگریزی ترجمہ قرآن کونسل آف پاکستان کراچی سے دوبارہ شائع ہوا۔

یہ انجیل برناباس بڑی حد تک تحریف سے محفوظ ہے۔ اس میں حضرت عیسیٰؑ کی زبانی حضورؐ کے بارے میں کئی بشارات درج ہیں۔ جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

''جب آدم اپنے پاؤں پر کھڑا ہوا تو اس نے آسمان میں ایک تحریر سورج کی طرح چمکتی دیکھی، جس کی عبارت تھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ تب آدم نے اپنا منہ کھولا اور کہا میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں۔ اے میرے پروردگار، اے میرے خدا میں تیرا شکر گزار ہوں کہ تو نے میری تخلیق فرمائی لیکن میں تیری منت کرتا ہوں کہ تو مجھے خبر دے کہ ان الفاظ کا کیا مطلب ہے، (محمد رسول

Marfat.com

اللہ) کیا مجھ سے پہلے اور بھی انسان ہوئے ہیں۔ خدا نے کہا مرحبا! اے میرے بندے آدم، میں تجھے بتاتا ہوں کہ تو پہلا انسان ہے جسے میں نے پیدا کیا ہے اور وہ جسے تو نے دیکھا ہے تیرا بیٹا ہے، جو دنیا میں اب سے بہت سال بعد آئے گا اور میرا رسول ہوگا۔ جس کے لئے میں نے تمام چیزیں پیدا کی ہیں، جب آئے گا تو دنیا کو نور بخشا گا، جس کی روح ہر شے پیدا کرنے سے ساٹھ ہزار سال پہلے ملکوتی شان میں رکھی گئی تھی۔ (۱۸) ''میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تحقیق چاند اس کو اس کے بچپن میں سلانے کے لئے لوریاں دے گا اور جب وہ رسول بڑا ہوگا تو اس چاند کو اپنی دونوں ہتھیلیوں سے پکڑے گا۔'' (۱۹) یہ عبارت معجزہ شق القمر کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔

''اور آدھی رات کو نماز کے بعد شاگرد یسوع کے قریب آ گئے تب یسوع نے ان سے کہا یہی رات رسول اللہ کے زمانے میں سالانہ جوبلی ہوگی جو کہ اس وقت ہر سو برس پر آتی ہے اس لئے میں نہیں چاہتا ہوں کہ ہم سو رہیں بلکہ یہ کہ ہم سو مرتبہ اپنے سر کو جھکاتے ہوئے نماز پڑھیں۔ اپنے قدیر رحیم محبوب کے لئے سجدہ کریں جو کہ ابد تک مبارک ہے۔'' (۲۰)

''ہمیں اللہ کا شکر کرنا چاہئے کہ اس نے ہم کو اس رات میں ایک بڑی رحمت عطا کی ہے کیونکہ وہ اس زمانہ کو پھر واپس لایا جس کا اس رات میں گزرنا لازم ہے۔ اس لئے کہ تحقیق ہم نے یکجہتی کے ساتھ رسول اللہ کے ہمراہ دعا مانگی اور تحقیق میں نے اس کی آواز سنی۔'' (۲۱)

ان دونوں عبارات سے حضرت مسیح کے نزدیک شب میلاد رسول کی رفعت اور عظمت نمایاں ہے اور وہ اس رات نیند کو نامناسب سمجھتے ہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ عبادات کر کے برکات و فیوض حاصل کرنے کے درپے ہیں اور اپنے حواریوں کو بھی اسی امر کی تلقین فرماتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ اس رات اور اس دن کو بطور عید میلاد رسولؐ منانے کا علم رکھتے تھے۔ اس سے جہاں آپؑ کا مستقبل میں وقوع پذیر امور غیبیہ پر مطلع ہونا ثابت ہے وہاں اس رات اور دن کو مسرت و شادمانی اور فرحت و خوشی کے اظہار کا پسندیدہ امر ہونا بھی واضح ہوتا ہے۔ نواب صدیق حسن نے بھی وضاحت فرمائی: سو جس کو حضرت کے میلاد کا حال سن کر فرحت حاصل نہ ہو اور خدا کا شکر اس نعمت کے حصول پر نہ کرے، وہ مسلمان نہیں۔

Marfat.com

حضرت عیسیٰؑ، حضورؐ کی آمد کی بشارت دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''مسیحا کا نام'' قابل تعریف'' ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب ان کی روح مبارک کو پیدا کیا اور آسمانی آب وتاب میں رکھا تو خود ان کا نام رکھا۔ اللہ نے فرمایا ''اے محمدؐ! انتظار کرو۔ میں نے تیری خاطر جنت کو پیدا کیا ہے۔ ساری دنیا کو پیدا کیا ہے اور بے شمار مخلوقات کو پیدا کیا ہے، جب میں تجھے دنیا میں بھیجوں گا تو تمہیں نجات دہندہ رسول بنا کر بھیجوں گا۔ تیری بات سچی ہوگی۔ آسمان اور زمین فنا ہو سکتے ہیں لیکن تیرا دین کبھی فنا نہیں ہو سکتا۔'' آپؑ نے کہا کہ ''محمدؐ'' اس کا بابرکت نام ہے۔ اس پر تمام سامعین نے فریاد کرنی شروع کی۔ اے خدا!'' اپنے رسول کو ہماری طرف بھیج یا محمد (ﷺ) دنیا کی نجات کے لئے جلد تشریف لے آئیں۔'' (۲۲)

صرف برناباس کی انجیل میں ہی حضور اکرمؐ کے بارے میں مبشرات کا سراغ لگایا جائے تو آپؐ کی سیرت پاک اور خصائل وشمائل کے بارے میں بہت سی وقیع معلومات ملتی ہیں مثلاً آپ کو نبیوں کا سرتاج (باب ۱۲: ص ۱۰)، خدا کا رسول (باب ۳۹ ص ۴۵، ۴۶)، باعث تخلیق کائنات (باب ۳۹ ص ۴۶)، مالک ومختار (باب ۴۱ ص ۴۹)، رحمۃ اللعالمینؐ (باب ۴۳ آیت ۱۳ تا ۱۵ ص ۶۸۔ باب ۱۳۶، آیت ۱۵۔ ۱۶ ص ۲۰۴ اور باب ۱۶۳ آیت ۳ تا ۱۰ ص ۲۴۳) قیامت کے دن حضورؐ کا ہزار سورج کی طرح چمکنا اور انبیاء وفرشتوں کا ان کے گرد جھرمٹ ہونا (باب ۵۴ آیت ۲ تا ۱۱ ص ۸۴۔ ۸۵) خاتم النبینؐ کا نسل اسماعیل سے ہونا (باب ۲۰۸ ص ۲۸۹۔ باب ۴۳ ص ۶۹۔ باب ۱۹۱ ص ۲۷۱)، آدم کے ناخنوں پر اسم محمدؐ کا لکھا جانا (باب ۳۹ آیت ۱۴ تا ۲۸ ص ۶۰) اور حضورؐ کا دنیا کی سب چیزوں سے پہلے پیدا کیا جانا (باب ۳۵ ص ۵۳۔ ۵۴)''

حضرت سلیمانؑ کے صحیفہ میں بشاراتِ مصطفیٰ ﷺ

غزل الغزلات (نشید الانشاد) حضرت سلیمانؑ کے مقدس صحیفہ کا نام ہے۔ یہ آج کل بائبل عہد نامہ عتیق اور جدید کے مجموعہ میں شامل ہے۔ اصل صحیفہ عبرانی زبان میں تھا۔ اس میں حضرت سلیمانؑ نے حضورؐ کی آمد کی بشارت میں اشاروں کنایوں سے

کام لینے کی بجائے صاف طور پر حضورؐ کا اسم گرامی بتایا ہے: ''خلو محمدیم زہ رودی زہ رعی'' (وہ ٹھیک محمدؐ

Marfat.com

ہیں، وہ میرے محبوب ہیں میری جان) (۲۳)

اسی صحیفہ میں آپ کا اسم گرامی مع حلیہ مبارکہ یوں بیان کیا گیا ہے: ''میرا محبوب نورانی، گندم گوں، ہزاروں میں سردار ہے۔ اس کا سر ہیرے کا سا چمکدار ہے اس کی زلفیں مثل کوے کی کالی ہیں۔ اس کا چہرہ مثل ماہتاب کے، جوان مانند صنوبر کے، اس کا گلا نہایت شیریں اور وہ بالکل محمد یعنی تعریف کیا گیا ہے۔ یہ ہے میرا دوست اور میرا محبوب'' اس کلام میں بین السطور صرف ایک ہی شخصیت ہے اور وہ ہیں سرور کشور رسالت حضرت محمد ﷺ کیونکہ اس میں بعض الفاظ صراحت کے ساتھ آپؐ ہی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

حضرت سلیمانؑ نے سلطنت مصطفیٰؐ کے متعلق یوں بشارت دی۔ ''اس کی سلطنت سمندر سے سمندر تک اور دریائے فرات سے زمین کی انتہا تک ہوگی۔ بیابان کے رہنے والے اس کے آگے جھکیں گے اور اس کے دشمن خاک چاٹیں گے۔ اس کا نام ہمیشہ قائم رہے گا۔ جب تک سورج ہے اس کا نام رہے گا اور لوگ اس کے وسیلہ سے برکت پائیں گے، سب قومیں اس کو خوش نصیب کہیں گی۔'' (۲۴)

دیگر انبیاء اور بشارات مصطفیٰ ﷺ

حضرت ادریسؑ: آپؑ نے حضور ﷺ کے بارے میں درج ذیل الفاظ میں پیش گوئی کی: ''دیکھو ہمارا آقا اپنے دس ہزار ہمرائیوں (صحابہ کرام) کے ساتھ آ رہا ہے تاکہ سب لوگوں کا انصاف کرے۔ (۲۵)

حضرت نوحؑ: آپؑ نے حضور ﷺ کے بارے میں فرمایا: ''اب میں اپنی کمان کو بادلوں میں رکھ دیتا ہوں ایک زمانہ ایسا آئے گا جب میں زمین کے اوپر ایک بادل کو لاؤں گا جس سے وہ کمان بادلوں میں دکھائی دینے لگ جائے گی۔'' (۲۶)

حضرت شعیبؑ: آپؑ کے کلام میں ہے: ''میں نے دو سوار دیکھے جن کے نور سے زمین روشن ہوگئی۔ ان میں سے ایک خچر سوار تھا اور دوسرا شتر سوار۔'' (خچر سوار سے مراد حضرت عیسیٰؑ اور شتر سوار ہمارے پیغمبر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں) اسی طرح انہوں نے فرمایا۔ ''اے

Marfat.com

قوم میں نے ایک صورت انور اونٹ پر دیکھی ہے جو اپنی ضوفشانی میں چاند سے مشابہ تھی۔'' (۲۷)

حضرت ابراہیم: آپؑ کے صحیفہ میں مذکور ہے۔ ابن سعد نے شعبی سے روایت کیا ہے: ابراہیم کی کثیر اولاد ہوگی۔ یہاں تک کہ ان کی اولاد میں نبی امی اور خاتم النبین ﷺ آئیں گے۔ (۲۸) حضرت ابراہیم نے رسول اکرمؐ کی بعثت سے کم و بیش تین ہزار سال قبل عالم انسانی کو یہ نوید سنائی۔ ''وہ عربی ہوگا، اس کا ہاتھ سب کے خلاف ہوگا۔ وہ اپنے سب بھائیوں کے درمیان بود و باش کرے گا۔'' (۲۹)

حضرت یسعیاء: حضرت سلیمانؑ کے جانشین انبیاء میں سے حضرت یسعیاؑ نے اپنے صحیفے میں جو الہامی الفاظ فرمائے ہیں اور حیرت انگیز پیش گوئی کی جو نہایت عظیم الشان طریقے سے حضورؐ کی ذات اقدس میں پوری ہوئی۔ ''ان پڑھ کو کتاب دی گئی کہ اسے پڑھ، وہ کہتا ہے کہ میں ان پڑھ ہوں، پڑھ نہیں سکتا۔'' (۳۰)

زرتشتی مذہب (پارسیوں کا مذہب)

اسلام کے ظہور سے پیشتر اہل ایران کا مذہب آگ کی پوجا تھا۔ اسے زرتشتی مذہب کہا جاتا ہے۔ ایران قدیم میں ایک زبردست دینی شخصیت حضرت زرتشت (Zor Astor) نے تقریباً ۱۰۰۰ ق۔م میں جنم لیا۔ اہل میڈیا نے انہیں پیغمبر تسلیم کیا جن پر بقول ان کے ''اوستا'' نامی الہامی کتاب نازل ہوئی۔ ان کی روایت کے مطابق اوستا اکیس نسخوں پر مشتمل تھی مگر اس کتاب کا ۱/۱۰ حصہ ہی بچ سکا اور باقی ۹/۱۰ حصہ وقت کے بحر ظلمات میں غرق ہو کر ناپید ہو چکا ہے۔ زرتشت کی تعلیمات سے یہ گمان حقیقت کا روپ دھار لیتا ہے کہ شاید وہ پیغمبر ہی ہوں کیونکہ ان کی تعلیمات تعمیری اور جاندار ہیں۔ خود زرتشت نے ایک خدا یعنی ''آھورامزدا'' کی پرستش لازمی قرار دی اور نیکی و بدی یا خیر و شر کا تصور بھی دیا۔ پارسیوں نے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نیکی و بدی کو دو مستقل خداؤں کا درجہ دے دیا۔ نیکی کے خدا کو یزداں اور بدی کے خدا کو اہرمن (شیطان) کے نام دے دیئے۔ بہرحال زرتشت نے اوستا میں اور باتوں کے علاوہ ایک بیان یہ بھی دیا ہے جسے علامہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اپنے خطبات بہاولپور میں نقل کیا ہے۔ ''میں نے دین کو مکمل نہیں کیا

Marfat.com

میرے بعد ایک نبی اور آئے گا جو اس کی تکمیل کرے گا اور اسکا نام رحمۃ اللعالمین یعنی تمام جہانوں کے لئے باعث رحمت وگا۔'' اس اقتباس سے صاف واضح ہے کہ حضرت زرتشت آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت دے رہے ہیں۔

حضورؐ کی آمد کی بشارت ژنداوستا کے دساتیر ۱۴ میں یوں بیان کی گئی ہے۔

''جب اہل فارس اخلاقی طور پر زوال پذیر ہو جائیں گے۔ایک شخص عرب میں پیدا ہوگا۔اس کے پیروکاران کے مذہب اور تخت وتاج کو ویران کردیں گے اور ایران کے طاقتور مغرور حکمران مغلوب ہو جائیں گے۔ جو گھر بنایا گیا تھا اور جس میں بہت سارے بت رکھے گئے تھے۔ان بتوں سے پاک ہو جائے گا اور لوگ اس کی طرف اپنا چہرہ کر کے اپنی نمازیں پڑھیں گے۔اس کے پیروکار پارسیوں کے شہر طوس (Tus) اور بلخ اور ان کے اردگرد کے بڑے شہروں پر قابض ہو جائیں گے اور دیگر علاقوں کے دانا لوگ اس کے پیروکاروں سے مل جائیں گے۔''(۳۱)

یہ کتاب پارسیوں کے پاس ہمیشہ رہی ہے۔اس میں حضورؐ کا میلاد، کعبہ سے بتوں کا اخراج، آتش فارس کا بجھنا، کعبہ کی طرف منہ کر کے عبادت کرنا، مسلمانوں کا ایران فتح کرنا، اس قدر واضح پیش گوئی ہے جو حضورؐ کے علاوہ کسی اور کے لئے نہیں ہو سکتی۔

گوتم بدھ

ہندوستان کی مقدس کتابوں کے علاوہ مذہبی شخصیات نے بھی بلیغ اشارات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت دی ہے۔ گوتم بدھ (۵۶۸ ق۔م۔۴۸۸ ق۔م) نے برہمنوں کے سامراجی شکنجے میں دم توڑتی ہوئی انسانیت کو نجات دلانے کی بھرپور کوشش کی۔ جب وہ اپنا مقدس مشن پورا کر کے دنیا سے رخصت ہونے لگے تو انہوں نے اپنی زندگی کے جو آخری الفاظ کہے وہ حضورؐ کی بعثت کے متعلق گواہی پر مشتمل تھے۔ عین اس وقت جب گوتم بدھ کی سانس اکھڑ رہی تھی اور نبضیں ڈوبنے والی تھیں، ان کے ایک شاگرد نندا نے بےقرار ہو کر پوچھا: ''آقا آپ کے جانے کے بعد دنیا کو کون تعلیم دے گا'' اس کے جواب میں گوتم بدھ نے جو الہامی الفاظ کہے، وہ تاریخ

Marfat.com

نے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر لئے۔اس عظیم مفکر نے جواب دیا۔''نہ تو میں پہلا بدھ نہیں ہوں جو زمین پر آیا۔ نہ میں آخری بدھ ہوں۔اپنے وقت پر ایک اور بدھ آئے گا۔''عظیم بدھ کے اس ارشاد پر اس کے شاگرد ننداننے سوال کیا۔''ہم اسے کس طرح پہچانیں گے۔''بدھ نے جواب دیا۔ ''وہ متیریا کے نام سے موسوم ہوگا۔''

متیریا کیا ہے؟الہ آباد کے مشہور انگریزی اخبار''لیڈر'' کی ١٦،اکتوبر ١٩٣٠ء کی اشاعت میں ایک بدھ عالم کا مضمون شائع ہوا تھا۔جس میں اس نے''متیریا'' کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا تھا۔ وہ جس کا نام''رحمت'' ہے متیریا سنسکرت کا لفظ ہے۔اس کے لغوی معنی دوستی، خیر خواہی، رحم والا، محبت والا، شفقت والا، مخلوق کی خیر خواہی کرنے والا اور رحمت والا ہیں اور یہ سب صفات حضورؐ میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔(٣٢)

گوتم بدھ کی ایک پیش گوئی ملتی ہے:''بھائیو!اس وقت دنیا میں ایک اعلیٰ ہستی مبعوث ہوگی اس کا نام برگزیدہ''متیریا'' ہوگا۔کامل معروفت والا، حکمت نیکی اور سرور مطلق والا، تمام عالمین کا عالم بے نظیر، ہدایت کے متمنی لوگوں کا ہادی، فرشتوں اور انسانوں کا معلم۔ایک بدھ اعظم جیسا میں اس وقت ہوں وہ کامل طور پر جانے گا اور دیکھے گا۔اعلیٰ زندگی کی معرفت مع اپنے کمال وصفائی اصلی روح اور الفاظ دونوں کی وساطت سے ظاہر کی جائے گی جیسا کہ میں اب ظاہر کرتا ہوں۔اس کے ساتھ ہزاروں صحابہ کی جماعت ہوگی جیسا کہ میرے ساتھ چند سو کی جماعت ہے۔(٣٣)

اس پیش گوئی میں آپ کی آمد کے علاوہ صحابہ کبارؓ کی کثیر تعداد کے بارے میں بھی واضح اشارہ موجود ہے۔فتح مکہ کے وقت آپ کے ساتھ دس ہزار اصحاب اور آخری خطبہ حجۃ الوداع کے وقت آپؐ کے سامنے ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرامؓ کا جم غفیر تھا۔

وید اور پران

ہندوؤں کی دینی تعلیمات کا دارومدار جن کتابوں پر ہے۔ان میں چاروں وید(رگ وید، سام وید، یجروید، اتھر وید)، اپنشد۔گیتا اور دس پران شامل ہیں۔

Marfat.com

پران اور بشارات مصطفیٰ ﷺ

بھوشن پران: ''اے دیوتاؤ! سنبل گرام میں یہ کتب پیدا ہوگا۔ وہ وشنو ایشیاء کے نام سے مشہور ہوگا۔ وشنو کیرتی اس کی چہیتی بیوی ہوگی۔'' (۳۴) اس سے مراد ہے کہ عرب میں وہ پیغمبر پیدا ہوں گے اور رسول اللہ کے نام سے مشہور ہوں گے۔ ان کی چہیتی بیوی کا نام خدیجہ الکبریٰ (وشنو کیرتی) ہوگا۔

کلنکی پران: یہ ہندوؤں کی معتبر کتاب ہے۔ اس میں دس پیغمبروں کے آنے اور مبعوث ہونے کا ذکر آیا ہے۔ اس میں حضورؐ کی آمد کی بھی پیش گوئی کی گئی ہے۔ چنانچہ اس کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ ''کلنکی اوتار ایک پہاڑی میں عبادت کرے گا وہاں خدا اس کو سبق دے گا پھر اس کو اپنے گھر والوں سے تکلیف ہوگی اور یہ مجبوراً جدا ہو کر شمالی پہاڑوں میں چلا جائے گا۔ اس اوتار کے چار بھائی ہوں گے جو اس کے دھرم کو سارے جہان میں پھیلائیں گے۔ اس اوتار کی ایک بیوی بڑی خوبصورت سرخ رنگت کی ہوگی۔ اے لوگو! جب اس اوتار کا ظہور ہو تو تم اس کے قدموں میں اپنے سر رکھ دینا کیونکہ نجات اور ہدایت اسی کے پاس سے ملے گی۔'' (۳۵)

آپؐ نے کوہ حرا میں عبادت کی اور وہیں پر وحی نازل ہوئی۔ چار بھائیوں سے مراد خلفائے راشدین ہیں جنہوں نے اسلام کی اشاعت کی۔ شمالی پہاڑوں میں جانا ہجرت ہے جو مکہ سے مدینہ کو ہوئی۔ سرخ رنگت والی بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

پوتھک اوتران

پوتھک اوتران یا پوتھک سنگرام ہندوؤں کی مقدس کتاب ہے۔ بیاس جی کی اس مقدس کتاب میں آپؐ کی پیش گوئی واضح الفاظ میں موجود ہے۔ ''آنے والے زمانہ میں ''مہامت'' پیدا ہوگا۔ اس کی نشانی یہ ہوگی کہ اس کے سر پر بادل سایہ کرتا ہوگا اور اس کے جسم کا کوئی حصہ سیاہ نہ ہوگا وہ دنیا کے لئے کوئی تلاش نہیں کرے گا اس کی تلاش سراسر دین کے لئے ہوگی جو کچھ بھی اس کے ہاتھ آئے گا اسے خدا کی راہ میں دے دیا کرے گا۔ اپنی زندگی میں اس کا طریقہ کم کھانے کا ہوگا۔ عرب کے سرداران اس کے دشمن ہوں گے لیکن وہ خود خداوند تعالیٰ کا محبوب ہوگا۔ (۳۶)

Marfat.com

دھرم اوتر اکھنڈ

دھرم اوتر اکھنڈ مہادیو جی (۱۵۲۰ ق م ـ ۱۴۵۳ ق م) کے خطبات اور تقاریر پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں لکھا ہوا ہے: وہ مخلوقات سے ڈرتا نہیں ہوگا۔ بہت ہی دلاور اور سمجھدار ہوگا۔ اس کا نام مہامت ہوگا۔ اس مہامت کی اوضاع دیکھنے سے لوگ حیران ہوں گے۔ اس کی قوم اور قبیلہ کے لوگ جس طریقہ سے عبادت کیا کرتے ہیں وہ اس طرح کی عبادت نہیں کرے گا اور اپنی قوم سے کہے گا کہ مجھے اس قادر ذات کی طرف سے جو واحد ہے اور کوئی شریک نہیں رکھتا، یہ حکم ہے کہ اس قسم کی بے معنی عبادت مت کیا کر اور میں سوائے ایک اللہ کی ذات کے دوسرے کسی کی طرف بھی رجوع کرنے والا نہیں ہوں۔ آپ لوگ میری تابعداری کریں۔ اس کی تبلیغ اور دعوت کی وجہ سے اس کی قوم کے سب لوگ اس سے الگ ہو جائیں گے۔ (رہبر عالم، قاضی عبدالحلیم اثر)
مہامت سے مراد حضورؐ کی ذات اقدس ہے۔

سام وید

سام وید چار ویدوں میں سے ایک ہے۔ برہمنوں کے نزدیک اس وید کو باقی ویدوں پر خاص فوقیت حاصل ہے۔ اس میں حضورؐ کے متعلق بہت سی پیش گوئیاں موجود ہیں۔ حتیٰ کہ آپ کا اسم مبارک ''احمدؐ'' بھی موجود ہے۔ احمدؐ ہے پتوہ میدھام رنسیہ پری جگرہ۔ (۴۷)
(احمد (ﷺ) نے اپنے رب سے پرحکمت شریعت کو حاصل کیا۔) ایک منتر میں حضورؐ کی بعثت کا اظہار یوں ہے:

''احمدؐ نے اپنے پرماتما سے سندر آدرش اور پرکار سیکھا۔ میں سورج کی طرح روشن ہو رہا ہوں۔'' (ایضاً) اس اشلوک میں آپ کا نام احمدؐ واضح طور پر لکھا گیا ہے۔ آپ کی حکمت سے لبریز شریعت کا تذکرہ اور آپ کو سورج کی مانند روشن ''سراجاً منیرا'' کے متبادل لفظ سے تعبیر کیا گیا۔

اتھروید

اتھروید تینوں ویدوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ اس میں رگ وید کے مہامد، سام وید کے گانے اور یجروید کی عبادت کا ذکر ہے۔ اتھروید صحیفہ ابراہیم کی بڑی حد تک نقل ہے۔ اتھروید میں

Marfat.com

حضورؐ کی آمد کی بشارت اس طرح دی گئی ہے: ادم جناہ اپ اشرت نراشنسہ اسو شتے کورم شیشٹم سہسر چہ نو یتم رشمیشو ادو ہے۔(۳۸)

''اے لوگو یہ (بشارت) احترام سے سنو، محمدؐ تعریف کیا جائے گا۔ ساٹھ ہزار اور نوے دشمنوں میں اس ہجرت کرنے والے (امن پھیلانے والے کو) ہم (حفاظت میں) لیتے ہیں۔ نراشنسہ کے معنی ہیں لوگوں میں تعریف کیا گیا۔ ہجرت کے وقت مکہ مکرمہ کی آبادی ساٹھ ستر ہزار تھی جیسا کہ ابن اثیر کامل وغیرہ نے لکھا ہے۔(۳۹)

حضورؐ کے متعلق اتھروید میں چند اشارات اس طرح ملتے ہیں: اے لوگو! بڑے زور و شور سے سنو! مہامت لوگوں میں ظاہر ہوگا۔ ہم ہجرت کرنے والے کو ساٹھ ہزار اور نوے دشمنوں سے پناہ دیں گے۔ اس نے مامح رشی کو سینکڑوں سونے کے سکے، دس حلقے، تین سو عربی گھوڑے اور گائیں دیں۔(۴۰)

اس میں مہامت اور مامح رشی سے مراد حضورؐ کی ذات اقدس ہے۔ ماہ یعنی مہا بہ معنی بہت زیادہ، مع یعنی تعریف کیا گیا۔ زبان اور لہجے کے اختلاف کی وجہ سے لفظ محمدؐ کو مہامت بنا دیا گیا ہے۔ معنوں اور مفہوم کے اعتبار سے اس کا اطلاق حضورؐ کی ذات پاک پر ہوتا ہے۔ ان منتروں سے جو بات واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ مہامت رشی (حضرت محمدؐ) پہلے ہجرت کریں گے۔ اور پھر ان کو فتح حاصل ہوگی۔ سینکڑوں سونے کے سکے سے مراد اصحابہ کبارؓ ہیں جو مکہ مکرمہ میں آپ کو میسر آئے اور وہ اہل مکہ کی ہر قسم کی سختیاں برداشت کر کے خالص سونے کی طرح قیمتی بن گئے۔ دس حلقہ سے مراد عشرہ مبشرہ، تین سو عربی گھوڑوں سے مراد اصحاب بدر اور دس ہزار گائیں سے مراد وہ دس ہزار صحابہ کرامؓ ہیں، جو فتح مکہ کے روز حضورؐ کے ساتھ تھے۔ یہی بات حضرت موسیٰؑ نے فرمائی تھی: وہ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آئے گا۔(۴۱) اور حضرت سلیمانؑ نے فرمایا: دس ہزار آدمیوں کے درمیان جھنڈے کی مانند کھڑا ہوگا۔(۴۲)

مہابھارت

ہندوؤں کی اس مقدس کتاب میں بھی سرور دو عالمؐ کا تذکرہ ملتا ہے۔ اس میں ایک جگہ درج ہے: کل جگ کے آخر میں کلنکی اوتار پیدا ہونے والا ہے (مہابھارت شانتی پرواد ہانیہ: ۲۴۰) کلجگ سے مراد رہزنی، قتل و غارتگری، بتوں کی خوشنودی کی خاطر انسانوں کو بھینٹ چڑھانا، لڑکیوں کو زندہ درگور

Marfat.com

کر دینا، معاشرتی انتشار اور پر آشوب دور مراد ہے اور کلنکی اوتار سے مراد آپ کی ہی ذات اقدس ہے۔

بھگوت گیتا مہابھارت کا اہم ترین حصہ ہے۔ اس میں سری کرشن کی تعلیمات میں بھی حضورؐ کے متعلق واضح اشارات موجود ہیں: جب دھرم کی ہانی ہوتی ہے اور ادھرم بڑھ جاتا ہے، تب خدا ایسے شخص کو کھڑا کرتا ہے جو نیک لوگوں کی رکشا کرتا ہے اور پاپوں کا ناس کر کے دھرم کو قائم کر دیتا ہے۔ (۴۳)

ان حالات سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ بین السطور اس سے مراد آپؐ کی ذات گرامی ہے۔

حضرت کعب کا ایک خطبہ

درج ذیل بشارت ان الہامی ادراکات میں سے ہے جن کو عقلیں تصور میں لاتی ہیں اور وہ صحیح ثابت ہوتے ہیں۔ کعب آنحضرت ﷺ کے ساتویں دادا ہیں۔

کعب قریش کو خطبہ دیتے اور بعثت حضورؐ کا ذکر کیا کرتے تھے کہ وہ نبی ان کی اولاد میں سے ہوگا چنانچہ انہیں اس نبی کی تابعداری کا حکم دیتے اور فرماتے: اپنے حرم کو آراستہ کرو، اس کی تعظیم کرو، عنقریب اس کی بڑی شان ہوگی اور یہاں سے ایک نبی کریم نکلے گا پھر چند اشعار پڑھتے۔ ان میں یہ شعر بھی ہے:

عَلٰی غَفْلَةٍ یَاْتِی النَّبِیُّ مُحَمَّدٌ

فَیُخْبِرُ اَخْبَارًا صَدُوْقًا خَبِیْرُھَا

(نبی محمد ﷺ اچانک آجائیں گے اور وہ خبریں بتلائیں گے جن کا جاننے والا سچا ہوگا)

(۴۴) اس کا ذکر سیرت وحلانیہ میں بھی موجود ہے۔

حضرت کنانہ کی پیش گوئی

حضرت کنانہ بن خزیمہ کے پاس اہل عرب حصول علم و فضل کے لئے آتے تو آپ فرماتے "مکہ مکرمہ سے ایک نبی نکلیں گے انہیں احمدؐ کے نام سے پکارا جائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلائیں گے۔ وہ نیکی اور احسان کا درس دیں گے پس ان کی تابعداری کرنا تمہارے شرف میں اضافہ کا موجب ہوگا۔" (۴۵)

حضرت عبدالمطلب کا خواب

ابو علی غیروانی نے اپنی کتاب "البستان" میں روایت کی ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے

Marfat.com

خواب میں دیکھا کہ ان کی پشت سے چاندی کی زنجیر نکلی جس کا ایک سرا آسمان میں، ایک زمین میں، ایک مشرق میں اور ایک مغرب میں تھا پھر اس سے ایک درخت ظاہر ہوا، جس کا ہر پتہ نور کا تھا اور مشرق و مغرب کے رہنے والے جیسے اس کے ساتھ لٹکے ہوئے ہوں۔ آپ کا یہ خواب کاہنہ نے سن کر اس کی یہ تعبیر بتائی کہ آپ کی نسل میں سے ایک ایسی ہستی پیدا ہوگی جس کی مشرق اور مغرب کے رہنے والے اطاعت کریں گے اور آسمان و زمین والے اس کی تعریف بیان کریں گے۔ آپ کو تنے کے قریب دو متبرک اور مقدس شخصیتیں نظر آئیں۔ آپ نے ان سے تعارف چاہا تو ایک نے فرمایا میں "نوح نجی اللہ" ہوں اور دوسرے نے فرمایا میں "ابراہیم خلیل اللہ" ہوں۔ جناب ابراہیمؑ نے فرمایا کہ یہ وہ درخت ہے جو تمہارے آباء و اجداد سے تمہیں پہنچا ہے جو ایک قرن (زمانہ) سے دوسرے قرن اور ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل ہوتا آیا ہے اور اب تمہارے صلب سے ظاہر ہوا ہے۔(۴۶)

سیف بن ذی یزن کی خوشخبری بسلسلہ بعثت نبوی ﷺ

سیف بن ذی یزن حمیری نے حبشہ کو فتح کر لیا اور یہ فتح حضورؐ کی ولادت کے بعد حاصل ہوئی تھی تو عرب کے وفود اور معززین قوم اس کی خدمت میں مبارکباد دینے کی غرض سے گئے۔ قریش کے وفد میں آنحضرتؐ کے دادا عبدالمطلب بن ہاشم بھی تھے۔ بادشاہ نے بڑی راز داری سے حضرت عبدالمطلب کو تخلیہ میں بتایا یہ بات آپ کے سینہ میں محفوظ اور راز رہنی چاہئے جب تک خود حق تعالیٰ ہی اس کا افشا کا حکم نہ دے دے۔ میں اس مخفی علم اور پوشیدہ کتاب میں جسے ہم نے اپنے لئے مخصوص کر رکھا ہے اور اپنے سوا دوسروں سے پوشیدہ رکھا ہے، ایک عظیم الشان خبر اور بہت بڑی بلندی و مرتبہ کا ظہور پاتا ہوں جس میں تمام بنی نوع انسان کو حیات میں عظمت و شرف اور موت کے بعد فضیلت و برتری حاصل ہوگی اور آپ کی قوم کو عام طور سے اور آپ کو خاص طور پر یہ شرف حاصل ہوگا۔ وہ راز اور خوشخبری یہ ہے کہ جب تہامہ (شدت گرما اور ہوا کے حبس کی وجہ سے جس کی حدیں شمال میں حجاز اور جنوب میں یمن سے جا ملتی ہیں، اس علاقے کا نام تہامہ رکھا گیا تھا) میں ایسا بچہ پیدا ہوگا جس کے شانوں کے درمیان ابھرے ہوئے گوشت کی مہر ہوگی تو اسے قیامت تک عالم کی سرداری حاصل رہے گی۔ حق تعالیٰ اسے علانیہ مبعوث فرمائے گا۔ خدائے رحمان کی عبادت کرے گا، بتوں کو توڑ ڈالے گا، وہ تمام ادیان کو باطل قرار دے گا۔ برائیوں سے

Marfat.com

منع کرے گا اور خود بھی رکے گا۔ اس کے والدین وفات پا جائیں گے اس کے دادا اور چچا اس کی پرورش کریں گے۔ حضرت عبدالمطلب نے حضورؐ کی ولادت کے جملہ احوال سنائے تو ابن ذی یزن نے کہا کہ اے عبدالمطلب! آپ ہی اس نومولود ہستی کے دادا ہیں۔ اس فرزند کی حفاظت کیجئے خاص طور پر اسے یہودیوں سے بچائے رکھئے، کیونکہ وہ لوگ اس کے سخت دشمن ہیں لیکن حق تعالیٰ انہیں ہرگز اس پر غالب نہ آنے دے گا۔ یہ واقعہ تاریخ اسد الغابہ میں بھی مذکور ہے کہ آنحضرتؐ کے دادا نے سیف بن ذی یزن کو آپ کے اوصاف کے بارے میں مطلع کیا تھا۔ (۴۷)

مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ نے حضورؐ کی ولادت سے پہلے وقوع پذیر ہونے والے تیس شواہد بیان کئے ہیں۔ ان میں قدیم صحائف کے حوالے بھی بیان کئے گئے ہیں۔ ان شواہد میں انہوں نے حضورؐ کی تصویر یہودی علماء کے پاس ہونا، شاہ ہرقل کے پاس کئی انبیاء کی تصاویر ہونا، کاہنوں کی زبان پر حضورؐ کا ذکر ہونا، یہودیوں کے ہاں ذکر میلاد النبیؐ، بخت نصر کے خواب کی تعبیر، سطیح کی پیش گوئی، حضرت عبدالمطلب سے یہودی علماء کی گفتگو، حضرت عبداللہ کی پیشانی میں نور مصطفیؐ اور فاطمہ شامیہ کا قصہ اور واقعہ اصحاب فیل کو بیان کیا ہے۔ (۴۸)

قریظہ، نضیر، فدک اور خیبر کے یہودی آپؐ کی بعثت سے قبل آپ کی صفات بتایا کرتے تھے جب آپؐ کی ولادت ہوئی، یہودیوں کے عالم کہنے لگے۔ اس رات ''احمد'' پیدا ہوئے ہیں اور یہ سرخ ستارہ طلوع ہو گیا ہے۔ جب آپؐ کو نبوت عطا ہوئی تو اس کی بھی انہوں نے تصدیق کی۔ یہودی آپؐ کا اقرار کرتے اور صفات بیان کیا کرتے تھے اور آپؐ کی مدینہ ہجرت کے بارے میں بھی بتایا کرتے تھے۔ حضرت حسان بن ثابتؓ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ہمارے پاس ثابت بن ضحاک نامی ایک نوجوان آیا اور سنانے لگا کہ بنو قریظہ کا ایک یہودی مجھ سے جھگڑ رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا کہ ایک نبی کی آمد کا زمانہ قریب ہے وہ ایسی ہی کتاب لائے گا جیسی ہمارے پاس ہے وہ تم سب کو عاد کی طرح تباہ کر دے گا۔ ایک یہودی مدینہ کی بلندیوں پر چڑھا ہوا تھا۔ اس کے پاس آگ روشن تھی جب لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے تو کہنے لگا: ستارہ احمد طلوع ہو چکا ہے۔ یہ ستارہ اسی وقت طلوع ہوتا ہے جب کسی نبی کی آمد آمد ہوتی ہے اور احمدؐ کے سوا اب کوئی نبی باقی نہیں رہا۔ (۴۹)

حضرت حلیمہ سعدیہؓ آپؐ کو یہودیوں اور کاہنوں کے پاس لے جاتیں اور ان سے آپؐ کے حالات بیان کرتیں تو وہ آپ کی احوال و اوصاف سے آپؐ کو پہچان جاتے تھے۔ نیز حضرت

Marfat.com

خدیجہؓ کے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل نے جو ایک معمر عیسائی عالم تھے، آپ کی وحی کی کیفیت سن کر آپ کی رسالت کی خبر دے دی تھی۔(۵۰)

کعبے کے گرد قریش کی کئی ایک مجالس تھیں جن میں ان کا اجتماع ہوا کرتا جیسا کہ سیرت ہشامیہ میں لکھا ہے۔ان مجالس میں وہ اپنے خاص معاملات کے متعلق مذاکرات کیا کرتے تھے۔ عبدالمطلب کعبے کے سائے میں بیٹھا کرتے تھے۔وہاں ان کے لئے خاص فرش بچھادیا جاتا تھا۔ جس پر ان کے احترام اور تعظیم کی وجہ سے کوئی دوسرا نہ بیٹھ سکتا تھا۔حضورؐ اپنے بچپن میں اپنے دادا کے پہلو میں بیٹھ جایا کرتے تھے۔عبدالمطلب کسی شخص کو انہیں روکنے کی اجازت نہ دیتے تھے بلکہ فرمایا کرتے تھے: میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا بلکہ ان کے تصور اور ان کی امید سے کہیں بڑھ کر ہوا۔(ایضاً) بحیرا پادری علوم عیسائیت کے متبحر عالم تھے۔انہوں نے نبی کریم کو دیکھتے ہی پہچان لیا تھا اور کتب مقدسہ کی معلومات کی بناء پر آپ کو آپ کے رسول ہونے کی اطلاع دے دی تھی کیونکہ سابقہ کتب میں آپؐ کے اوصاف وعلامات اور آپؐ کے بعض معجزات مذکور تھے۔(۵۱)

جب حضور بصریٰ کے قریب گھاٹی پر چڑھ رہے تھے تو اس وقت کوئی درخت و پتھر ایسا نہ تھا جس نے آپ کو سجدہ نہ کیا ہو تو اس وقت بحیرا پادری نے آپؐ کے چچا ابو طالب کو آپ کو وہیں سے واپس لے جانے کی تاکید کی تھی۔(۵۲)

شام کے یہودیوں میں سے ابوالبیان نے مکہ میں آ کر رہائش اختیار کرلی۔وہ حضور کی بعثت کے بارے میں یہودیوں کو بتایا کرتا تھا کہ ایک نبی کی بعثت متوقع ہے جس کا زمانہ قریب آ چکا ہے پس اے گروہ یہود! مبادا کوئی دیگر گروہ آنحضرتؐ کے ظہور پر ایمان لانے میں تم پر سبقت لے جائے۔آنحضرت کو اس حال میں مبعوث کیا جائے گا کہ آپ کو مجبوراً خون ریزی کرنا پڑے گا اور مخالفین کی عورتیں اور ان کی اولادیں آپؐ کے پاس قیدی بن کر آئیں گی اور یہ چیزیں تمہیں آپؐ پر ایمان لانے سے نہ روکیں۔(۵۳)

راہبوں کی پیش گوئی کے بارے میں حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ جب میں دین کی تلاش میں نکلا تو راہب یہ کہا کرتے تھے کہ اس زمانے میں سرزمین عرب سے ایک نبی ظاہر ہوگا۔آپؐ کے شانے پر مہر نبوت ہوگی چنانچہ راہبوں کی ساری باتیں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔(۵۴)

Marfat.com

حوالہ جات

۱۔ (پیدائش ۲۱:۱۹ تا ۲۱) ۔۲۔ (اسلام اور دنیا کے مذاہب، جی این امجد) ۔۳۔ (تورات باب ۱۸، آیت ۱۸ تا ۲۰) ۔۴۔ (استثناء۲، باب ۳۴، درس ۱۰)۔ ۵۔ (تورات، باب پیدائش ۴۹) ۔۶۔ (محمد رسول اللہ، شیخ محمد رضا) ۔۷۔ (خصائص الکبری، ۱:۱، ۳۱) ۔۸۔ (شواہد النبوۃ، عبدالرحمٰن جامی) ۔۹۔ (تورات، یسعیاہ باب ۴۲) ۔۱۰۔ (تاریخ مدینہ، شیخ عبدالحق محدث دہلوی) ۔۱۱۔ (تاریخ مدینہ ص ۵۷) ۔۱۲۔ (زبور باب ۸۴ آیت ۶۱۵) ۔۱۳۔ (النبی الخاتم، مناظر احسن گیلانی) ۔۱۴۔ (خصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۲۹) ۔۱۵۔ (خصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۶۵) ۔۱۶۔ انجیل مقدس، نیا عہد نامہ باب ۱۴ آیت ۳۱ ۔۱۷۔ باب ۱۶ آیت ۱۲، ۱۳ ۔۱۸۔ The Gospel of Barnabas, باب ۳۹ ص ۴۵، ۴۶ ۔۱۹۔ برناباس باب ۷۲ ص ۱۱۰ ۔۲۰۔ برناباس باب ۸۳ ص ۱۱۵ ۔۲۱۔ برناباس باب ۸۴ ص ۱۲۶ ۔۲۲۔ The Gospel of Barna bas, باب ۹۷، ص ۱۱۳ ۔۲۳۔ تسبیحاتِ سلمان، پ ۱۲:۵ ۔۲۴۔ فرمودہ ۲ ۔۲۵۔ کتاب یہودہ ۱: ۱۴ ۔۱۵ ۔۲۶۔ کتاب پیدائش ۹: ۱۳ تا ۱۶ ۔۲۷۔ شواہد النبوۃ ص ۳۱ ۔۲۸۔ خصائص الکبری، ج ۱ ص ۲۹ ۔۲۹۔ پیدائش باب ۱۶: ۱۳ ۔۳۰۔ نقوش رسول نمبر ۹: ۳۰ ۔۳۱۔ سفرنگ دساتیر آیت ۵۴ تا ۶۰ ۔۳۲۔ نقوش رسول نمبر ۹: ۳۰ ۔۳۳۔ چکاوتی سنگھ ناد۔ ستناڈی ۳:۳، ۷۶) (مذاہب عالم کا تقابلی جائزہ) ۔۳۴۔ بھوشن پران حصہ ۴ پرتی سرگ برد باب ۲۵ صفحہ ۱۵۹/۷ شلوک ۸ تا ۱۰ ۔۳۵۔ انوار المحمدیہ ص ۱۶۸ ۔۳۶۔ رہبرِ عالم، قاضی عبدالحلیم اثر ص ۵۸ ۔۳۷۔ سام وید، دوسرا حصہ باب ۵ فصل ۱ ۔۳۸۔ انوار المحمدیہ ص ۱۲۶ ۔۳۹۔ نقوش رسول نمبر ۱۳: ۵۵۷ ۔۴۰۔ اتھروید کانڈ ۲۰ سواگت ۱۲۷ منترا تا ۳ ۔۴۱۔ کتاب استثنا باب ۳۳ آیت ۱ ۔۴۲۔ غزل الغزلات: باب ۵ ۔۴۳۔ گیتا باب چہارم ۔۴۴۔ بلوغ الارب (پیر محمد حسن ج ۱، ص ۵۷۵) ۔۴۵۔ سیرت دحلانیہ ص ۵۸ ۔۴۶۔ معارج النبوت، ج ۱، ص ۱۶ ۔۴۷۔ محمد رسول اللہ، ص ۴۲ ۔۴۸۔ شواہد النبوت ص ۲۹، ۵۴ ۔۴۹۔ خصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۵۸ ۔۵۰۔ بلوغ الارب ج ۱ ص ۵۷۵ ۔۵۱۔ محمد رسول اللہ ص ۸۱ ۔۵۲۔ جواہر البحار فی فضائل نبی المختار ص ۱۳۰ ۔۵۳۔ سیرت ابن اسحٰق ۔۵۴۔ خصائص الکبری، ج ۱ ص ۵۱

Marfat.com

کتابیات

1۔اخبار الاخیار: شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

2۔آفتاب نبوت: مولانا قاری محمد طیب، مطبوعہ: ادارہ اسلامیات لاہور

3۔آمنہ کا لال ﷺ: علامہ راشد الخیری، مطبوعہ: زاویہ ٹریڈرز اردو بازار لاہور

4۔اردو میں میلاد النبی ﷺ: محمد مظفر عالم جاوید صدیقی، مطبوعہ: فکشن ہاؤس لاہور

5۔الدر الثمین: حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

6۔تواریخ حبیب الٰہ: مفتی محمد عنایت احمد کاکورویؒ، مطبوعہ: سیالکوٹ

7۔جب حضورؐ آئے: محمد متین خالد، مطبوعہ: مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور

8۔جشن بہاراں: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

9۔حکمِ اذاں: علی اکبر قادری الازہری

10۔حول الاحتفال بمولد النبیؐ: الشیخ محمد بن عباس علوی المکیؒ

11۔سبل الھدیٰ والرشاد: امام یوسف الصالحی الشامی، مطبوعہ: مصر

12۔سیرت النبی ﷺ: شبلی نعمانی

13۔سیارہ ڈائجسٹ رسول نمبر شمارہ دسمبر 1994ء

14۔سلام علیک: طویل ترین نعت، ریاض حسین چودھری

15۔ضیاء النبی ﷺ: پیر محمد کرم شاہ الازہری، مطبوعہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز

16۔ضیائے حرم، میلاد النبی اشاعت

17۔فیوض الحرمین: حضرت شاہ ولی اللہؒ

18۔میلاد النبی ﷺ: ڈاکٹر محمد طاہر القادری، مطبوعہ: منہاج القرآن پبلی کیشنز

19۔منہاج القرآن ''ماہنامہ'' خصوصی اشاعتیں، متفرق

20۔مجموعہ خطبات میلاد النبی ﷺ: مولانا اشرف علی تھانوی

21۔نشر الطیب: مولانا اشرف علی تھانوی

22۔نور الحبیب ماہنامہ اپریل 2005ء

Marfat.com

آمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر علمی تحقیقی اور فکر انگیز خوبصورت تحریروں کا

شاندار مجموعہ

مرتب

علامہ علی اکبر قادری الازہری

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

Marfat.com